آسان فقہ

اوّل

مولانا محمد یوسف اصلاحی

آسان فقہ

اوّل

مولانا محمد یوسف اصلاحی

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

عرصے سے ایک ایسے مختصر، فقہی مجموعے کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو عام فہم اسلوب، آسان زبان اور جدید تصنیفی انداز میں ترتیب دیا گیا ہوتا کہ آسانی کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق وہ شرعی احکام ومسائل معلوم کیے جاسکیں جن کی عملی زندگی میں عام طور پر ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔

پچھلے دس سال میں مختلف اطراف سے اس ضرورت کی اہمیت محسوس کرائی گئی۔ رفقائے جماعت نے بھی بار بار تقاضا کیا، محترم جناب عبدالحئی صاحب نے بھی بارہا متوجہ کیا، اور خود مرتب بھی اس ضرورت کو شدت سے محسوس کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۶۰ء میں اس کا مفصل نقشۂ کار بھی مرتب کرلیا، لیکن کام کا آغاز کیا ہی تھا کہ اپنی ہیچمدانی اور بے مائیگی کا شدید احساس ہوا۔ محترم انور شاہ کاشمیریؒ نے کسی موقع پر فرمایا تھا، ''میں ہر فن پر مجتہدانہ گفتگو کرسکتا ہوں، لیکن فقہ پر مبتدیانہ گفتگو بھی نہیں کرسکتا۔'' چنانچہ اختلافات کی اس آماجگاہ میں اقوال وآراء کی بہتات دیکھ کر ہمت جواب دینے لگی اور بجا طور پر یہ فیصلہ کیا کہ کوئی ایسے صاحبِ استعداد اس ضرورت کو پورا کریں جو فقہ سے طبعی مناسبت بھی رکھتے ہوں، اور وسیع تر علم ومطالعہ بھی، لیکن انتظار کا دور طویل سے طویل تر ہوتا گیا اور امید کی کوئی کرن نظر نہ آئی۔

آخر کار پھر حوصلہ کیا، اور اپنے محدود علم ومطالعے کے شدید احساس کے باوجود محض خدائے قادر وتوانا کے بھروسے پر اس ارادے کے تحت کام شروع کیا کہ اس موضوع پر کوئی تحقیقی اور اجتہادی کاوش نہ سہی یہ سعادت بھی کچھ کم نہیں کہ فقۂ حنفی کی مستند اور رائج کتابوں کو جن پر علما اور عوام سب ہی اعتماد کرتے ہیں، نیز ان مجموعوں کو جو وقت کے قابل اعتماد اصحابِ علم وبصیرت نے جدید پیدا شدہ مسائل اور جدید سائنسی آلات کے احکام سے متعلق مرتب کیے ہیں، سامنے رکھ کر سادہ، آسان اور عام فہم انداز میں روزمرہ کی ضرورت کے احکام ومسائل پر مشتمل ایک ایسا مجموعہ ترتیب دیا جائے جس سے ہر ایک سہولت واطمینان اور رغبت وشوق کے ساتھ استفادہ کرسکے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ دیرینہ آرزو پوری

ہوئی اور زیر ترتیب مجموعے کی پہلی جلد اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے جو تین ابواب، کتاب العقائد، کتاب الطہارۃ اور کتاب الصّلوٰۃ پر مشتمل ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ بقیہ دو جلدیں بھی (جن میں سے دوسری جلد زکوٰۃ، صوم اور حج کے احکام پر مشتمل ہوگی اور تیسری معاشرت و معاملات کے احکام پر) جلد آپ کے ہاتھوں میں پہنچ سکیں۔

یہ تو خدا ہی جانتا ہے اور اسی کی توفیق پر منحصر ہے کہ یہ مجموعہ ناظرین کے لیے کس حد تک مفید ہو سکے گا۔ البتہ خود مرتب کو اس علمی خدمت کے دوران غیر معمولی فوائد کے حصول کا موقع میسر آیا۔ اسلاف کے عظیم تر علمی کارناموں اور حیران کن محنت و کاوش کو قریب سے دیکھ کر ان کی قدر و عظمت کا احساس ہوا، عقیدت کو حقیقت کی بنیاد ملی، فکر و نظر کو وسعت اور جِلا نصیب ہوئی اور یہ یقین پختہ تر ہو گیا کہ ان آئمہ دین نے زندگیاں کھپا کر جو عظیم علمی احسانات کیے ہیں۔ ان سے امت نہ کبھی سبکدوش ہو سکتی ہے اور نہ کبھی بے نیاز۔

اس وقت عالم اسلام میں چار فقہیں رائج ہیں، فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی۔ نیز ایک گروہ ہے جو ان فقہا کی تقلید کا قائل نہیں ہے اور وہ براہِ راست کتاب و سنت سے مسائل و احکام معلوم کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ یہ لوگ سلفی یا اہل حدیث کہلاتے ہیں..... یہ سارے ہی مسلک برحق ہیں۔ سب کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے، ہر مکتبِ فکر نے زیادہ سے زیادہ کتاب و سنت کی رُوح اور منشا کو پانے کی کوشش کی ہے اور ہر ایک کا اصل محرک یہ پاکیزہ جذبہ ہے کہ کتاب و سنت کی پیروی کا حق ادا ہو سکے۔

ان میں سے کسی مکتب فکر کی تنقیص و تحقیر کرنا، کسی پر طنز و تعریض کرنا، اور فقہی اور فروعی اختلافات کی بنیاد پر ملت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا اور گروہ بندیوں کی لعنت میں گرفتار ہو کر باہم دست و گریباں ہونا اہل حق اور اہلِ اخلاص کا شیوہ ہرگز نہیں۔ افہام و تفہیم، ترجیح و انتخاب اور اظہار رائے تو ایک علمی ضرورت ہے، جس کی حوصلہ افزائی ہونا چاہیے، لیکن معمولی فقہی اختلافات کی بنیاد پر الگ الگ فرقے بنا لینا اور اختلاف رائے رکھنے والے کو گمراہ اور خارج از دین قرار دے کر اس کے خلاف محاذ قائم کرنا، فہم دین سے محرومی بھی ہے اور اسلاف کی سنت سے انحراف بھی۔

برصغیر میں اگرچہ ہر مسلک کے پیرو موجود ہیں۔ لیکن ان میں عظیم اکثریت حنفی مسلک

ماننے والوں کی ہے۔ یہ کتاب **آسان فقہ** خاص طور پر انھی کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ اس میں باہمی اختلافات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف وہی متفقہ عملی مسائل بیان کیے گئے ہیں جن پر احناف کا عمل ہے اور جو عام طور پر پیش آتے ہیں، تاکہ عام مسلمان ذہنی خلفشار سے محفوظ رہتے ہوئے یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ اپنے مسلک کے مطابق عمل کر سکیں۔

فقہ کی متداول کتابوں کے بعض مسائل پر وقت کے بعض قابل اعتماد علما نے مزید غور و فکر کیا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں اختلافِ رائے کا اظہار کیا ہے یا کسی تجویز کی سفارش کی ہے، اس طرح کی جس رائے یا تجویز کو مرتب نے صحیح اور دقیع سمجھا ہے، حاشیہ میں اس کو نقل کر دیا ہے تاکہ جن لوگوں کو اس پر شرح صدر ہو، وہ کسی تنگی کے بغیر اطمینان کے ساتھ اس پر عمل کر سکیں۔

مسائل و احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عبادات و اعمال کی فضیلت و اہمیت پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔ تاکہ احکام معلوم ہونے سے پہلے احکام کی پیروی کے لیے ذہن و جذبات تیار ہو سکیں۔

حسبِ ضرورت جگہ جگہ فقہی اصطلاحات بھی استعمال کی گئی ہیں۔ اور ان کا استعمال ناگزیر ہے، اس لیے بھی کہ مسلمان کے لیے ان سے واقف ہونا ضروری ہے اور اس لیے بھی کہ اصطلاح کے بجائے بار بار اس کے مفہوم و مراد کی تشریح باعثِ طوالت بھی ہے، اور ذوق پر گراں بھی، البتہ کتاب کے شروع میں ان اصطلاحات کی ایک مستقل فہرست حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق دے کر ہر اصطلاح کے مفہوم اور مراد کی وضاحت کر دی گئی ہے تاکہ بیک نظر تمام اصطلاحات کو یکجا دیکھا اور سمجھا جا سکے اور یاد کرنے والوں کو بھی سہولت ہو اور ضرورت کے وقت آسانی کے ساتھ ہر اصطلاح کا مفہوم معلوم کیا جا سکے۔

رہا یہ مسئلہ کہ ہر دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر تسلسل کے ساتھ فقہ اسلامی میں اجتہادی اور تحقیقی پیش رفت ہونی چاہیے تو یہ حیاتِ ملی کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ دراصل فقہ ایک ایسا ترقی پذیر موضوع ہے جو نہ صرف ترقی پذیر زندگی کے ساتھ ارتقائی منزلیں طے کرتا ہے بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ راہ ہموار کر کے زندگی کی نوک پلک درست کرنا فقہ ہی کا کام ہے۔ فکر و اجتہاد کی قوتوں کو معطل اور بے دم کر کے وقت کے تقاضوں سے نا آشنا اور بے تعلق رہنا اور کتاب و سنت کی روشنی میں تعمیرِ حیات کا حق ادا نہ کرنا، ملت کو زندگی کی رعنائیوں سے محروم رکھنے کی کھلی ہوئی علامت بھی ہے اور اس کا بنیادی سبب بھی۔ دراصل

اسلام کو ایک برتر اور ابدی نظام کی حیثیت سے غالب اور نافذ دیکھنے کی آرزو رکھنے والے اسلام پسندوں کا فطری اور منصبی فریضہ ہے کہ وقت کے تقاضوں پر گہری نظر رکھیں، انھیں سمجھنے کی حکیمانہ کوشش کریں اور آگے بڑھ کر علم و عمل کے ہر میدان میں اسلامی قانون کی برتری ثابت کریں اور نہ صرف ارتقا پذیر زندگی کا ساتھ دیں بلکہ اظہارِ دین اور غلبۂ دین کے لیے ہمہ جہتی جدوجہد کر کے اپنے نصب العین کے مطابق اس کی تاریخ سازی کا حق ادا کریں۔

دین و ملت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے کہ ہر دور میں اَربابِ علم و فکر کا ایک ایسا گروہ موجود رہے جس کے افراد نہ صرف یہ کہ دین کے علوم میں گہری بصیرت رکھتے ہوں بلکہ عملاً بھی ان کو دین سے حقیقی شغف ہو اور ان کی زندگیاں دین کی آئینہ دار ہوں، پھر وہ دَورِ حاضر کے نئے پیدا شدہ مسائل اور نت نئے حالات سے بھی باخبر ہوں، اور حکمت و فراست، ترجیح و تمیز، انتخاب و اختیار، اور حسن فیصلہ کی اجتہادی قوتوں سے بھی بہرہ ور ہوں۔ زندگی کے گوناگوں مسائل کو کتاب و سنت کی روح و منشا کے مطابق حل کرنے کا ملکہ بھی رکھتے ہوں اور بحیثیت مجموعی اسلامی اقدار کے احیا اور نفاذ کی غیر معمولی تڑپ اور حکمتِ کار کے جوہروں سے بھی آراستہ ہوں۔

یہ گروہ، ملت کا سرمایہ حیات ہے اور اس کے ساتھ بھرپور تعاون کرنا ملت کا اہم ترین فریضہ اور دین کا عین منشا ہے۔ اصلاً تو اس گروہ کی سرپرستی اور کفالت اسلامی نظامِ حکومت کا منصب ہے لیکن جب اور جہاں مسلمان اپنی مجرمانہ غفلت کے نتیجے میں اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہوں وہاں بحیثیت مجموعی تمام مسلمانوں کا دینی اور ملی فرض ہے کہ وہ اس گروہ کی سرپرستی کریں اور اس کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر مقدم رکھنے کی عادت ڈالیں۔ اس لیے کہ اس گروہ کا وجود نہ صرف ملت کے تحفظ و بقا کا ذریعہ ہے بلکہ اسلامی نظام کا تعارف اور قیام بھی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ کوئی بھی انسانی کوشش ہو وہ خطا سے محفوظ نہیں ہو سکتی، اہل علم سے مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ جو غلطی اور کوتاہی محسوس کریں۔ ضرور مطلع فرمائیں، یہ ان کا فرض بھی ہے اور میرا حق بھی۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو شرفِ قبول بخشے اور مسلمانوں کے لیے اس کو نافع ثابت فرمائے اور مرتب کے حق میں اس کو ذخیرہ آخرت اور بہانۂ مغفرت بنائے۔ (آمین)

محمد یوسف

۱۲ مئی ۱۹۶۹ء

فہرست

آسان فقہ (حصہ اوّل)

تعارف	3
اصطلاحات	23
(۱) کتاب العقائد	50
ارکانِ اسلام	50
اسلامی عقائد وافکار	51
اعمالِ صالحہ کی بنیاد	51
ایمان کا مطلب	52
خدا کی ذات وصفات پر ایمان	53
تقدیر پر ایمان	57
فرشتوں پر ایمان	58
رسولوں پر ایمان	59
آسمانی کتابوں پر ایمان	61
آخرت پر ایمان	63
غیر اسلامی عقائد وخیالات	66
(۲) کتاب الطّہارۃ	72
طہارت کا بیان	72

نجاست کا بیان	74
نجاست کی قسمیں	74
نجاست حقیقی	74
نجاست غلیظہ	74
نجاست خفیفہ	76
نجاست حقیقی سے پاک کرنے کے طریقے	76
زمین وغیرہ کی پاکی کے طریقے	76
نجاست جذب نہ کرنے والی چیزوں کی پاکی کے طریقے	77
نجاست جذب کرنے والی چیزوں کی پاکی کے طریقے	78
رقیق اور سیال چیزوں کی پاکی کے طریقے	80
گاڑھی اور جمی ہوئی چیزوں کی پاکی کے طریقے	81
کھال کی پاکی کے طریقے	81
جسم کی پاکی کے طریقے	82
احکامِ طہارت کے چھ کارآمد اصول	82
احکام طہارت میں شرعی سہولتیں	84
پاکی ناپاکی کے متفرق مسائل	85
نجاست حکمی	87
نجاست حکمی کی قسمیں	87
حدثِ اصغر	87
حدثِ اکبر	87
حیض کا بیان	88
حیض آنے کی عمر	88

حیض کی مدت	88
حیض کے مسائل	89
نفاس کا بیان	91
نفاس کی مدت	91
نفاس کے مسائل	91
حیض ونفاس کے احکام	92
استحاضہ کا بیان	94
استحاضہ کی صورتیں	94
استحاضہ کے احکام	95
سیلان الرحم	96
پانی کا بیان	97
پانی کی قسمیں	97
۱۔ ماءِ طاہر	97
۲۔ ماءِ نجس	87
پانی کے مسائل میں چھ کارآمد اصول	98
پانی کے مسائل	100
پانی، جس سے طہارت درست ہے	100
پانی، جس سے طہارت درست نہیں	102
پانی، جس سے طہارت مکروہ ہے	104
جھوٹے پانی وغیرہ کے مسائل	105
کنویں کے مسائل واحکام	107
کنواں پاک کرنے کے وضاحتی احکام	107
ناپاکی، جس میں سارا پانی نکالنا ضروری ہے	108

ناپاکی، جس میں سارا پانی نکالنا ضروری نہیں 109

وہ صورتیں جن میں کنواں ناپاک نہیں ہوتا 110

استنجا کا بیان 112

رفع حاجت کے آداب واحکام 112

استنجا کے آداب واحکام 114

وضو کا بیان 116

وضو کی فضیلت وبرکت 116

وضو کا مسنون طریقہ 117

مسح کا طریقہ 118

وضو کے احکام 119

وضو فرض ہونے کی صورتیں 119

وضو واجب ہونے کی صورتیں 120

وضو سنت ہونے کی صورتیں 120

وضو مستحب ہونے کی صورتیں 121

وضو کے فرائض 121

وضو کی سنتیں 122

وضو کے مستحبات 123

وضو کے مکروہات 123

جبیرہ اور زخم وغیرہ پر مسح 123

کن چیزوں پر مسح جائز نہیں 124

نواقض وضو 124

پہلی قسم 125

دوسری قسم	126
وہ باتیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا	126
حدثِ اصغر کے احکام	127
معذور کے وضو کا حکم	128
معذور کے مسائل	129
موزوں پر مسح کا بیان	130
کن موزوں پر مسح درست ہے	130
موزوں پر مسح کا طریقہ	131
مسح کی مدت	132
مسح کو باطل کرنے والی چیزیں	132
مسح کے چند مسائل	133
غسل کا بیان	134
غسل کے متعلق چھ ہدایات	134
غسل کا مسنون طریقہ	134
غسل کے فرائض	135
چوٹی اور زیور کا حکم	135
غسل کی سنتیں	136
غسل کے مستحبات	136
غسل کے احکام	137
غسل کی قسمیں	137
غسل کے فرض ہونے کی صورتیں	137

غسل فرض ہونے کی پہلی صورت 137

منی کے چند مسائل 138

غسل فرض ہونے کی دوسری صورت 138

وجوبِ غسل کے چند مسائل 139

غسل فرض ہونے کی تیسری صورت 139

غسل فرض ہونے کی چوتھی صورت 140

وہ صورتیں جن میں غسل فرض نہیں ہے 140

وہ صورتیں جن میں غسل سنت ہے 140

وہ صورتیں جن میں غسل مستحب ہے 141

وہ صورتیں جن میں غسل مباح ہے 141

غسل کے متفرق مسائل 142

حدثِ اکبر کے احکام 143

تیمم کا بیان 144

تیمم کن صورتوں میں جائز ہے 145

تیمم کا مسنون طریقہ 147

تیمم کے فرائض 147

تیمم کی سنتیں 147

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز یا ناجائز ہے 148

وہ چیزیں جن سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے 149

تیمم کے متفرق مسائل 150

(۳) کتابُ الصلوٰۃ 153

نماز کا بیان 153

نماز کے معنی	153
نماز کی فضیلت واہمیت	154
اقامت صلوٰۃ کے شرائط وآداب	157
۱۔ طہارت وپاکیزگی	157
۲۔ وقت کی پابندی	158
۳۔ نماز کی پابندی	158
۴۔ صف بندی کا اہتمام	158
۵۔ سکون واعتدال	159
۶۔ نماز باجماعت کا اہتمام	161
۷۔ تلاوتِ قرآن میں ترتیل وتدبر	162
۸۔ شوق وانابت	162
۹۔ ادب وفروتنی	163
۱۰۔ خشوع وخضوع	164
۱۱۔ خدا سے قرب کا شعور	164
۱۲۔ خدا کی یاد	164
۱۳۔ ریاء سے اجتناب	165
۱۴۔ جینا اور مرنا اللہ کے لیے	165
نماز کی فرضیت	167
نماز کے اوقات	168
۱۔ فجر کا وقت	169
۲۔ ظہر کا وقت	169

۳۔ عصر کا وقت	169
۴۔ مغرب کا وقت	170
۵۔ عشا کا وقت	170
۶۔ نمازِ وتر کا وقت	170
۷۔ نمازِ عیدین کا وقت	170
نماز کے یہ اوقات تمام عالم کے لیے ہیں	171
نماز کی رکعتیں	172
۱۔ نماز فجر	172
۲۔ نمازِ ظہر	172
۳۔ نمازِ جمعہ	173
۴۔ نمازِ عصر	173
۵۔ نمازِ مغرب	173
۶۔ نمازِ عشا	173
نماز کے مکروہ اوقات	174
وہ اوقات جن میں ہر نماز ممنوع ہے	174
وہ اوقات جن میں ہر نماز مکروہ ہے	174
وہ اوقات جن میں صرف نفل نماز مکروہ ہے	175
اذان واقامت کا بیان	176
اذان واقامت کے معنی	176
اذان کی فضیلت	176
اذان واقامت کا مسنون طریقہ	177
اذان کا جواب اور دعائیں	178

اذان ومؤذن کے آداب	180
اذان واقامت کے مسائل	181
اذان کا جواب نہ دینے کی حالتیں	183
نماز واجب ہونے کی شرطیں	183
نماز کے فرائض	184
شرائط نماز	184
۱۔ بدن کا پاک ہونا	184
۲۔ لباس کا پاک ہونا	184
۳۔ نماز کی جگہ کا پاک ہونا	185
۴۔ ستر چھپانا	185
۵۔ نماز کا وقت ہونا	185
۶۔ استقبالِ قبلہ	185
۷۔ نیت کرنا	186
ارکانِ نماز	186
۱۔ تکبیر تحریمہ	186
۲۔ قیام کرنا	186
۳۔ قرأت پڑھنا	186
۴۔ رکوع کرنا	187
۵۔ سجدہ کرنا	187
۶۔ قعدۂ اخیرہ	187
۷۔ اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا	187

واجباتِ نماز	187
نماز کی سنتیں	189
نماز کے مستحبات	191
مفسداتِ نماز	192
مکروہاتِ نماز	196
وہ صورتیں جن میں نماز توڑ دینا جائز یا واجب ہے	199
نماز پڑھنے کا پورا طریقہ	201
تکبیر کہنا	202
ثناء کے بعد	202
سورۂ فاتحہ و قرأتِ قرآن	202
رکوع کرنا	203
تسبیح رکوع پڑھنا	203
قومہ کرنا	203
سجدہ کرنا	204
جلسہ کرنا	204
قعدہ کرنا	205
تشہد پڑھنا	205
درود شریف پڑھنا	205
درود کے بعد کی دعا	206
سلام کہنا	206
خواتین کی نماز کا طریقہ	208
نماز وتر کا بیان	209

نماز وتر پڑھنے کا طریقہ	209
دعائے قنوتِ	209
قنوتِ نازلہ	211
قنوتِ نازلہ کے مسائل	212
دعائے قنوتِ نازلہ	212
نفل نمازوں کا بیان	214
صلوٰۃ تہجد	214
نمازِ تہجد کا وقت	216
نمازِ تہجد کی رکعتیں	217
نماز تراویح	217
نماز چاشت	218
تحیۃ المسجد	218
تحیۃ الوضو	219
نوافلِ سفر	219
صلوٰۃ الاوّابین	219
صلوٰۃ التسبیح	220
صلوٰۃ توبہ	221
صلوٰۃ کسوف وخسوف	221
صلوٰۃ حاجت	222
صلوٰۃ استخارہ	223
استخارے کا طریقہ	224

استخارہ کی دعا	225
مسجد کا بیان	226
مسجد اسلامی زندگی کا محور	226
مسجد کے آداب	228
نمازِ با جماعت کا بیان	235
جماعت کی تاکید وفضیلت	235
جماعت کا حکم	238
جماعت واجب ہونے کی شرطیں	239
ترکِ جماعت کے عذر	239
صف بندی کے مسائل	240
خواتین کی جماعت	242
سُترہ	242
جماعت کے مسائل	243
جماعت ثانیہ کا حکم	245
امامت کا بیان	246
امام کا انتخاب	246
امامت کے مسائل	247
مشینی امامت کا حکم	250
مقتدی کے احکام	251
مقتدی کی قسمیں	252
۱۔ مُدرک	252
۲۔ مسبوق	252

۳۔ لاحق	253
مسبوک کے مسائل	253
لاحق کے مسائل	253
نماز میں قرأت کے مسائل	255
نماز میں مسنون قرأت	257
سجدۂ تلاوت	258
امام کے پیچھے قرأت کا حکم	259
امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا	259
سجدۂ سہو کا بیان	260
سجدۂ سہو کا طریقہ	260
وہ صورتیں جن میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے	260
سجدۂ سہو کے مسائل	261
قضا نماز پڑھنے کا بیان	266
قضا نماز کا حکم	266
قضا نماز کے مسائل وہدایات	267
صاحب ترتیب اور اس کی قضا نماز کا حکم	270
معذور اور بیمار کی نماز	272
نمازِ قصر کا بیان	275
نمازِ قصر کا حکم	275
سفر میں سنت اور نفل کا حکم	275
قصر کی مسافت	276

قصر شروع کرنے کا مقام	276
قصر کی مدت	276
قصر کے متفرق مسائل	277
سفر میں جمع بین الصّلاتین	278
نماز جمعہ کا بیان	279
یوم جمعہ کی فضیلت	279
نمازِ جمعہ کی فرضیت	281
نمازِ جمعہ کا حکم اور فضیلت واہمیت	282
نمازِ جمعہ کی شرطیں	285
شرائطِ وجوب	285
شرائطِ وجوب نہ پائے جانے کی صورت میں نماز کا حکم	285
شرائطِ صحت	286
شرائطِ جمعہ کی توضیح	286
۱۔ مصرِ جامع	286
دیہات میں جمعہ کی نماز	287
۲۔ وقتِ ظہر	288
۳۔ خطبہ	288
۴۔ جماعت	289
۵۔ اذنِ عام	289
نمازِ جمعہ کے لیے مسلمان حکمران کی شرط	289
جمعہ کی سنتیں	290

جمعہ کے احکام وآداب 290

خطبے کے احکام وآداب 294

نماز اور خطبے میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال 297

اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کی حرمت 298

خطبے کا مسنون طریقہ 298

نبیؐ کے خطبے 299

تبوک کا ایک جامع خطبہ 299

عیدین کا بیان 304

عیدالفطر کی حقیقت 304

عیدالاضحیٰ کی حقیقت 304

عیدالفطر کے دن مسنون کام 305

عیدالاضحیٰ کے دن مسنون کام 306

نماز عید 306

نماز عید کی نیت 306

نماز عید کی ترکیب 306

نماز عید کا وقت 307

نماز عید کے مسائل 307

خطبہ عید کے مسائل 309

تکبیر تشریق 309

موت اور بیماری کا بیان 310

عیادت کے مسائل وآداب 310

قریب المرگ کے احکام وآداب 313

غسل میت کے احکام	314
غسل میت کا مسنون طریقہ	316
کفن کے مسائل	316
کفن پہنانے کا طریقہ	318
نمازِ جنازہ کا بیان	318
نمازِ جنازہ کا حکم	319
نمازِ جنازہ کے فرائض	319
نمازِ جنازہ کی سنتیں	319
نمازِ جنازہ کا طریقہ	319
بالغ میت کی دعا	320
جنازے کے متفرق مسائل	321
جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ	323
دفن کے مسائل	324
نبیؐ کا تعزیت نامہ	325
ایصالِ ثواب	326
ایصالِ ثواب کے معنی	326
ایصالِ ثواب کا طریقہ	326
ایصالِ ثواب کے مسائل	327
مآخذ	328

اصطلاحات

فقہ کی کتابوں میں کچھ ایسے اصطلاحی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں جن کے کچھ مخصوص اور متعین معنی ہوتے ہیں، فقہی احکام ومسائل کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے کہ ان اصطلاحات کا مفہوم اور مراد صحیح صحیح معلوم ہو۔

اس کتاب میں بھی جگہ جگہ حسبِ ضرورت یہ اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں اور بار بار ان کی تشریح اور توضیح کی تکرار کرنے کے مقابلے میں ہر لحاظ سے یہ زیادہ مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے شروع میں ان اصطلاحات کی مفصل فہرست حروفِ ہجا کی ترتیب کے مطابق مرتب کر کے ایک جگہ ان کی تشریح وتوضیح کر دی جائے تا کہ کتاب سے استفادے کے دوران جب بھی ضرورت محسوس ہو آسانی کے ساتھ مطلوب اصطلاح کو نکال کر اس کا مطلب معلوم کیا جا سکے اور اگر کوئی بیک نظر ساری اصطلاحات دیکھنا یا سمجھنا چاہے یا یاد کرنا چاہے تو اس کو تمام اصطلاحات یکجا مل جائیں۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

ا، ب

(۱) ادا:

جو عبادت اپنے مقررہ وقت پر کی جائے، اس کو ادا کہتے ہیں، مثلاً فجر کی نماز صبح صادق کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے، اور رمضان کے روزے رمضان کے مہینے ہی میں رکھ لیے جائیں، تو اس کو اَدا کہیں گے۔

(۲) اِذنِ عام:

یہ نماز جمعہ واجب ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ

جہاں جمعہ کی نماز پڑھی جا رہی ہے وہاں ہر خاص وعام کے لیے شریک ہونے کی عام اجازت ہواور کسی قسم کی کوئی رکاوٹ کسی کے لیے نہ ہو۔

(۳) اقامت:

جماعت کھڑی ہونے سے پہلے ایک شخص وہی کلمات دہراتا ہے جو اذان میں کہے جاتے ہیں اور دوبار قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ بھی کہتا ہے اس کو اقامت کہتے ہیں۔ اقامت کو عرفِ عام میں تکبیر بھی کہتے ہیں۔

(۴) اقتدا:

امام کے پیچھے جماعت سے نماز کو اقتدا کہتے ہیں اور اقتدا کرنے والے کو مقتدی کہتے ہیں اور جس امام کی اقتدا کی جاتی ہے اس کو مقتدا کہتے ہیں۔

(۵) استقبالِ قبلہ:

نماز پڑھنے کی حالت میں قبلے کی طرف رُخ کرنے کو استقبالِ قبلہ کہتے ہیں، قبلے کی طرف رُخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سینہ اور چہرہ قبلے کی طرف رہے، یہ شرط نماز میں سے ایک شرط ہے اس شرط کو پورا کیے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔

(۶) اسلامی شعائر:

اسلامی شعائر سے وہ دینی عبادات اور اعمال مراد ہیں جو دین کی قدر و عظمت اور شان کو ظاہر کرنے کے لیے نشان اور علامت بھی ہوں اور جو دین سے شغف اور دین کی عظمت واہمیت کا شعور واحساس بھی پیدا کرتے ہوں۔

(۷) استخارہ:

استخارہ کے معنی ہیں خیر اور خوبی طلب کرنا، اور اصطلاح میں استخارہ یا نماز استخارہ سے مراد وہ نفل نماز ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس مقصد کے لیے سکھائی ہے کہ جب بھی کسی جائز کام میں یہ واضح نہ ہو رہا ہو کہ خیر اور بھلائی کا پہلو کیا ہے اور کسی پہلو پر بھی

اطمینان نہ ہو رہا ہو تو آدمی دو رکعت نفل پڑھ کر استخارے کی مسنون دعا پڑھے۔ خدا سے توقع رکھے کہ وہ نمازِ استخارہ کی برکت سے کسی ایک پہلو پر اطمینان یا دلی رجحان عطا فرمائے گا، نمازِ استخارہ کا طریقہ اور مسنون دعا آگے تفصیل میں آئے گی۔

(۸) استنجا:

بشری ضرورت (رفعِ حاجت وغیرہ) سے فارغ ہونے کے بعد بدن کے اگلے اور پچھلے حصے کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں چاہے اس کے لیے ڈھیلے استعمال کیے جائیں یا پانی، اس کے احکام بھی آگے تفصیل میں آئیں گے۔

(۹) استحاضہ:

حیض اور نفاس کے علاوہ خواتین کو آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اس کو استحاضہ کہتے ہیں، اس کے بارے احکام بھی آگے تفصیل میں آئیں گے۔

(۱۰) اوساطِ مفصّل:

سورۂ الطارق سے سورۂ البیّنہ تک کی سورتوں کو اَوساطِ مفصل کہتے ہیں، عصر اور عشا کی نمازوں میں ان سورتوں کو پڑھنا مسنون ہے، قصارِ مفصل اور طوال مفصل، ق اور ط کی تقطیع میں دیکھیے۔

(۱۱) ایک مثل:

زوال کے وقت ہر چیز کا جو سایہ اصلی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو اس کو ایک مثل کہتے ہیں۔

(۱۲) ایامِ تشریق:

ماہِ ذوالحجہ کی ۱۱ر ۱۲ر ۱۳ تاریخ کو ایام تشریق کہتے ہیں اور یومِ عرفہ (۹ ذوالحجہ) اور یومِ نحر (۱۰ ذوالحجہ) اور ایامِ تشریق یعنی ان پانچ ایام میں ہر فرض نماز کے بعد جو تکبیر پڑھی

جاتی ہے۔اس کو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

(۱۳) ایصالِ ثواب:

اپنے نیک اور مالی و بدنی عبادات کا اجر وثواب کسی میت کو پہنچانا یعنی خدا سے یہ دعا کرنا کہ میری اس عبادت یا نیک عمل کا اجر وثواب فلاں شخص کو پہنچے۔اس کو ایصالِ ثواب کہتے ہیں۔

(۱۴) بکارت:

دوشیزہ کے کنوارے پن کو بکارت کہتے ہیں۔

(۱۵) باطل ہونا:

کوئی عبادت اس قدر غلط ہو جائے کہ گویا ہوئی ہی نہیں۔مثلاً کسی نے نماز میں دوسرے شخص سے گفتگو شروع کر دی تو اس شخص کی نماز باطل ہو جائے گی اور اس کو دوبارہ پڑھنی ہوگی،اسی مفہوم میں فاسد ہونا بھی استعمال کرتے ہیں۔

ت،ث

(۱۶) تثویب:

اذان اور اقامت کے درمیان لوگوں کو جماعت کی تیاری کے لیے متوجہ کرنے کو تثویب کہتے ہیں چاہے عربی الفاظ میں متوجہ کیا جائے یا کسی دوسری زبان میں،فقہائے متقدمین کے نزدیک نماز فجر کے علاوہ کسی وقت بھی تثویب جائز نہیں۔

(۱۷) تحمید:

رکوع سے اٹھنے کے بعد قومے کی حالت میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا۔

(۱۸) تحیۃ المسجد:

تحیۃ المسجد سے مراد وہ نماز ہے جو مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے پڑھنا

مسنون ہے، تحیۃ المسجد دو رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو رکعت سے زیادہ بھی، اور اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی فرض یا واجب یا سنت نماز پڑھ لے تو وہی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی۔

(۱۹) تسبیح:

نماز میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ یا سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا۔

(۲۰) تسمیہ:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا۔

(۲۱) تسمیع:

رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا۔

(۲۲) تشہد:

قعدہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے یعنی اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ..... اس کے آخر میں چونکہ توحید و رسالت کی شہادت بھی ہے اس لیے اس کو تَشَھُّدْ کہتے ہیں۔

(۲۳) تطوع:

وہ فعل جو فرض و واجب نہ ہو، بلکہ آدمی اپنے دل کی خوشی سے ثواب کی خاطر کرے اس کے کرنے کا ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تطوع کو مستحب، مندوب اور نفل بھی کہتے ہیں۔

(۲۴) تعدیل ارکان:

رکوع اور سجود وغیرہ کو پورے اطمینان کے ساتھ ادا کرنا اور قومہ، جلسہ وغیرہ کا اہتمام کرنا۔

(۲۵) تعوذ:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا۔

(۲۶) تعزیت:

میت کے عزیزوں کو صبر وشکر کی تلقین کرنے، ان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرنے اور میت کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کو تعزیت کہتے ہیں۔

(۲۷) تکبیر تحریمہ:

نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا، اس تکبیر کو تکبیر تحریمہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے بعد نماز شروع ہو جاتی ہے اور نماز کی حالت میں کھانا، پینا، بات چیت کرنا، وغیرہ سب حرام ہو جاتا ہے۔

(۲۸) تکبیر:

اَللّٰہُ اَکْبَر کہنا اور عرف عام میں اقامت کو بھی تکبیر کہتے ہیں۔

(۲۹) تکبیر تشریق:

ماہِ ذوالحجہ کی ۹ تاریخ کو نمازِ فجر کے بعد سے ہر فرض نماز کے بعد ۱۳ ذوالحجہ کی نماز عصر تک ایک بار بلند آواز سے جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

(۳۰) تہلیل:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا۔

(۳۱) تہجّد:

تہجد کے معنی ہیں نیند توڑ کر اٹھنا، رات کے کچھ حصے میں سونے کے بعد اٹھ کر جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو نماز تہجد کہتے ہیں۔ تہجد کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ آدمی نصف شب گزرنے کے بعد سو کر اٹھے اور نماز پڑھے۔

(۳۲) تیمم:

لغت میں تیمم کے معنی ہیں قصد وارادہ کرنا اور فقہ کی اصطلاح میں تیمم کے معنی ہیں، پانی

نہ ہونے کی صورت میں پاک مٹی وغیرہ کے ذریعے نجاستِ حکمیہ سے طہارت حاصل کرنا، تیمم وضو کے بجائے بھی کیا جاسکتا ہے اور غسل کے بجائے بھی، تفصیل کے لیے دیکھیے تیمم کا بیان۔

(۳۳) تیامن:

ہر کام داہنی جانب سے کرنا، مثلاً داہنے ہاتھ سے وضو شروع کرنا، داہنے پیر میں پہلے جوتا پہننا وغیرہ۔

(۳۴) ثنا:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جُدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھنا۔

(۳۵) ثواب:

اعمالِ صالحہ کا جو انعام، صلہ اور اچھا پھل آخرت میں ملنے والا ہے اس کو ثواب کہتے ہیں۔ ہندی میں اس کو پُن کہتے ہیں۔ اس کی ضد عذاب اور عقاب ہے۔

ج، ح، خ

(۳۶) جبیرہ:

اصل میں تو جبیرہ اس لکڑی یا کھپچی کو کہتے ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کے لیے باندھی جاتی ہے لیکن وضو کے مسائل میں اس سے وہ پلاسٹر جو ہڈی کو جوڑنے کے لیے چڑھایا جاتا ہے، اور زخم کی پٹی، پھایہ وغیرہ سب مراد ہیں، اگر جبیرہ کسی ایسے عضو پر ہے جس کا دھونا وضو میں فرض ہے تو جبیرہ ہونے کی صورت میں جبیرہ پر تر ہاتھ پھیر لینا یعنی صرف مسح کر لینا کافی ہے۔

(۳۷) جلسہ:

سجدوں کے درمیان کی نشست کو فقہ کی اصطلاح میں جلسہ کہا جاتا ہے، جلسہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔

(۳۸) جماعتِ ثانیہ:

مسجد میں حسبِ معمول جب پہلی جماعت ہو چکی ہو اس وقت کچھ ایسے لوگ جو پہلی جماعت میں شریک نہ ہو سکے ہوں۔ مل کر پھر جماعت کریں تو اس جماعت کو ''جماعتِ ثانیہ'' کہتے ہیں۔ جماعتِ ثانیہ بعض صورتوں میں جائز ہے اور بعض صورتوں میں مکروہ، تفصیلی احکام آگے آئیں گے۔

(۳۹) جمع بین الصّلاتین:

یعنی دو وقت کی نمازوں کو ایک وقت میں ملا کر پڑھنا، مثلاً ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت ہی میں پڑھ لی جائے جیسا کہ حج کے دوران عرفات میں ۹ ر ذوالحجہ کو ظہر کے وقت ہی میں ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھ لیتے ہیں، اور پھر مزدلفہ میں پہنچ کر عشا کے وقت میں مغرب اور عشا کی نماز ایک ساتھ پڑھ لیتے ہیں، جمع بین الصّلاتین حج میں تو کرتے ہی ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ ہر سفر میں جائز ہے۔

(۴۰) جمع صوری:

جمع صوری کا مطلب یہ ہے کہ ایک نماز کو مؤخر کر کے اس وقت پڑھا جائے جب اس کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو اور دوسرے وقت کی نماز کو وقت شروع ہوتے ہی پڑھ لیا جائے۔ اس طرح بظاہر تو یہ معلوم ہوگا کہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھی گئی ہیں لیکن حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھی گئی ہیں۔ فقہائے احناف کے نزدیک سفر حج کے علاوہ دوسرے سفروں میں صرف جمع صوری ہی جائز ہے جمع حقیقی جائز نہیں۔

(۴۱) جمع حقیقی:

جمع حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ حقیقتاً کسی ایک نماز کے وقت میں دو وقت کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی جائیں۔ مثلاً وقت ظہر کا ہو اور ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے۔

(۴۲) جمع تقدیم:

جمع تقدیم سے مراد یہ ہے کہ دوسری نماز کو وقت سے پہلے ہی پہلی نماز کے وقت میں ایک ساتھ پڑھ لیا جائے، مثلاً عصر کی نماز عصر کا وقت ہونے سے پہلے ہی ظہر کے وقت میں ظہر کی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لی جائے جیسا کہ حج کے دوران عرفات میں پڑھتے ہیں۔

(۴۳) جمع تاخیر:

جمع تاخیر سے مراد یہ ہے کہ ایک وقت کی نماز کو مؤخر کر کے دوسری نماز کے وقت میں دوسری نماز کے ساتھ پڑھ لیا جائے، مثلاً مغرب کی نماز، مغرب کے وقت نہ پڑھی جائے، بلکہ مؤخر کر کے عشا کے وقت نماز عشا کے ساتھ پڑھی جائے جیسا کہ دورانِ حج مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشا کے وقت میں عشا کی نماز کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۴۴) جنابت:

لغت میں جنابت بُعد اور دوری کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ فقہ میں اس سے ناپاکی کی وہ حالت مراد ہے جس میں مرد یا عورت پر غسل فرض ہو، اور غسل کی حاجت جنسی ضرورت پوری کرنے یا کسی طرح پوری ہونے سے پیدا ہوئی ہو، ایسی حالت میں چونکہ آدمی کو طہارت اور نماز سے دوری ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اس کو جنابت کہتے ہیں۔

(۴۵) جہری نماز:

یعنی وہ نمازیں جن میں امام کے لیے بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔ مثلاً مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتیں اور فجر، جمعہ اور عیدین کی نمازیں جہری ہیں۔ اس لیے ان میں بلند آواز سے قرأت کرنا امام کے لیے واجب ہے۔

(۴۶) حَدثِ اصغر:

ناپاکی کی جو حالت، پیشاب، پاخانہ کرنے، ریاح خارج ہونے جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ بہنے، منہ بھر کر قے ہونے، استحاضہ کا خون وغیرہ آنے سے پیدا ہوتی

ہے۔اس کو حدثِ اصغر کہتے ہیں، حدثِ اصغر سے پاک ہونے کا طریقہ وضو ہے اور پانی میسر نہ ہونے کی صورت میں تیمم ہے۔

(۴۷) حَدثِ اکبر:

ناپاکی کی جو حالت جنسی ضرورت پوری کرنے یا اور کسی طرح شہوت کے ساتھ منی نکلنے یا سوتے میں احتلام ہونے یا حیض ونفاس کا خون آنے سے پیدا ہوتی ہے۔اس کو حدثِ اکبر کہتے ہیں۔حدثِ اکبر سے پاک ہونے کا طریقہ غسل ہے اور جس صورت میں غسل ممکن نہ ہو تو تیمم ہے۔

(۴۸) حرام:

وہ کام جس سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو شخص اس کا انکار کرے یعنی حرام کو حلال سمجھے وہ کافر ہے، مثلاً سود، شراب، چوری، جوا، وغیرہ سب حرام ہیں۔اس کی ضد حلال ہے۔

(۴۹) حیض:

بالغ ہونے کے بعد خواتین کو آگے کی راہ سے ہر مہینے مقررہ عادت کے مطابق جو خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔اس کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔تفصیلی مسائل آگے آئیں گے۔

(۵۰) خسوف:

چاند میں گہن لگنے کو خسوف کہتے ہیں۔قرآن میں ،وَخَسَفَ الْقَمَرُ (اور چاند میں گہن لگ جائے گا یعنی بے نور ہو جائے گا) خسوف کے وقت جو دو رکعت مسنون نماز پڑھتے ہیں اس کو نماز خسوف کہتے ہیں۔

د، ذ، ر، ز

(۵۱) دباغت:

دباغت چمڑہ پکانے اور اس کی رطوبت اور بدبو دُور کرنے کو کہتے ہیں۔دباغت سے

ہر حلال اور حرام جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے، البتہ سور کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی، کھال کی بدبو اور رطوبت دور کرنے کے لیے پکانے کے بجائے دوسرے طریقے بھی اختیار کیے جاتے ہیں اور دباغت کی ہوئی کھال کو مدبوغ کہتے ہیں۔

(۵۲) دریائی جانور:

جن جانوروں کی پیدائش بھی پانی میں ہو اور جو پانی ہی میں زندگی گزارتے ہوں، چاہے پانی سے باہر وہ زندہ رہ سکیں یا نہ رہ سکیں، مثلاً مچھلی، مگر مچھ وغیرہ دریائی جانور ہیں۔

(۵۳) دموی جانور:

وہ جن میں بہنے والا خون ہو اور بہنے والا نہ ہو تو غیر دموی۔

(۵۴) درہم:

درہم کا وزن تین ماشے اور ایک رتی ہے اور پیمائش میں ایک روپے کے بقدر سمجھنا چاہیے۔

(۵۵) دو مثل:

زوال کے وقت ہر چیز کا جو سایۂ اصلی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے تو اس کو دو مثل کہتے ہیں۔

(۵۶) رکن:

رکن کسی چیز کے ایسے جز کو کہتے ہیں جس پر اس چیز کے قائم ہونے کا مدار ہے، رکن کی جمع ارکان ہے، جیسے ارکانِ نماز سے مراد قیام، قرأت، رکوع، سجدہ اور قعدہ اخیرہ ہے۔ یہ نماز کے ایسے اجزا ہیں جن پر نماز کے وجود کا دارومدار ہے۔ اسلام کے ارکان، عقیدہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہیں۔ انھی پر اسلام کی عمارت قائم ہے، یہ نہ ہوں تو اسلام کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔

(۵۷) زوال:

زوال سے مراد وہ وقت ہے جب آفتاب ڈھل جائے۔ عرف عام میں اس کو دوپہر ڈھلنا کہتے ہیں۔

س،ش

(۵۸) سایۂ اصلی:

زوال کے وقت ہر چیز کا جو سایہ باقی رہتا ہے۔اس کو سایہ اصلی کہتے ہیں۔

(۵۹) سایہ ایک مثل:

سایۂ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ جب اس کے برابر ہو جائے تو اس کو ایک مثل کہتے ہیں۔

(۶۰) سایۂ دو مثل:

سایۂ اصلی کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے تو اس کو دو مثل کہتے ہیں۔

(۶۱) سُترہ:

نمازی اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں سامنے سے لوگ گزرتے ہوں، تو مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے آڑ کے لیے کوئی اونچی چیز کھڑی کرے۔اس چیز کو اصطلاح میں ''سُترہ'' کہتے ہیں۔

(۶۲) ستر عورت:

عورت سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے۔جس کا ظاہر کرنا شرعاً حرام ہے، مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے، (گھٹنا بھی عورت ہے یعنی اس کا چھپانا بھی فرض ہے) اور خواتین کے لیے منہ، ہاتھ اور دونوں قدموں کے سوا سارے بدن کا چھپانا فرض ہے۔ سترِ عورت کا مطلب ہے جسم کے ان حصوں کو چھپانا جن کا چھپانا فرض ہے۔

(۶۳) سجدۂ تلاوت:

قرآن مجید میں چودہ مقامات ایسے ہیں جن کو پڑھنے یا سننے والے پر ایک سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، چاہے پوری آیت پڑھی جائے یا صرف سجدے والے لفظ کو اگلے پچھلے

الفاظ کے ساتھ پڑھ لیا جائے اور چاہے نماز میں پڑھا جائے یا نماز کے باہر ہر حال میں ایک سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔اس سجدے کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔

(۶۴) سجدۂ سہو:

سہو کے معنی ہیں بھول جانا، نماز میں بھولے سے کچھ کمی زیادتی ہونے سے جو خرابی آ جاتی ہے اس کی تلافی کے لیے نماز کے آخر میں دو سجدے کرنا واجب ہیں۔ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

(۶۵) سرّی نماز:

جن نمازوں میں امام کے لیے چپکے چپکے قرأت کرنا واجب ہے ان نمازوں کو سرّی نماز کہتے ہیں مثلاً ظہر اور عصر کی نماز۔

(۶۶) سُنّت:

سنت وہ فعل ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہؓ نے کیا ہو، اس کی دو قسمیں ہیں، سنّتِ مؤکّدہ اور سنّتِ غیر مؤکّدہ۔

(۶۷) سنّتِ مؤکّدہ:

وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو یا آپؐ کے صحابہؓ نے بھی ہمیشہ کے لیے کیا ہو اور عذر کے بغیر کبھی ترک نہ کیا ہو، البتہ ترک کرنے والے کو کسی قسم کی تنبیہ نہ کی ہو، جو شخص کسی عذر کے بغیر اس کو ترک کرے اور ترک کی عادت ڈالے وہ فاسق اور گنہگار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہے، ہاں اگر کبھی اتفاق سے چھوٹ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۶۸) سُنّتِ غیر مؤکّدہ:

وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہؓ نے کیا ہو اور کسی عذر کے بغیر بھی کبھی ترک کر دیا ہو، اس کا کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہے، اور چھوڑنے والے کو کوئی عذاب نہیں۔اس کو

سنتِ زائدہ اور سنتِ عادیہ بھی کہتے ہیں۔

(۶۹) شرط:

کسی کام کے صحیح ہونے کا مدار جس چیز پر ہوتا ہے اس کو شرط کہتے ہیں مثلاً نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے آدمی طہارت حاصل کرے، قبلے کی طرف رخ کرے وغیرہ وغیرہ۔

(۷۰) شعائرِ اسلامی:

شعائرِ اسلامی سے وہ دینی عبادات اور مراسم مراد ہیں جو دین کی کسی قدر کو ظاہر کرنے کے لیے بطور علامت مقرر کی گئی ہوں اور جو دین سے حقیقی شغف اور دین کی عظمت و اہمیت کا شعور و احساس پیدا کرنے والی ہوں۔

ص، ط

(۷۱) صاحبِ ترتیب:

جس بندۂ مومن کی کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی یا کبھی ایک یا دو نمازیں ہی قضا ہوئی ہوں یا زیادہ سے زیادہ ایک شب و روز کی پانچ نمازیں قضا ہوئی ہوں، چاہے مسلسل قضا ہوئی ہوں یا مختلف اوقات میں قضا ہوئی ہوں، یا اس سے پہلے اگر کبھی قضا ہوئی ہوں تو ان سب کی قضا پڑھ چکا ہو، اور اب اس کے ذمہ صرف یہی ایک، دو یا زیادہ سے زیادہ پانچ نمازوں کی قضا ہو تو ایسے شخص کو شریعت کی اصطلاح میں ''صاحبِ ترتیب'' کہتے ہیں۔ صاحبِ ترتیب کے احکام کے لیے دیکھیے آگے تفصیل میں ''صاحب ترتیب اور اس کی قضا نماز کا حکم''۔

(۷۲) صدقۂ فطر:

صدقۂ فطر سے مراد وہ صدقہ ہے جو ہر خوشحال مسلمان عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا کرتا ہے، صدقۂ فطر ادا کرنا ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی بنیادی

ضرورتوں سے زیادہ ہو چاہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، پھر صدقۂ فطر واجب ہونے میں یہ شرط بھی نہیں ہے کہ اس مال پر ایک سال گزر چکا ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ صاحبِ مال عاقل ہو، بلکہ یہ بچوں پر بھی واجب ہے اور دیوانوں پر بھی اگر وہ خوشحال ہوں۔

(۷۳) صلوٰۃِ استخارہ:

لغت میں استخارے کے معنی ہیں خیر اور بھلائی چاہنا، صلوٰۃِ استخارہ سے مراد وہ مسنون نماز ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس مقصد کے لیے سکھائی ہے کہ جب بھی کسی جائز کام میں یہ واضح نہ ہو رہا ہو کہ خیر اور بھلائی کا پہلو کون سا ہے، اور کسی پہلو پر دلی اطمینان نہ ہو رہا ہو تو آدمی دو رکعت نفل نماز پڑھ کر استخارے کی مسنون دعا پڑھے اور سو جائے، خدا سے توقع ہے کہ استخارہ کرنے والے کو یکسوئی حاصل ہوگی اور جس پہلو کی طرف پھر اس کا رجحان ہو وہ اطمینان کے ساتھ اس کے مطابق عمل کرے، ان شاء اللہ اسی میں خیر ہوگی۔

(۷۴) صلوٰۃ التسبیح:

صلوٰۃ التسبیح سے مراد وہ مسنون نماز ہے جس میں پچھتر بار یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ آگے آئے گا۔

(۷۵) صلوٰۃ توبہ:

صلوٰۃ توبہ سے وہ دو رکعت نماز نفل مراد ہے جو ایک گنہگار گناہوں سے تائب ہونے کے لیے پڑھتا ہے اور وہ مسنون دعا پڑھتا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھائی ہے۔ جب بندۂ مومن کو کوئی ضرورت درپیش ہو چاہے اس کا تعلق خدا سے ہو یا خدا کے بندوں سے ہو اس کے لیے دو رکعت نفل (صلوٰۃ حاجت) پڑھ کر مسنون دعا پڑھنا مستحب ہے، صلوٰۃ حاجت کی مسنون دعا تفصیل میں آئے گی۔

(۷۶) صلوٰۃِ قصر:

صلوٰۃ قصر کے معنی ہیں مختصر نماز، سفر میں شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ مسافر

نمازوں میں اختصار کرے یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں چار رکعت کی بجائے صرف دو رکعت پڑھے، البتہ فجر اور مغرب میں بدستور دو رکعت اور تین رکعت ہی پڑھے۔

(۷۷) صلوٰۃ کسوف:

کسوف سورج گرہن کو کہتے ہیں، سورج گرہن کے وقت دو رکعت نماز جماعت سے پڑھنا سنت ہے، اسی کو صلوٰۃِ کسوف کہتے ہیں۔

(۷۸) صلوٰۃ الاوابین:

نماز مغرب کے بعد دو، دو رکعت کر کے چھ رکعت پڑھنا مستحب ہے۔ اس کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

(۷۹) طوالِ مفصل:

سورۃ الحجرات سے سورۃ البروج تک کی سورتوں کو طوال مفصل کہتے ہیں۔ فجر اور ظہر کی نمازوں میں ان سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے۔

(۸۰) طہارت:

طہارت نجاست کی ضد ہے، طہارت کے معنی ہیں جسم کا نجاستِ حقیقی اور نجاستِ حکمی سے شرعی ہدایت کے مطابق پاک ہونا۔

(۸۱) طہر:

دو حیضوں کے درمیان پاکی کی مدت کو طہر کہتے ہیں، طہر کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ کوئی حد نہیں ہے۔

ع، غ، ف

(۸۲) عقیدہ:

یعنی وہ حقیقت جس پر آدمی کو پختہ یقین ہو، مثلاً اس حقیقت پر یقین کہ خدا ایک ہے اور

اس کی ذات وصفات اور حقوق واختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں، مسلمان کا عقیدہ کہلاتا ہے، عقیدہ کی تفصیلات آگے آئیں گی۔

(۸۳) عملِ قلیل:

عملِ قلیل سے مراد وہ فعل ہے جس کو نماز پڑھنے والا بہت نہ سمجھے۔ عملِ قلیل اگر کسی ضرورت سے ہو تو اس سے نماز نہ فاسد ہوتی ہے اور نہ مکروہ۔

(۸۴) عملِ کثیر:

عملِ کثیر سے مراد وہ عمل ہے جس کو نماز پڑھنے والا بہت سمجھے اور دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے، مثلاً کوئی شخص دونوں ہاتھوں سے بدن کھجانے لگے یا کوئی خاتون نماز میں چوٹی باندھنے لگے۔ عملِ کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(۸۵) عورت:

عورت جسم کے اس حصے کو کہتے ہیں جس کا چھپانا فرض ہے، مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے۔ اور خواتین کے لیے منہ ہاتھ اور دونوں قدموں کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے۔

(۸۶) عیادت:

عیادت کا مطلب ہے مریض کو پوچھنے کے لیے جانا اور اس کا حال معلوم کرنا۔ مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے۔

(۸۷) غسل:

شریعت کی ہدایت کے مطابق پورے جسم کو دھو کر نجاستِ حقیقی اور حکمی سے پاک کرنے کو غسل کہتے ہیں۔

(۸۸) غیر دموی جانور:

وہ جانور جن میں خون بالکل نہ ہو یا ایسا ہو جو بہتا نہ ہو جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو اور شہد کی مکھی وغیرہ۔

(۸۹) فاسد ہونا:

کسی عبادت کا باطل ہونا مثلاً کوئی شخص نماز میں عملِ کثیر کرے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اس کو دوبارہ ادا کرنی ہوگی۔

(۹۰) فدیہ:

فدیہ سے مراد وہ صدقہ ہے جو قضا شدہ نماز کے عوض میت کی طرف سے ادا کیا جائے۔ایک وقت کی نماز کا فدیہ سوا سیر گیہوں یا ڈھائی سیر جو ہیں اور ان کی قیمت بھی فدیہ میں دی جاسکتی ہے۔

(۹۱) فرض:

وہ فعل جس کا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔اس کا منکر کافر ہے اور جو شخص کسی عذر کے بغیر فرض کو ترک کرے وہ فاسق اور مستحق عذاب ہے۔فرض کی دو قسمیں ہیں،فرض عین اور فرض کفایہ۔

(۹۲) فرض عین:

وہ فرض جس کا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور نہ کرنے والا گنہگار اور مستحق عذاب ہے، جیسے پانچوں نمازیں،رمضان کے روزے وغیرہ۔

(۹۳) فرضِ کفایہ:

وہ فرض جس کا کرنا ہر مسلمان پر انفرادی حیثیت سے لازم نہیں بلکہ اجتماعی حیثیت سے تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر کچھ لوگ بھی ادا کرلیں تو ادا ہوجاتا ہے اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب ہی گنہگار ہوتے ہیں،جیسے نمازِ جنازہ،میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ۔

(۹۴) فقہ:

فقہ سمجھ بوجھ کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں فقہ سے مراد وہ شرعی احکام ہیں، جو قرآن وسنت کا پختہ علم اور گہری بصیرت رکھنے والے علما نے قرآن وسنت سے مستنبط کیے ہیں، یا آیندہ مستنبط کریں۔

ق،ل

(۹۵) قرأت:

نماز میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا، نماز میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے بقدر قرأت فرض ہے، قرأت ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(۹۶) قربانی:

عیدالاضحیٰ کے دنوں میں اللہ کی خوشنودی کے لیے جانور ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں اور یہ دراصل اس بات کا عہد ہے کہ ضرورت پڑنے پر مومن خدا کی راہ میں اپنا خون بہانے سے بھی دریغ نہ کرے گا۔

(۹۷) قصارِ مفصل:

سورۂ الزلزال سے سورۂ الناس تک کی سورتوں کو قصارِ مفصل کہتے ہیں، مغرب کی نماز میں ان سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے۔

(۹۸) قعدہ اولیٰ:

چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے بعد التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھنے کو قعدہ اولیٰ کہتے ہیں۔

(۹۹) قعدۂ اخیرہ:

ہر نماز کی آخری رکعت میں التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھنے کو قعدۂ اخیرہ کہتے ہیں، اگر دو رکعت والی نماز ہو تو دوسری رکعت کے قعدے کو قعدۂ اخیرہ کہیں گے اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو چوتھی رکعت کے قعدے کو قعدۂ اخیرہ کہیں گے اور اگر تین رکعت والی نماز ہو تو تیسری رکعت کے قعدے کو قعدۂ اخیرہ کہیں گے۔ ہر نماز میں قعدۂ اخیرہ فرض ہے۔

(۱۰۰) قنوتِ نازلہ:

قنوتِ نازلہ سے مراد وہ دعا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کی ہلاکت خیزیوں سے نجات پانے، دشمن کا زور توڑنے اور اس کے تباہ ہونے کے لیے پڑھی ہے اور آپؐ کے بعد صحابۂ کرام نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے۔ قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ اور اس کے مسائل تفصیل میں آئیں گے۔

(۱۰۱) قومہ:

رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑے ہونے کو قومہ کہتے ہیں، قومہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔

(۱۰۲) لاحق:

لاحق سے مراد وہ مقتدی ہے جو شروع سے جماعت میں شریک تو ہوا لیکن شریک ہونے کے بعد اس کی ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں جاتی رہیں۔

م

(۱۰۳) ماءِ جاری:

ماءِ جاری سے مراد وہ پانی ہے جو بہہ رہا ہو۔ عرفِ عام میں اس کو بہتا پانی کہتے ہیں۔ جیسے دریا، ندی، نہر اور پہاڑی نالوں وغیرہ کا پانی، ماءِ جاری پاک ہے اس سے طہارت حاصل کر سکتے ہیں اِلّا یہ کہ اس میں اتنی نجاست گر جائے کہ اس کے تینوں وصف یعنی رنگ، بو، مزہ سب کچھ بدل جائے۔

(۱۰۴) ماءِ راکد قلیل:

راکد کے معنی ہیں ٹھہرا ہوا، ماءِ راکد قلیل سے مراد وہ ٹھہرا ہوا پانی ہے جو مقدار میں اتنا ہو کہ اگر اس کے ایک طرف کوئی نجاست گرے تو دوسری طرف اس کا اثر، یعنی رنگ،

مزہ اور بو معلوم ہو۔

(۱۰۵) ماءِ را کد کثیر:

ماءِ را کد کثیر سے مراد وہ ٹھہرا ہوا پانی ہے جو مقدار میں اتنا ہو کہ اگر اس کے ایک کنارے کوئی نجاست گرے تو دوسرے کنارے پر اس کا اثر یعنی رنگ، بو، اور مزہ معلوم نہ ہو۔

(۱۰۶) ماءِ طاہر مطہر:

جو پانی خود بھی پاک ہو اور دوسری چیزیں بھی اس سے پاک کی جا سکتی ہوں، اور اس سے وضو اور غسل درست ہو اس کو ماءِ طاہر مطہر کہتے ہیں۔

(۱۰۷) ماءِ مستعمل:

وہ پانی جس سے کسی شخص نے وضو کر لیا ہو۔ چاہے حدَثِ اصغر سے طہارت حاصل کرنے کے لیے ہو یا محض ثواب کی نیت سے کیا ہو، یا کسی جنابت والے شخص نے اس سے غسل کر لیا ہو۔ بشرطیکہ جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو، اس کو ماءِ مستعمل کہتے ہیں۔ ایسا پانی خود تو پاک ہے، لیکن اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۱۰۸) ماءِ مشکوک:

ماءِ مشکوک سے مراد وہ پانی ہے جو خود تو پاک ہے لیکن اس سے طہارت حاصل ہونے نہ ہونے میں شک ہے، مثلاً جس پانی میں خچر یا گدھا منہ ڈال کر جوٹھا کر دے اس پانی کا حکم یہ ہے کہ اس سے وضو کرنے والا تیمم بھی کرے۔

(۱۰۹) ماءِ نجس:

ماءِ نجس وہ ہے جس سے طہارت حاصل نہیں ہوتی اور اگر وہ کپڑے یا جسم پر لگ جائے تو وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔

(۱۱۰) مباح:

ہر وہ جائز فعل جس کے کرنے میں کوئی ثواب اور نہ کرنے میں کوئی عذاب نہیں۔

(۱۱۱) مباشرت:

جنسی لذت حاصل کرنے کو مباشرت کہتے ہیں۔

(۱۱۲) مدرک:

جو شخص شروع سے آخر تک امام کے ساتھ نمازِ باجماعت میں شریک رہے اس کو مُدرک کہتے ہیں۔

(۱۱۳) مذی:

شہوانی جوش اور ہیجان کے وقت جو پتلا اور سفید پانی عضو مخصوص سے نکلتا ہے اور جس کے نکلنے سے جوش واضطراب میں ایسا کیف وسرور حاصل ہوتا ہے کہ اس کے نکلنے کا احساس نہیں ہوتا اور اس کے بعد جب منی نکلتی ہے تو اس کا نکلنا بند ہو جاتا ہے، اس کو مذی کہتے ہیں۔

(۱۱۴) مرتد:

شریعت کی اصطلاح میں مرتد اس گردن زدنی شخص کو کہتے ہیں جو ایمان واسلام لانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹ جائے۔

(۱۱۵) مسافر:

مسافر شریعت کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو کم از کم چھتیس[1] میل کی مسافت کے ارادے سے اپنی بستی سے نکلے۔ ایسا شخص، سفر میں قصر پڑھے گا۔

(۱۱۶) مسبوق:

مسبوق اس مقتدی کو کہتے ہیں جو کچھ تاخیر سے جماعت میں آ کر شریک ہو جب ایک یا ایک سے زائد رکعتیں ہو چکی ہوں۔

(۱۱۷) مستحب:

مستحب وہ فعل ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہو، اکثر نہ کیا ہو، اس کے

---

[1] بعض حنفی علما کے نزدیک یہ مسافت ۴۸ میل ہے۔

کرنے کا بہت ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۱۸) مَسح:

مسح کا مفہوم ہے تر ہاتھ پھیرنا، سر پر مسح کرنا ہو یا موزوں پر، بہر حال غیر مستعمل پانی سے ہاتھ تر کر کے مسح کرنا چاہیے۔

(۱۱۹) مصرِ جامع:

مصرِ جامع سے مراد ایسی بستی ہے جہاں جمعہ قائم کیا جا سکتا ہو، فقہا کے نزدیک مصرِ جامع سے مراد وہ شہر اور بڑی بستی ہے جہاں ایسے مسلمان جن پر جمعہ واجب ہے اتنی تعداد میں رہتے ہوں کہ اگر وہ سب اسی بستی کی کسی بڑی مسجد جانا چاہیں تو اس میں ان سب کے لیے گنجائش نہ ہو۔

(۱۲۰) مفسداتِ نماز:

مفسداتِ نماز سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مفسداتِ نماز پندرہ ہیں، جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

(۱۲۱) مقتدی:

امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے کو مقتدی کہتے ہیں۔ مقتدی کو مُدرک بھی کہتے ہیں۔

(۱۲۲) مکبّر:

اقامت اور تکبیر کہنے والے کو مکبّر کہتے ہیں اور بڑی جماعت ہونے کی صورت میں جو شخص امام کی تکبیروں کو دہرا کر مقتدیوں تک آواز پہنچائے، اس کو بھی مکبّر کہتے ہیں۔

(۱۲۳) مکروہِ تحریمی:

ہر وہ فعل جس سے بچنا مسلمان کے لیے واجب ہے۔ جو شخص کسی واقعی عذر کے بغیر اس کو اختیار کرے وہ سخت گنہگار ہے البتہ اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

(۱۲۴) مکروہِ تنزیہی:

وہ فعل جس سے بچنے میں اجر و ثواب تو ہے لیکن جو شخص نہ بچے وہ گنہگار نہیں ہے۔

(۱۲۵) منی:

وہ مادہ جس کے اخراج سے آدمی کی شہوانی خواہش کی تکمیل ہو جاتی ہے اور جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

(۱۲۶) مندوب:

وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہو اور اکثر نہ کیا ہو، اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں۔ اس کو مستحب اور نفل بھی کہتے ہیں۔

(۱۲۷) منفرد:

منفرد اس نمازی کو کہتے ہیں، جو تنہا نماز پڑھتا ہے۔

ن

(۱۲۸) نجاستِ حقیقی:

نجاستِ حقیقی سے مراد وہ محسوس غلاظت اور گندگی ہے جس سے انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے، اور اپنے جسم ولباس اور دوسری چیزوں کو اس سے بچاتا ہے اور شریعت نے بھی اس سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(۱۲۹) نجاستِ حکمی:

نجاستِ حکمی سے مراد ناپاکی کی وہ حالت ہے جس کا نجس ہونا ہمیں نظر نہیں آتا بلکہ شریعت کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے۔ جیسے بے وضو ہونا، یا غسل کی حاجت ہونا، نجاستِ حکمی کو حدث بھی کہتے ہیں۔

(۱۳۰) نجاستِ خفیفہ:

وہ ساری محسوس گندگیاں نجاستِ خفیفہ ہیں جن کی پلیدی ذرا ہلکی ہے اور شریعت کی

بعض دلیلوں سے ان کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوتا ہے۔اس لیے شریعت میں ان کا حکم بھی ذرا ہلکا اور نرم ہے، مثلاً حرام پرندوں کی بیٹ۔

(۱۳۱) نجاستِ غلیظہ:

نجاستِ غلیظہ سے مراد وہ ساری گندگیاں ہیں جن کے نجس اور پلید ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے، انسان بھی طبعی طور پر ان سے کراہت کرتا ہے اور شریعت کی دلیلوں سے بھی ان کی ناپاکی ثابت ہے، مثلاً سور اور اس کی ہر چیز، اور انسان کا پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔

(۱۳۲) نفل:

وہ فعل جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاہے گاہے کیا ہو اور اکثر نہ کیا ہو، نفل کو مندوب، مستحب اور تطوّع بھی کہتے ہیں۔

(۱۳۳) نفاس:

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے عضو مخصوص سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔اس خون کے آنے کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے اور کم کی کوئی حد نہیں۔

(۱۳۴) نمازِ چاشت:

سورج اچھی طرح نکل آنے کے بعد سے قبل زوال تک کے وقت میں جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے اس کو چاشت کی نماز کہتے ہیں۔ چاشت کی نماز مستحب ہے، چاشت کی نماز میں چار رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور چار سے زیادہ بھی۔

(۱۳۵) نماز قصر:

نمازِ قصر سے مراد سفر کی مختصر نماز ہے، مسافر کو شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ ظہر، عصر اور عشا کی نمازوں میں چار رکعت فرض کے بجائے صرف دو رکعت فرض پڑھے البتہ فجر اور مغرب کی نمازوں میں قصر نہ کرے۔

(۱۳۶) نواقضِ وضو:

نواقضِ وضو سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

و، ی

(۱۳۷) واجب:

واجب کا ادا کرنا فرض کی طرح ہر ایک کے لیے ضروری ہے جو شخص اس کو ہلکا اور غیر اہم سمجھ کر چھوڑے یا بغیر کسی عذر کے ترک کرے وہ فاسق، گمراہ اور مستحق عذاب ہے، یہ سنت موکدہ سے زیادہ اہم اور ضروری ہے البتہ واجب کے منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

(۱۳۸) وتر:

نمازِ عشا کے بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو وتر کہتے ہیں۔ وتر کے معنی ہیں طاق، نمازِ وتر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہوتی ہیں، وتر کی نماز واجب ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔

(۱۳۹) وَدی:

وہ گاڑھا پانی جو منی اور مذی کے اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں نکلتا ہے اور اکثر پیشاب کے بعد نکلتا ہے، اس کو وَدی کہتے ہیں۔

(۱۴۰) وطنِ اصلی:

وہ مقام جہاں مستقل طور پر انسان رہتا بستا ہے، اور اگر کسی وجہ سے وہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر اسی ارادے سے سکونت اختیار کرے تو یہ دوسرا مقام وطنِ اصلی ہو جائے گا۔ اور پہلا مقام وطنِ اصلی نہ رہے گا۔

(۱۴۱) وطنِ اقامت:

وہ مقام جہاں آدمی پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے ارادے سے قیام کرے۔

پھر چاہے وہ پندرہ دن سے زیادہ رہے یا کم وہ مقام اس کا وطن اقامت کہلائے گا اور وطنِ اقامت میں قصر نہ کیا جائے گا۔

(۱۴۲) یائسہ:

وہ بوڑھی خاتون جس کو حیض آنا بند ہو جائے۔ اس کو یائسہ کہتے ہیں۔

(۱۴۳) یومِ عرفہ:

ماہِ ذوالحجہ کی ۹ تاریخ یعنی حج کے دن کو یومِ عرفہ کہتے ہیں اس دن حج کرنے والے میدانِ عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔

(۱۴۴) یومِ نحر:

ماہِ ذوالحجہ کی دس تاریخ جس دن سے قربانی شروع ہوتی ہے اس کو یومِ نحر کہتے ہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

باب اوّل

کتاب العقائد

ارکانِ اسلام

کوئی بھی عمارت ہو وہ کچھ بنیادوں اور ستونوں پر قائم ہوتی ہے، اور اسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک اس کے یہ ستون اور بنیادیں نہایت مضبوط اور مستحکم ہوں،.....اگر یہ ستون ہل رہے ہوں، یا بودے اور کمزور ہوں تو عمارت بھی بودی اور کمزور ہوگی اور اگر سارے ستون جڑ سے ہی ہل جائیں اور بوسیدہ ہو کر گرنے لگیں تو عمارت قائم نہ رہ سکے گی اور دھڑام سے زمین پر آرہے گی۔ اسلام کی مثال بھی ایک عمارت کی طرح ہے۔ جو پانچ ستونوں پر قائم ہے، ان ستونوں کو ارکان اسلام کہتے ہیں۔ اسلامی عمارت کے یہ ارکان وستون جس قدر مضبوط و مستحکم ہوں گے اسلامی عمارت اسی قدر پائیدار ہوگی اور اگر خدانخواستہ یہ ارکان کمزور ہو جائیں، ان کی جڑیں ہل جائیں اور یہ گرنے لگیں تو اسلام کی یہ عمارت بھی قائم نہ رہ سکے گی اور دھڑام سے زمین پر آرہے گی۔

اگر ہمیں اسلام عزیز ہے اور ہم اس عمارت کے سایے میں رہ کر سکون واطمینان کے ساتھ ایک خدا کی بندگی کرنا چاہتے ہیں اور یہ پاکیزہ آرزو رکھتے ہیں کہ خدا کے سارے ہی بندے اس عمارت کی پناہ میں آ کر کفر وشرک کے خطرات سے محفوظ ہوں، اور خدا کے پسندیدہ بندے بن کر زندگی گزاریں اور دین ودنیا میں کامیاب ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ارکانِ اسلام کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں، ان کی پائیداری اور استحکام کا پورا اہتمام کریں، اور کسی وقت بھی ان کو کمزور نہ ہونے دیں، اس لیے کہ اسلام کی یہ عظیم عمارت اسی وقت اپنی بیش بہا برکتوں کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے جب اس کے یہ ستون اور ارکان مضبوط جمے ہوئے ہوں۔

اسلام کے پانچ ارکان یہ ہیں:

(۱) کلمہ طیبہ یعنی کفر وشرک کے عقائد سے اجتناب اور اسلامی عقائد پر ایمان۔

(۲) نماز کی اقامت۔ (۳) ادائے زکوٰۃ۔

(۴) رمضان کے روزے۔ (۵) بیت اللہ کا حج۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

☆ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔ یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

☆ وَاَقَامِ الصَّلٰوةِ۔ اور نماز کی اقامت۔

☆ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ۔ اور ادائے زکوٰۃ۔

☆ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ اور رمضان کے روزے۔

☆ وَحَجِّ الْبَیْتِ۔ اور بیت اللہ کا حج۔ (متفق علیہ)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اسلامی عقائد وافکار

اعمالِ صالحہ کی بنیاد:

اسلام میں تمام عبادات اور اعمالِ صالحہ کی بنیاد ایمان ہے۔ ایمان کے بغیر نہ کوئی عبادت معتبر ہے اور نہ کوئی نیکی مقبول ہے اور نہ اس کے بغیر نجات ممکن ہے۔ کوئی عمل اپنی ظاہر شکل میں کیسا ہی نیک عمل معلوم ہو لیکن اس کی بنیاد اگر ایمان پر نہیں ہے تو خدا کی نظر میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ قرآن نے اسی عمل کو عملِ صالح کہا ہے، جس کا حقیقی محرک ایمان ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی نیک عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔ النمل 97:27

(اے رسولؐ!)ان سے کہیے کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ونامرادکون لوگ ہیں، وہ لوگ ہیں جن کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کی زندگی میں راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ ہم نیکی کے کام کررہے ہیں..... یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا، اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے۔قیامت کے روز ان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ کہف:18:103-105

ایمان کا مطلب:

ایمان کا مطلب ہے کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کے مفہوم کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا۔

کلمہ طیبہ یہ ہے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ شہادت یہ ہے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پر ایمان لاکر جن باتوں کا اجمالی طور پر اقرار کیا جاتا ہے ان کو اسلامی عقائد کہتے ہیں۔

اسلامی عقائد چھ ہیں:

۱۔ خدا کی ذات وصفات پر ایمان لانا۔

۲۔ تقدیر پر ایمان لانا۔

۳۔ فرشتوں پر ایمان لانا۔

۴۔ رسولوں پر ایمان لانا (اور ختم نبوت پر یقین رکھنا)

۵۔ آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔

۶۔ آخرت پر ایمان لانا۔

یہ چھ عقیدے دراصل ایمان کے چھ اجزا ہیں۔ ان میں باہم بڑا گہرا اور لازمی تعلق ہے، کسی ایک کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ سب کو مانا جائے اور کسی ایک کا انکار کرنا گویا سب کا انکار کرنا ہے۔ ایمان کا مطلب درحقیقت یہ ہے کہ ان سب عقیدوں کو دل سے مانا جائے جو شخص ان میں سے کسی ایک عقیدے کا بھی انکار کردے وہ ہرگز مومن نہیں ہے، اور اسی طرح وہ شخص بھی مومن نہیں ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے ان چھ عقیدوں کے علاوہ اپنی طرف سے کسی نئے عقیدے کو ایمان کا جز قرار دے، اور ایمان لانے کے لیے اس کو ماننا ضروری سمجھے۔

خدا کی ذات وصفات پر ایمان:

(۱) یہ وسیع وعریض کائنات جس میں بے حساب کرّے ہیں، نہ جانے کتنی ہی ایسی زمینیں ہیں، مختلف نظام ہیں، جن کی وسعتوں کا اندازہ لگانے سے عقل قاصر ہے، یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں، مادے کے برسہا برس کے طبعی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ خدا نے اس کو اپنے ارادے اور حکم سے اپنے خاص منصوبے کے تحت بنایا ہے۔ وہی اس کا حقیقی مالک ہے وہی اپنی قدرت اور اختیار سے اس کو قائم رکھے ہوئے ہے اور جب تک چاہے گا، قائم رکھے گا۔

(۲) کائنات کی ہر چیز کا خالق خدا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے پیدا کیے بغیر خود بخود وجود میں آ گئی ہو، ہر چیز اپنے موجود ہونے اور باقی رہنے میں اسی کی محتاج ہے۔ وہی سب کا پروردگار ہے، وہ جس کو چاہے باقی رکھے اور جس کو چاہے فنا کر دے، ہر چیز کا وجود اسی کی توجہ اور ارادے کا محتاج ہے۔

(۳) خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ زندۂ جاوید ہے، کبھی فنا نہ ہوگا۔

(۴) خدا اکیلا ہے، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی اس کے ارادے اور فیصلے کو ٹالنے والا نہیں۔ نہ اس کے ماں باپ ہیں، نہ بیوی بچے۔ نہ اس کا کوئی کنبہ ہے اور نہ برادری۔

(۵) خدا یکتا ہے۔ اس کی ذات وصفات، حقوق واختیارات میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ وہ خود بخود موجود ہے، بے نیاز ہے، اپنے حقوق واختیارات میں یا ذات وصفات میں ہرگز کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔

(٦) کوئی چیز خدا کی قدرت سے باہر نہیں، کسی ایسے کام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جس کے کرنے سے وہ عاجز ہو، مجبوری، معذوری اور ہر نقص وعیب سے اس کی ذات بالکل پاک ہے۔ اس کی ذات تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ سارے پاکیزہ نام اور تمام برتر صفات اسی کے لیے ہیں، نہ اس کو نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ وہ سرتاسر پاک اور ہر نقص سے سلامت ہے۔

(۷) خدا ہی ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ ہے، وہی اقتدار کا سرچشمہ ہے۔ کائنات میں صرف اسی کا حکم چل رہا ہے، نہ وہ اپنے اقتدار میں کسی کا محتاج ہے اور نہ اس کے سوا کسی کے پاس ذرہ بھر اقتدار ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس سے کوئی باز پُرس کرنے والا نہیں۔

(۸) خدا ہی قوت کا اصل منبع اور مرکز ہے، اس کے سامنے ساری قوتیں ہیچ ہیں، کائنات میں کسی کی مجال نہیں جو اس کی مشیت اور ارادے کے بغیر حرکت کر سکے یا اس کے حکم کے خلاف دم مار سکے، چاہے وہ انسان ہوں یا فرشتے، جنات ہوں یا کوئی دوسری طاقتور مخلوق، کائنات کا کوئی بڑے سے بڑا سیارہ ہو یا دوسری توانائیاں، وہ توانائیاں بھی جو ہمارے علم میں آچکی ہیں اور وہ بھی جو آئندہ کبھی ہمارے علم میں آئیں۔ یہ ساری طاقتیں اس کے بے حد وحساب قوتوں کے سامنے ہیچ ہیں۔

(۹) خدا ہر جگہ ہر وقت موجود ہے، ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ نہ زمین کی تاریک تہوں میں، نہ آسمان کی اتھاہ فضاؤں میں، وہ غیب کا جاننے والا ہے وہ انسان کی نیت وارادہ، خیالات وجذبات اور تمام پوشیدہ بھیدوں سے پوری طرح واقف ہے، وہ اپنے بندوں کی رگِ جان سے بھی زیادہ ان سے قریب ہے، وہ اگلی

پچھلی ساری باتوں کا یقینی علم رکھتا ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتّا اور زمین کے تاریک پردوں میں چھپا ہوا کوئی دانہ ایسا نہیں جو اس کے علم سے باہر ہو۔

(۱۰) موت اور زندگی اسی کے اختیار میں ہے، جس کو چاہے زندگی بخشے اور جس کو چاہے موت دے، جس کو وہ مارنا چاہے اس کو کوئی جلا نہیں سکتا اور جس کو وہ زندہ رکھنا چاہے اس کو کوئی مار نہیں سکتا۔

(۱۱) ہر چیز کا خزانہ خدا ہی کے پاس ہے، وہ جس کو محروم کر دے اس کو کوئی دے نہیں سکتا اور جس کو دے اس کو کوئی روک نہیں سکتا، اولاد دینا نہ دینا اسی کے اختیار میں ہے۔ جس کو چاہے لڑکیاں دے اور جس کو چاہے لڑکے دے، جس کو چاہے دونوں سے نوازے اور جس کو چاہے دونوں سے محروم کر دے۔ اس کے فیصلوں میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

(۱۲) نفع و نقصان پہنچانا تنہا خدا ہی کے اختیار میں ہے، وہ جس کو کسی مصیبت یا نقصان میں مبتلا کرنا چاہے تو اس مصیبت کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اگر وہ کوئی نفع اور بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا، خدا کے سوا نہ کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان۔

(۱۳) خدا ہی سب کو روزی دینے والا ہے، رزق کے خزانے اسی کے قبضے میں ہیں، وہ اپنی تمام مخلوقات سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور سب کو روزی پہنچا رہا ہے، روزی میں تنگی فراخی اسی کی طرف سے ہے، اور جتنا جس کے لیے مقدر کر دیا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔ نہ اس سے زیادہ کوئی کسی کو دے سکتا ہے اور نہ مقدر کیا ہوا روک سکتا ہے۔

(۱۴) خدا عادل اور منصف ہے، علیم و حکیم ہے، ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرماتا ہے۔ کسی مستحق کا اجر نہیں مارتا۔ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔ اس کے انصاف سے یہ بہت بعید ہے کہ نیک اور بد یکساں ہو جائیں۔ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

وہ نہ کسی مجرم کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دے گا اور نہ کسی نیکوکار کو اجر وانعام سے محروم کرے گا، جو فیصلہ کرے گا علم وحکمت اور عدل وانصاف کی بنیاد پر کرے گا۔

(۱۵) خدا اپنے بندوں سے بے پناہ محبت رکھتا ہے، گناہوں کو معاف فرماتا ہے، توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے، وہ اپنے بندوں پر برابر رحم کرتا رہتا ہے، مومن کو کبھی اس کی رحمت ومغفرت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

(۱۶) خدا ہی اس لائق ہے کہ اس سے محبت کی جائے، اس کی رضا حاصل کی جائے۔ اس کے سوا جس سے بھی محبت ہو اسی کی خاطر ہو، اور اس کی محبت ساری محبتوں پر غالب رہے۔

(۱۷) خدا ہی ہماری شکر گزاریوں کا مستحق ہے، وہی تنہا عبادت کے لائق ہے، اس کے سوا نہ کوئی عبادت کے لائق ہے اور نہ کوئی بندوں کی شکر گزاری کا، وہی اس لائق ہے کہ اس کے حضور قیام کیا جائے، سجدہ کیا جائے، دعائیں مانگی جائیں اور اسی کے سامنے اپنی عاجزی اور احتیاج کا اظہار کیا جائے۔

(۱۸) خدا ہی حق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اس کے قانون کو مانا جائے۔ اور اس کی شریعت کی غیر مشروط اطاعت کی جائے۔ حلال وحرام کا قانون دینا خدا ہی کا حق ہے اور اس حق میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

(۱۹) خدا ہی اس لائق ہے کہ اس کا خوف رکھا جائے، اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں، اسی سے ہر معاملے میں مدد مانگی جائے اور اسی کو حاجت روا، مشکل کشا اور حامی وناصر سمجھا جائے۔ اسی پر بھروسہ کیا جائے، اور اسی کا سہارا پکڑا جائے۔

(۲۰) خدا ہی سے ہدایت طلب کی جائے۔ ہدایت دینا صرف اسی کا کام ہے۔ وہ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو ہدایت سے محروم کر دے۔ اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

(۲۱) کفر والحاد، شرک وبدعت دونوں جہاں کی تباہی ہے، خدا کی زمین پر بدترین لوگ وہ ہیں جو اس کے وجود کا انکار کریں، اس کے دین کو نہ مانیں، اس کے ساتھ

دوسروں کوشریک کریں اوراس کی بندگی کرنے کے بجائے اپنے نفس اورخواہشات کی اطاعت کریں۔

(۲۲) کفر کی حالت میں مرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے، فرشتوں کی لعنت ہے اور سارے ہی انسانوں کی لعنت ہے۔

(۲۳) کفروشرک کا انجام خدا کی ناراضی، ہمیشہ کا عذاب اوردائمی رسوائی ہے۔

(۲۴) شرک سراسر جھوٹ اورسب سے بڑا ظلم ہے، سارے گناہ معاف ہوسکتے ہیں، لیکن شرک کوخدا ہرگز معاف نہ فرمائے گا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

اللہ اس کو ہرگز معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اوراس کے علاوہ جس کے جو گناہ چاہے گا بخش دے گا۔

تقدیر پرایمان:

تقدیر پرایمان درحقیقت خدا کی ذات وصفات پرایمان ہی کا ایک اہم جز ہے اور قرآنِ مجید میں اسی حیثیت سے اس کا ذکر کیا گیا ہے، البتہ احادیثِ رسولؐ میں اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کوایک مستقل عقیدے کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔

تقدیر پرایمان کا مطلب دراصل یہ ہے کہ کائنات میں جوخیروشر بھی ہے یا آئندہ ہونے والا ہے، وہ سب خدا کی طرف سے ہےاوراس کے علم میں ہے۔کوئی ذرۂ خیروشراس کے دائرۂ علم سے باہرنہیں۔ اس کا علم ہرچیز کوگھیرے ہوئے ہے، انسان دنیا میں آکر بھلائیاں یابرائیاں اختیارکرنے والا ہے، سب کچھ اس کی پیدائش سے پہلے ہی خدا کے علم میں ہے، کائنات میں نہ کوئی ذرّہ اس کی مرضی کے بغیرحرکت کرسکتا ہےاورنہ کسی ذرّے کی حرکت اس کے علم سے باہر ہے، خدانے جس کے لیے جوکچھ لکھ دیا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اس کواس لکھے ہوئے سے محروم نہیں کرسکتی اورجس کوجس چیز سے محروم کردیا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اس کووہ چیز دے نہیں سکتی، اچھی یابری تقدیر کا بنانے والا وہی ہے اورانسان کی

سعادت وشقاوت کا فیصلہ وہ پہلے ہی کر چکا ہے اور وہ اس کے علم میں ہے[1]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

كَتَبَ اللهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقَ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ[2]

اللہ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی ہیں اور فرمایا، اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

فرشتوں پر ایمان:

(۱) فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک فرمانبردار مخلوق ہیں، یہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، ان کو اللہ نے مختلف کاموں پر مقرر فرمایا ہے، بس یہ انھی کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

(۲) فرشتے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے نہ ان کا خدا کی خدائی میں کوئی دخل ہے، وہ خدا کی بے اختیار رعیت ہیں۔ خدا کی طرف سے ان کو جو حکم ملتا ہے، بے چون و چرا اس کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں، ان کی مجال نہیں کہ خدا کے حکموں میں دم مار سکیں۔

(۳) فرشتے ہر وقت خدا کی حمد و تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہ خدا کے کسی حکم سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ کبھی اس کی حمد و تسبیح سے اکتاتے ہیں، شب و روز خدا کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ ذرا دَم نہیں لیتے۔

(۴) فرشتے ہر وقت خدا کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں اور کبھی خدا کی نافرمانی یا اس سے بغاوت کا تصور نہیں کرتے۔

۱۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزمانے کے لیے اپنے محدود دائرے میں اچھا یا برا عمل کرنے کا جو اختیار دیا ہے، خدا کے علیم و خبیر ہونے سے اس اختیار پر کوئی اثر نہیں پڑتا، دین کی تعلیم یہ ہے کہ انسان برابر نیک عمل کرتا رہے اور احکامِ دین کی پیروی میں ہرگز کوتاہی نہ کرے۔ تقدیر کے مسئلے میں الجھنے اور زیادہ کرید کرنے سے پرہیز کرے، صرف اتنی بات پیش نظر رکھے کہ خدا نے نیک عمل کرنے والے مومنوں کے لیے جنت تیار کر رکھی ہے اور برا عمل کرنے والے کافروں کے لیے جہنم، میں اگر ایمان لا کر نیک عمل کروں گا، تو جنت کا مستحق بنوں گا اور اگر کافر رہ کر برے عمل کروں گا تو جہنم میں ڈال دیا جاؤں گا۔

۲۔ مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر بحوالہ مسلم عن عبداللہ بن عمرو۔

(۵) فرشتوں کو جن جن کاموں پر اللہ نے مامور کر رکھا ہے، ان کو پوری دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ نہ کبھی اپنے فرائض میں سستی اور غفلت کرتے ہیں اور نہ کبھی کام چوری اور خیانت کرتے ہیں۔

(۶) فرشتوں کی صحیح گنتی خدا ہی کو معلوم ہے، البتہ چار فرشتے بڑے ہی مقرب اور مشہور ہیں:

۱۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، یہ خدا کی کتابیں اور اس کے احکام و پیغام انبیاؑ کے پاس لاتے تھے۔ اب ان کا یہ کام ختم ہو گیا۔ اس لیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔

۲۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام، یہ قیامت کے روز صور پھونکیں گے۔

۳۔ حضرت میکائیل علیہ السلام، یہ بارش کا انتظام کرنے اور مخلوق خدا کو روزی پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں۔

۴۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام یہ مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

(۷) دو فرشتے ہر انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک انسان کے اچھے اعمال لکھتا ہے اور دوسرا، برے اعمال لکھتا ہے۔ ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔

(۸) کچھ فرشتے انسان کے مر جانے کے بعد قبر میں اس سے سوال کرتے ہیں۔ ہر انسان کی قبر میں دو فرشتے سوال کرنے آتے ہیں۔ ان کو منکر نکیر کہتے ہیں۔

رسولوں پر ایمان:

(۱) خدا نے اپنے بندوں تک اپنے احکام پہنچانے اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے جو انتظام کیا ہے اس کو رسالت کہتے ہیں اور خدا کے احکام پہنچانے والے برگزیدہ بندوں کو رسول، نبی، یا پیغمبر کہتے ہیں۔

(۲) رسول، خدا کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچاتے ہیں، کبھی خیانت نہیں کرتے، نہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور نہ کچھ چھپاتے ہیں، خدا کی طرف سے اُن پر وحی ہوتی

ہے، اس کو بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کر دیتے ہیں۔

(۳) رسالت وہبی چیز ہے یعنی خدا جس کو چاہتا ہے، عطا فرما دیتا ہے۔ اس منصب کو حاصل کرنے میں انسان کے اپنے ارادے اور کوشش کو کوئی دخل نہیں، رسالت خدا کا خصوصی عطیہ ہے وہی جانتا ہے کہ یہ عظیم خدمت کس سے لے اور کس طرح لے۔

(۴) رسول انسان ہوتے ہیں، فرشتے، جن یا کوئی اور مخلوق نہیں ہوتے، اور نہ ان کا خدائی میں کوئی دخل ہوتا ہے۔ ان کا امتیاز صرف یہ ہے کہ خدا ان کو اپنی ترجمانی اور فریضۂ رسالت کے لیے منتخب فرما لیتا ہے اور ان کے پاس اپنی وحی بھیجتا ہے۔

(۵) رسول جو دین پیش کرتے ہیں، خود بھی اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنی دعوت کا کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کا یہ مقام نہیں کہ دوسروں کو دین کی اطاعت کا حکم دیں اور خود کو اطاعت سے بالاتر رکھیں۔

(۶) رسول ہر دور میں آئے۔ ہر قوم میں آئے۔ ہر ملک میں آئے۔ مسلمان تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، کسی کا انکار نہیں کرتے، جن پیغمبروں کے تذکرے قرآن وحدیث میں آتے ہیں۔ ان پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا پورا پورا احترام کرتے ہیں۔ البتہ جن کا تذکرہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے ان کے سلسلے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں نہ ان کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور نہ انکار اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جس سے ان کی بے حرمتی ہو۔

(۷) سارے انبیاؑ کی دعوت ایک تھی۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے، سب ایک ہی گروہ کے لوگ تھے اور ایک ہی پیغام لائے۔

(۸) نبی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پوری پوری اطاعت کی جائے۔ محض زبان سے اعترافِ نبوت کے کوئی معنی نہیں، اگر نبی کی کامل پیروی نہ کی جائے۔

(۹) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا۔ آپؐ

خاتم النبیین ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت رہتی دنیا تک کے لیے اور سارے عالم کے لیے ہے، خدا کے یہاں وہی لوگ نجات پائیں گے جو آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی پیروی میں زندگی گزاریں۔

(۱۰) ہمارے لیے زندگی کے ہر معاملے میں مکمل نمونہ صرف رسولؐ کی ذات پاک ہے، دین میں آپؐ کا فرمان ہی فیصلہ کن ہے۔ مسلمان کا کام یہ ہے کہ جس کام کا حکم آپؐ کے یہاں سے ملے دل وجان سے اُسے بجالائے اور جس بات کی ممانعت ملے اس سے باز آجائے، غرض آپؐ کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کردے۔

(۱۱) رسولؐ کی اطاعت حقیقت میں خدا کی اطاعت ہے، اور رسول کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے، رسول کی اطاعت خدا سے محبت کا تقاضا ہے، ایمان کی کسوٹی ہے اور آپؐ کے احکام سے سرتابی نفاق کی علامت ہے۔

(۱۲) رسولؐ کی عظمت وعزت اور ادب واحترام ایمان کی علامت ہے اور آپؐ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے تمام اعمال اکارت ہیں[1]۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسولؐ کو نہ صرف اپنے ماں باپ، اولاد اور عزیز واقارب سے زیادہ عزیز رکھیں بلکہ خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھیں۔ قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ[2] نبی مومنوں کے لیے اپنی جانوں سے بھی مقدم ہیں۔

رسالت پر ایمان کا واضح تقاضا ہے کہ مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں اور خدا سے ان کے لیے دعا کریں[3]۔

آسمانی کتابوں پر ایمان:

(۱) اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لیے بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں نازل فرمائیں۔ ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے دین کی باتیں بتائیں اور زندگی گزارنے کا

۱۔ الحجرات ۴۹: ۲۔ ۲۔ الاحزاب ۳۳:۶۔ ۳۔ الاحزاب ۳۳:۵۶

صحیح طریقہ بتایا۔ پیغمبروں نے ان کتابوں کا مفہوم خوب کھول کھول کر سمجھایا اور ان پر عمل کر کے دکھایا۔

(۲) تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اس لیے کہ ان سب کتابوں کی بنیادی تعلیم ایک تھی، یہ کہ ایک خدا کی بندگی کرو اور کفر و شرک سے بچے رہو۔

(۳) آسمانی کتابوں میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ جو چار مشہور پیغمبروں پر نازل ہوئیں۔

۱۔ تورات: جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۲۔ زبور: جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۳۔ انجیل: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۴۔ قرآن مجید: جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(۴) آسمانی کتابوں میں آج صرف قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں لفظ بہ لفظ اور حرف بہ حرف محفوظ ہے، اور قیامت تک محفوظ رہے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے[1]۔ اگر کچھ ظالم لوگ اس کے سارے نسخے (توبہ توبہ) جلا بھی ڈالیں تب بھی یہ محفوظ رہے گا۔ اس لیے کہ ہر زمانے میں اور ہر ملک میں کروڑوں لوگ ہیں جن کے سینوں میں قرآن مجید محفوظ ہے۔

(۵) باقی تین آسمانی کتابیں بہت کچھ بدل ڈالی گئیں، ان میں سے کوئی بھی آج اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے، اوّل تو یہ کتابیں ان پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بہت عرصے بعد مرتب کی گئیں۔ دوسرے یہ کہ گمراہ لوگوں نے ان کی تعلیمات میں بہت سی وہ باتیں داخل کر دیں، جو دین کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہیں اور بہت سی ایسی باتیں حذف کر دیں جو ان کے مطلب کے خلاف تھیں۔ اس لیے آج خدا کے اصل دین کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا ایک ہی محفوظ، مستند اور مقبول ذریعہ ہے، یعنی قرآنِ مجید، اس کا انکار کر کے یا اس سے بے نیاز ہو کر کوئی بھی خدا کے سچے دین کی پیروی نہیں کر سکتا۔ قیامت تک پیدا

---

[1] الحجر ۹:۱۵

ہونے والے انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کتاب پر ایمان لائیں۔ اس پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں۔

(۶) قرآن مجید میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں۔ پیغمبر کا کام بھی صرف یہ تھا کہ وہ ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کریں، قرآنِ مجید سے من مانی باتیں نکالنا اور تاویلیں کرکر کے اس کی آیتوں کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنا انتہائی بے دینی کی بات ہے۔

(۷) قرآن میں انسانوں کے تمام مسائل کا حل موجود ہے، زندگی کا کوئی انفرادی یا اجتماعی معاملہ ایسا نہیں ہے، جس کے لیے قرآن نے واضح ہدایات نہ دی ہوں، اس لیے زندگی کے کسی شعبے میں بھی اس سے بے نیاز ہونا اور اس کے دیئے ہوئے اصولوں کے مقابلے میں دوسرے اصولوں کے مطابق زندگی کی تعمیر کرنا گمراہی اور قرآن مجید سے بغاوت ہے۔

آخرت پر ایمان:

(۱) زندگی بس یہی دنیا کی زندگی نہیں ہے، بلکہ موت سے جی اٹھنے کے بعد ایک دوسری زندگی شروع ہوگی جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی اور پھر کبھی کسی کو موت نہ آئے گی۔ یہ زندگی اپنے اپنے اعمال کے مطابق یا نہایت عیش وآرام کی زندگی ہوگی یا انتہائی دکھوں اور تکلیفوں کی زندگی ہوگی اس عقیدے کو عقیدۂ آخرت کہتے ہیں۔

(۲) مرنے کے بعد قبر میں ہر مردے کے پاس منکر نکیر آتے ہیں اور یہ فرشتے آکر پوچھتے ہیں:

☆ بتاؤ تمھارا رب کون ہے؟

☆ بتاؤ تمھارا دین کیا ہے؟

☆ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟..... یہ آخرت کے امتحان کا پہلا مرحلہ ہے۔

(۳) ایک دن صور پھونکا جائے گا تو یہ ساری کائنات درہم برہم ہو جائے گی۔ زمین ہولناک زلزلے سے لرز اٹھے گی، سورج اور چاند ٹکرا جائیں گے۔ تارے ٹوٹ کر بے نور ہو جائیں گے، پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے۔ زمین و آسمان کے سارے جاندار مر جائیں گے اور پورا عالم مرمٹ کر فنا ہو جائے گا۔

(۴) پھر خدا کے حکم سے دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اور سارے مرے ہوئے انسان جی اٹھیں گے، ایک نیا عالم قائم ہوگا۔ سارے انسانوں کو زندگی ملے گی۔ یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی، یہ دن بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ لوگوں کے دل خوف اور دہشت سے لرز رہے ہوں گے، نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ہر ایک اپنے انجام کا منتظر ہوگا۔

(۵) سارے انسان خدا کے حضور حشر کے میدان میں جمع ہوں گے، خدا تختِ عدالت پر جلوہ افروز ہوگا۔ اس دن تنہا اسی کی حکومت ہوگی[۱]۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہو گی۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو لب ہلانے کی ہمت نہ ہوگی، خدا ہر ایک سے الگ الگ پوری زندگی کا حساب لے گا۔ خدا اپنے علم، حکمت اور انصاف کی بنیاد پر ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا۔ ہر ایک کے کیے کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ ظلم نہ ہوگا۔

(۶) نیک لوگوں کو ان کے دائیں ہاتھ میں نامۂ عمل دیا جائے گا اور مجرموں کو ان کے بائیں ہاتھ میں نامۂ عمل تھمایا جائے گا۔ نیک لوگ فلاح و کامرانی پائیں گے اور برے لوگ ناکام و نامراد ہوں گے کامیاب ہونے والوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے اور ناکام ہونے والوں کے چہرے غم سے جھلس رہے ہوں گے۔ نیک لوگ جنت میں عیش و سکون پائیں گے اور باغی لوگ جہنم کے دہکتے انگاروں میں ڈال دیئے جائیں گے۔ جنت والوں سے خدا راضی اور خوش ہوگا اور جہنم والوں پر غضبناک ہوگا۔

(۷) اس دن کا فیصلہ بے لاگ اور اٹل ہوگا۔ نہ کوئی اس فیصلے کو ٹال سکے گا نہ کوئی جھوٹ

۱؎ المومن ۴۰:۱۶، الفرقان ۲۵:۲۶

بول کر یا بہانہ بنا کر خدا کو دھوکا دے سکے گا۔ نہ کوئی ولی اور پیغمبر کسی کی غلط سفارش کر سکے گا، شفاعت کے لیے صرف وہی شخص زبان کھول سکے گا جس کو خدا اجازت دے گا اور صرف اسی کی شفاعت کر سکے گا جس کے لیے شفاعت کرنے کی خدا اجازت دے گا۔ نہ کسی کو یہ موقع ہوگا کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے اور نیک کام کر کے اپنی آخرت کو کامیاب بنائے۔ اور نہ کسی کی گریہ وزاری اس کو عذاب سے بچا سکے گی۔

(۸) ہر انسان کے اعمال محفوظ ہو رہے ہیں، ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں یا کرتے ہیں۔ خدا کے فرشتے اسے نوٹ کر رہے ہیں۔ ہم اپنی زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہی ہیں کہ فرشتہ اسے مستعدی کے ساتھ نوٹ کر لیتا ہے[1]۔

(۹) انسان کا کوئی عمل اس دن خدا کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے گا۔ خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہو یا کسی چٹان کے سینے میں دفن ہو، یا آسمان کی پہنائیوں میں ہو یا زمین کی تہ بہ تہ تاریکیوں میں، جہاں بھی ہو..... اس دن خدا اس کو لا حاضر کرے گا اور ہر انسان اس دن خدا کے حضور بے نقاب ہوگا[2]۔

(۱۰) جنت میں مومنوں کو ایسی بے مثال اور لازوال نعمتیں دی جائیں گی کہ جو کسی آنکھ نے کبھی دیکھی نہ ہوں گی۔ کسی کان نے کبھی سنی نہ ہوں گی اور کسی دل میں کبھی ان کا خیال نہ آیا ہوگا۔ جدھر جائیں گے سلام ہی سلام کی صدا ہوگی..... اور پھر کبھی وہ اس عیش وسکون اور عزت وعظمت سے محروم نہ کیے جائیں گے اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ خدا ان کو اپنے دیدار سے نوازے گا۔ اور کہے گا:

میرے بندو! میں تمھیں اپنی خوشنودی سے نوازتا ہوں، اب میں کبھی تم سے خفا نہ ہوں گا۔

(۱۱) خدا کے باغی جہنم میں ڈالے جائیں گے جس میں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔ آگ ان کو گھیرے گی اور پھر وہ اس میں سے نکل کر بھاگ نہ سکیں گے۔ نہ وہ مریں گے کہ عذاب سے نجات پالیں اور نہ وہ زندہ ہی ہوں گے کہ زندگی کا لطف اٹھا سکیں۔

---

[1] قٓ ۵۰:۱۸۔ [2] لقمان ۳۱:۱۶

گھبرا گھبرا کر موت کی تمنا کریں گے لیکن ان کو موت نہ آئے گی..... یہ آگ غصے سے پھٹی پڑتی ہوگی اور کبھی نہ بجھے گی۔ پیاس کی شدت میں جب وہ چلّائیں گے تو ان کو پگھلی ہوئی دھات دی جائے گی جو منہ کو بھون ڈالے گی۔ یا کچلہو دیا جائے گا جو حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ ان کی گردنوں میں بھاری طوق ہوں گے۔ ان کو کول تار اور آگ کا لباس پہنایا جائے گا اور کھانے کے لیے بیتاب ہوں گے تو خاردار جھاڑیوں سے ان کی تواضح کی جائے گی اور خدا ان پر سخت غضبناک ہوگا۔

(۱۲) کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں، اس کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔ البتہ رسولؐ نے وہ کام کھول کھول کر بتادیئے ہیں جو جنت میں لے جانے والے ہیں اور وہ کام بھی کھول کھول کر بتادیئے ہیں جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ دنیا میں ہم کسی کو یقینی طور پر جنتی نہیں کہہ سکتے سوائے ان کے جن کو رسولؐ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، ہاں اچھی نشانیاں دیکھ کر خدا کی رحمت کی امید ضرور رکھتے ہیں۔

(۱۳) خدا جس گناہ کو چاہے گا معاف فرمادے گا۔ البتہ کفر و شرک کے بارے میں قرآن نے صاف صاف بتادیا ہے کہ خدا ان گناہوں کو معاف نہ فرمائے گا۔

(۱۴) آدمی زندگی بھر میں جس وقت بھی ایمان لے آئے یا گناہوں سے توبہ کرے۔ اس کا ایمان اور توبہ خدا کے یہاں مقبول ہے البتہ مرتے وقت جب دم ٹوٹنے لگے اور عذاب کے فرشتے نظر آنے لگیں تو اس وقت نہ کسی کا ایمان قبول ہوتا ہے اور نہ کسی کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

غیر اسلامی عقائد و خیالات

مسلمان ہونے کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی عقائد و افکار سے پوری طرح واقف ہو، تاکہ ان پر شعوری ایمان لاکر اپنی زندگی کو سنوارنے اور سدھارنے کے لیے ان کو بنیاد بنائے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ان غیر اسلامی عقائد و خیالات سے بھی بخوبی واقف ہو جو ایمان و اسلام کے خلاف ہیں۔ اور جن سے اپنے ذہن و قلب کو پاک

رکھے بغیر کسی مسلمان کے لیے اسلام کے تقاضے پورے کرنا اور صحیح اسلامی زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ نیچے مختصر طور پر ان غیر اسلامی عقائد وخیالات کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان شعور کے ساتھ اپنی زندگی کو ان سے پاک رکھیں۔

(۱) کافرانہ افکار واعمال کو پسند کرنا، ان کو فخریہ اختیار کرنا اور دوسروں کو اختیار کرنے کی ترغیب دینا، سراسر ایمان کے خلاف ہے، اس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

(۲) دینی اعمال اور دینی شعائر کی تحقیر کرنا، ان کا مذاق اڑانا اور ذلت آمیز انداز میں ان کا تذکرہ کرنا، نہایت ہی شرمناک قسم کی بے دینی اور منافقت ہے، اور اس طرح کی باتوں کو برداشت کرنا، اور زبان وعمل سے ناگواری کا اظہار نہ کرنا، خدا اور رسولؐ کی ناقدری بھی ہے، دین سے بے وفائی بھی اور تشویشناک حد تک ایمان کی کمزوری بھی۔

(۳) خدا اور رسولؐ کے احکام معلوم ہونے کے باوجود باپ دادا کی روایات اور سوسائٹی کے رسم ورواج کی پابندی پر اصرار کرنا اور خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل میں اپنی ذلّت سمجھنا اور یہ کہنا کہ ناک کٹ جائے گی۔ سراسر غیر اسلامی طرزِ فکر ہے جو ایمان سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔

(۴) خدا اور رسولؐ کے احکام میں من مانی تاویلیں کرنا اور توڑ موڑ کر ان کو اپنے مطلب کے مطابق بنانا اور ان کی تعمیل سے بچنے کی راہیں سوچنا سراسر منافقانہ طرزِ فکر ہے۔

(۵) خدا اور رسولؐ کے احکام پر تنقید کرنا، ان میں عیب نکالنا ان کو مصلحتِ وقت کے خلاف سمجھنا، اور یہ کہنا کہ آج کے دَور میں ان پر عمل تاریک خیالی اور تنگ نظری ہے، انتہائی غلط اندازِ فکر ہے جس کا ایمان سے کوئی جوڑ نہیں۔

(۶) کافروں کو حلال وحرام کی قیود سے بے نیاز ہو کر دولت سمیٹتے، دادِ عیش دیتے اور چہل پہل کی زندگی گزارتے دیکھ کر اپنے ایمان پر پشیمان ہونا، اور یہ خیال کرنا کہ اگر ہم بھی مسلمان نہ ہوتے اور یہ شرعی پابندیاں نہ ہوتیں تو ہم بھی خوب بڑھ چڑھ

کر ہاتھ مارتے اور دنیا سے فائدہ اٹھاتے، قطعاً غیر اسلامی فکر ہے، جس سے اپنے ایمان کی حفاظت ضروری ہے۔

(۷) شریعت کی پابندیوں کو اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنا اور گھر کی خواتین کو زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ دیکھنے کی خواہش کرنا اور اس پر فخر کرنا، اور گھر کی شریف زادیوں کو غیر مردوں سے ہاتھ ملاتے، بے تکلف باتیں کرتے، اور دوستانہ تعلقات قائم کرتے دیکھ کر فخر کرنا، اور اس کو ترقی سمجھنا، شرمناک قسم کی بے دینی اور بے غیرتی ہے۔ جس کو ایمانی غیرت ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔

(۸) دینی تعلیمات واحکامات جاننے سے غفلت اور بے نیازی برتنا اور اپنی جہالت پر نہ صرف مطمئن ہونا بلکہ اپنی بے عملی کے لیے اس کو وجہ جواز بنانا انتہائی متکبرانہ طرزِ فکر ہے جس کا ایمان سے کوئی جوڑ نہیں۔

(۹) خدا کے سوا کسی اور کو نفع ونقصان، عزت وذلت، یا ترقی وتنزل کا مختار سمجھنا عقیدۂ توحید کے سراسر خلاف ہے۔

(۱۰) خدا کے سوا کسی سے خوف رکھنا، کسی پر توکل کرنا، اور کسی سے امیدیں وابستہ کرنا، اور کسی کو زندگی کے بنانے یا بگاڑنے میں حقیقی عامل سمجھنا ایمان کے منافی ہے۔

(۱۱) خدا کے سوا کسی کو ولی وکارساز، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا اور کسی کو اپنی حمایت، مدد اور فریادرسی کے لیے پکارنا عقیدۂ توحید کی ضد ہے۔

(۱۲) غیب کی خبریں پوچھنا یا بتانا اور ان پر یقین کرنا ایمان کے منافی ہے۔

(۱۳) خدا کے سوا کسی کو حاضر وناظر جاننا اور یہ سمجھنا کہ اس کو ہمارے کھلے چھپے سب کی خبر ہے، غیر اسلامی عقیدہ ہے۔

(۱۴) خدا کے سوا کسی سے مرادیں مانگنا، روزی اور اولاد مانگنا، کسی کے نام پر بچے کے ناک کان چھیدنا یا چوٹی رکھنا یا کسی کے نام پر منّت مانگنا خدا کی ناقدری اور مشرکانہ طرزِ فکر ہے۔

(۱۵) کسی کے نام پر جانور چھوڑنا، کسی کے نام پر جانوروں کو ذبح کرنا بچے کے جینے کے ٹونے ٹوٹکے کرنا، اور بچوں کو خطرات سے بچانے کے لیے ان کے سرہانے ہتھیار رکھنا اور بچے کی زندگی کے لیے خدا کے سوا کسی اور طاقت سے خطرہ محسوس کرنا سراسر مشرکانہ طرزِ فکر و عمل ہے، جس کا عقیدۂ توحید سے کوئی جوڑ نہیں۔

(۱۶) نکاح، طلاق، بچے کی پیدائش یا دوسرے مواقع پر کسی ایسے فعل کو ضروری سمجھنا جس کو اسلام نے ضروری قرار نہ دیا ہو، یہ بھی غیر اسلامی فکر ہے۔

(۱۷) اولاد کی بیماری یا موت یا کسی اور عزیز کی موت پر خدا سے شکایت کرنا، گستاخی کے کلمات زبان پر لانا اور خدا سے بدگمان ہونا ایمان کے منافی ہے۔

(۱۸) غیر معمولی مصائب و آلام میں مبتلا ہو کر اور پے در پے حادثوں سے دوچار ہو کر خدا کے رحم و کرم کا انکار کرنا، اس کو (توبہ توبہ) ظالم اور بے رحم ٹھیرانا، اور اس سے مایوس ہونا، کافرانہ طرزِ فکر ہے جو ایمانی جذبات کے سراسر منافی ہے۔ اس طرح کے وسوسے جب دل کو گھیریں تو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

(۱۹) کسی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، سجدہ کرنا، یا جھکنا شرک ہے۔

(۲۰) مزارات کو چومنا چاٹنا، ان کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، ان پر پیشانی رگڑنا اور اسی طرح کے دوسرے مراسم ادا کرنا، عقیدۂ توحید کی توہین ہے۔

(۲۱) کسی پیر، بزرگ کی تصویر برکت کے لیے رکھنا، اس پر ہار پھول چڑھانا اور اس کی تعظیم کرنا سراسر شرک ہے۔

(۲۲) خدا کے سوا کسی اور کی پناہ ڈھونڈنا، اس سے دعائیں مانگنا اور یہ سمجھنا کہ یہ بگڑی بنانے والا ہے۔ عقیدۂ توحید کے خلاف طرزِ فکر و عمل ہے۔

(۲۳) کسی کے حکم کو خدا اور رسولؐ کے حکم کے برابر سمجھنا یا اس پر مقدم رکھنا، کسی کو شرعی احکام میں کمی بیشی کا حقدار سمجھنا، کسی کو شرعی پابندیوں سے بالاتر سمجھنا، یا کسی کا یہ حق سمجھنا کہ وہ شرعی احکام کو معاف کر سکتا ہے، سراسر مشرکانہ خیالات ہیں۔

(۲۴) کسی کے مکان یا قبر کا طواف کرنا یا کسی مقام کو کعبہ کے برابر سمجھ کر اسی طرح اس کا احترام اور تعظیم کرنا غیر اسلامی طرزِ عمل ہے۔

(۲۵) علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی وغیرہ قسم کے نام رکھنا اور یا غوث المدد، یا علی المدد قسم کے نعرے لگانا عقیدۂ توحید کے خلاف ہے۔

(۲۶) خدا کے مقابلے میں کسی انسان کے بنائے ہوئے قانون کو حق سمجھنا، اس کی پابندی کو اپنے لیے واجب جاننا اور اس کے قیام و بقاء کے لیے جدوجہد کرنا اور مددگار ہونا، ایمان و اسلام کے سراسر خلاف طرزِ فکر و عمل ہے۔

(۲۷) آخرت میں اپنی نجات کے لیے ایمان و عمل کے بجائے کسی ولی اور بزرگ سے نسبت اور تعلق کو کافی سمجھنا اور یہ ماننا کہ ان کی سفارش سے خدا کا فیصلہ ٹل سکتا ہے یا ان کا خدا پر زور ہے کہ جو چاہیں فیصلہ کرا سکتے ہیں، غیر اسلامی عقیدہ ہے جس سے ذہن و قلب کو پاک رکھنا چاہیے۔

(۲۸) بندے کو مجبورِ محض ماننا اور یہ سمجھنا کہ بندے کو نیکی یا برائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں، برائی یا بھلائی خدا کرتا ہے اور بندہ اس کے کرنے پر مجبور ہے، غیر اسلامی خیال و عقیدہ ہے جس کے ہوتے عقیدہ آخرت کو ماننے کے کوئی معنی نہیں رہتے۔

(۲۹) بندے کو ہر فعل پر پوری طرح قادر ماننا اور یہ سمجھنا کہ انسان جو کچھ کرتا ہے اس میں خدا کی مشیت اور ارادے کو کوئی دخل نہیں، انسان کو ہر فعل کے کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔ یہ بھی غیر اسلامی فکر و عقیدہ ہے جس سے ذہن و قلب کو پاک رکھنے کی ضرورت ہے۔

(۳۰) پیغمبروں کو گناہوں سے پاک نہ سمجھنا اور ان کی طرف کسی برائی یا خواہش پرستی کی نسبت کرنا یا ان کو آسمانی کتابوں کا مصنف ماننا سراسر غیر اسلامی عقائد و خیالات ہیں۔

(۳۱) صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرنا، ان کے عیب نکالنا، ان کے رتبے کو گھٹانا اور ان کا احترام نہ کرنا قطعاً غیر اسلامی فکر و خیال ہے۔ جس سے فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

(۳۲) خدااور رسولؐ نے دین کی ساری باتیں خوب کھول کھول کر بیان کر دیں ہیں۔ اب کشف والہام کے ذریعے، یا خواب کے ذریعے یا اپنی سمجھ سے دین میں نئی نئی باتیں نکالنا اور ان کو ضروری قرار دینا بدعت ہے اور بدعت بہت بڑا گناہ اور گمراہی ہے۔

(۳۳) مصیبتوں اور تکلیفوں سے پریشان ہو کر اپنے نصیب کو برا بھلا کہنا اور تقدیر کو کوسنا، اور اس طرح کی باتیں کرنا کہ میری تقدیر ہی خراب ہے۔ میرا نصیب ہی ایسا ہے، میری قسمت ہی پھوٹی ہوئی ہے بنانے والے نے میری تقدیر ہی ایسی بنائی ہے، میری ایسی قسمت کہاں جو کوئی بھلائی دیکھوں، یہ خدا سے بدگمانی اور اس کی شان میں گستاخی ہے، ان غیر اسلامی خیالات سے دل کو پاک رکھ کر خدا کی مرضی پر خوش رہنا اور اس کے ہر فیصلے پر خوش گمان رہنا ہی ایمان کی شان ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

باب دوم

کتاب الطّہارۃ

طہارت کا بیان

منصبِ رسالت پر سرفراز ہونے کے بعد کارِ رسالت اور فریضۂ تبلیغ کی انجام دہی پر متوجہ کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں درسِ توحید کے بعد اوّلین ہدایت یہ ہے کہ طہارت کا کامل اہتمام کیجیے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اور اپنی ذات کو پاک صاف کیجیے۔ المدثر 4:74

ثیاب، ثوب کی جمع ہے جس کے معنی لباس کے ہیں۔ مگر یہاں ثیاب سے مراد محض کپڑے ہی نہیں ہیں بلکہ لباس، روح غرض پوری شخصیت مراد ہے، عربی میں ''طاہر الثوب'' اس شخص کو کہتے ہیں جو ہر طرح کے عیوب اور گندگیوں سے پاک ہو، قرآن کی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لباس، جسم اور قلب وروح کو ہر طرح کی گندگیوں سے پاک صاف رکھو، قلب وروح کی گندگیوں سے مراد تو کفر وشرک کے باطل عقائد وخیالات[1] اور اخلاقی معائب ہیں اور جسم ولباس کی گندگی سے مراد وہ محسوس نجاستیں ہیں، جن سے ہر طبعِ سلیم کراہت کرتی ہے اور جن کا نجس ہونا محسوس ہے یا جن پر شریعت نے نجس ہونے کا حکم لگایا ہے۔

طہارت کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن نے جگہ جگہ اس کی ترغیب دی ہے اور دو مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے جو طہارت ونظافت کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اور اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو خوب پاک وصاف رہتے ہیں۔

التوبہ 108:9

---

[1] ان باطل عقائد وخیالات کی کچھ تفصیل آپ کتاب العقائد میں ''غیر اسلامی عقائد وخیالات'' کے عنوان کے تحت پڑھ چکے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں اور ان کو محبوب رکھتا ہے جو پاک وصاف رہتے ہیں۔ البقرہ 222:2

رسولِ پاکؐ خود تو طہارت ونظافت کی بے نظیر مثال تھے ہی، امت کو بھی آپؐ نے طہارت کی انتہائی تاکید فرمائی اور طرح طرح سے اس کی اہمیت واضح فرما کر پاک وصاف رہنے کی ترغیب دی ہے، ارشاد فرمایا: طہارت آدھا ایمان ہے۔

پھر آپؐ نے نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس کے احکام بتائے۔ پاک ہونے کے طریقے سمجھائے اور ذہن نشین کرانے کا حق ادا کر دیا۔

پس ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ ان احکام کو جانے، یاد کرے اور ان کے مطابق اپنے ظاہر وباطن کو پاک کرے۔ قلب وروح کو بھی باطل افکار ونظریات اور کفر وشرک کے عقائد سے پاک رکھے اور اپنے جسم ولباس اور دوسری متعلق چیزوں کو بھی ہر طرح کی نجاستوں سے پاک رکھے۔ کفر وشرک کے عقائد وخیالات کا بیان تو پہلے کتاب العقائد میں آچکا ہے۔ اگلے صفحات میں ہم ظاہری نجاستوں کے احکام بیان کریں گے۔

اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ پاکی اور ناپاکی کا معیار صرف خدا کی شریعت ہے، اپنے ذوق، طبیعت یا سمجھ سے نہ ہمیں اس میں کسی اضافے کا حق ہے نہ کمی کا۔ ہر وہ چیز یقیناً پاک ہے جس کو شریعت نے پاک کہا ہے اور حق صرف وہی ہے جس کو شریعت نے حق بتایا ہے اور ہر وہ چیز یقیناً باطل یا ناپاک ہے جس کو شریعت نے باطل یا ناپاک کہا ہے۔ پھر شریعت نے پاک کرنے اور پاک ہونے کے جو طریقے اور تدبیریں بتائی ہیں۔ ان طریقوں اور تدبیروں سے یقیناً پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس معاملے میں اپنے ذوق وخیال یا رجحان طبع سے پاک یا ناپاکی کا کوئی معیار قائم کرنا اور خواہ مخواہ وہم اور شبہات میں پڑ کر خدا کی آسان شریعت کو اپنے لیے دشوار بنا لینا نہ صرف یہ کہ اپنے کو بے جا دشواریوں میں مبتلا کر لینا ہے بلکہ سخت قسم کی گمراہی اور دین کے صحیح فہم سے محرومی ہے، اس غلط طرزِ فکر وعمل سے بعض اوقات بڑی زبردست خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور آدمی شریعت کو اپنے لیے وبال جان بنا کر دین سے بہت دور جا پڑتا ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نجاست کا بیان

نجاست کے معنی ہیں گندگی اور ناپاکی، یہ طہارت کی ضد ہے، طہارت کی حقیقت، طریقے اور اس کے احکام ومسائل جاننے کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نجاست کی حقیقت، اس کی قسمیں اور اس سے پاک ہونے کے قاعدے جان لیے جائیں، اس لیے پہلے نجاست کے احکام ومسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

نجاست کی قسمیں

نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ نجاست حقیقی اور نجاستِ حکمی۔ ان دونوں کے احکام ومسائل الگ الگ ہیں۔ پاکی اور طہارت حاصل کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان احکام اور مسائل کو اچھی طرح سمجھ کر یاد رکھا جائے۔

نجاستِ حقیقی:

نجاستِ حقیقی سے مراد وہ محسوس غلاظت اور گندگی ہے جس سے انسان طبعی طور پر نفرت کرتا ہے، اور اپنے جسم ولباس اور دوسری استعمال کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے۔ شریعت نے بھی اس سے بچنے اور پاک رہنے کا حکم دیا ہے، جیسے پیشاب، پاخانہ، منی اور جانوروں کا خون وغیرہ۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ نجاستِ غلیظہ اور نجاستِ خفیفہ۔

نجاستِ غلیظہ:

وہ ساری چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں جن کے ناپاک اور نجس ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے، انسان کی طبیعت بھی ان سے کراہت کرتی ہے اور شریعت کی دلیلوں سے بھی ان کی ناپاکی ثابت ہے۔ ایسی چیزوں کی پلیدی بہت زیادہ اور سخت ہے، اسی لیے شریعت میں ان کا حکم بھی نہایت سخت ہے۔ نیچے ہم ان چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کی نجاست نجاستِ غلیظہ ہے۔

(۱) سور، اس کی ہر چیز نجاستِ غلیظہ ہے، چاہے مردہ ہو یا زندہ۔

(۲) انسان کا پاخانہ، پیشاب، منی، مذی اور اسی طرح تمام جانوروں کی منی اور چھوٹے بچوں کا پیشاب پاخانہ۔

(۳) خون انسان کا ہو یا کسی حیوان کا۔

(۴) منہ بھر قے چاہے بڑے آدمی کی ہو یا بچے کی۔

(۵) حیض ونفاس اور استحاضے کا خون۔

(۶) عورت کے جسم کے خاص حصے سے جو رطوبت نکلے۔

(۷) جن جانوروں کا جوٹھا ناپاک ہے۔ ان کا پسینہ اور لعاب دہن۔

(۸) ذبح کیے بغیر جو جانور خود مر گیا یا مار دیا گیا۔ اس کا گوشت، چربی، پٹھا، کھال[1] سب نجس ہے، البتہ وہ اعضا پاک ہیں جن میں خون سرایت نہیں کرتا جیسے سینگ، دانت، پنجے، کھُر، پَر وغیرہ۔

(۹) حرام جانور کا دودھ چاہے وہ مردہ ہو یا زندہ نجس ہے اور مردہ جانور چاہے وہ حلال ہو یا حرام اس کا دودھ نجس ہے۔

(۱۰) خون والے جانوروں کے جسموں سے مرنے کے بعد جو طوبت نکلے، وہ نجس ہے۔

(۱۱) نجس چیزوں کا جو جوہر نکالا جائے یا عرق کشید کیا جائے۔ وہ بھی نجس ہے۔

(۱۲) پرندوں کے سوا تمام جانوروں کا پاخانہ، پیشاب نجس ہے، بیل، گائے، ہاتھی کا گوبر، گھوڑے گدھے کی لید، اونٹ بکری وغیرہ کی مینگنیاں سب نجس ہیں، جو پردار پرندے اڑتے نہیں، مثلاً مرغی اور بطخ ان کی بیٹ بھی نجس ہے، اور سارے درندوں کا پاخانہ پیشاب بھی نجس ہے۔

(۱۳) شراب اور دوسری نشہ آور بہنے والی چیزیں۔

(۱۴) سانپ کی کھال نجس ہے۔

(۱۵) مردہ انسان کے منہ کا لعاب۔

(۱۶) شہید کا وہ خون بھی نجس ہے جو اس کے جسم سے بہہ کر گر جائے۔

---

[1] البتہ کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ درندے کی ہو یا چرندے کی، حلال جانور کی ہو یا حرام جانور کی۔

نجاستِ خفیفہ:

وہ ساری چیزیں نجاستِ خفیفہ ہیں جن کی پلیدی ذرا ہلکی ہے، اور شریعت کی بعض دلیلوں سے ان کے پاک ہونے کا بھی شبہ ہوا اس لیے شریعت میں ان کا حکم بھی ذرا ہلکا اور نرم ہے، نیچے کچھ ایسی چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی نجاست، نجاست خفیفہ ہے۔

(۱) حلال جانوروں کا پیشاب جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ۔

(۲) گھوڑے کا پیشاب۔

(۳) حرام پرندوں کی بیٹ جیسے کوا، چیل، باز وغیرہ البتہ چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب پاک ہے۔

(۴) حلال پرندوں کی بیٹ اگر بدبودار ہو۔

(۵) اگر نجاستِ خفیفہ غلیظہ میں مل جائے تو چاہے غلیظہ کی مقدار خفیفہ سے بہت کم ہو تب بھی مجموعہ کو نجاستِ غلیظہ سمجھا جائے گا۔

نجاستِ حقیقی سے پاک کرنے کے طریقے

ناپاک ہونے والی چیزیں چونکہ مختلف قسم کی ہیں۔ اس لیے ان کے پاک کرنے کے طریقے بھی جدا جدا ہیں۔ مثلاً بعض چیزیں ٹھوس ہیں۔ بعض رقیق اور بہنے والی ہیں۔ بعض رطوبتوں کو جذب کرتی ہیں بعض نہیں کرتی یا کم کرتی ہیں۔ بعض میں گندگی حل ہو جاتی ہے، بعض میں حل نہیں ہوتی، اس لیے ان کے پاک کرنے کے قاعدے اچھی طرح سمجھ لینے چاہئیں۔

زمین وغیرہ کی پاکی کے طریقے:

(۱) زمین اگر ناپاک ہو جائے چاہے پتلی نجاست سے ناپاک ہو یا گاڑھی نجاست سے، ہر صورت میں خشک ہونے پر پاک ہو جائے گی[1]۔

(۲) ناپاک زمین خشک ہونے سے پہلے اچھی طرح پانی بہا کر دھو ڈالی جائے، یا پانی ڈال کر کسی کپڑے وغیرہ سے جذب کر لیا جائے تاکہ ناپاکی کا کوئی نشان یا بو

---

[1] لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں۔

باقی نہ رہے تب بھی زمین پاک ہو جائے گی۔ البتہ تین بار پانی ڈال کر جذب کرنا چاہیے۔

(۳) مٹی کے ڈھیلے، ریت، پتھر، کنکر بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں وہ پتھر بھی جو چکنے نہیں ہوتے اور رقیق چیز کو جذب کر لیتے ہیں۔ خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۴) زمین سے اُگنے والے گھاس پودے یا درخت بھی اگر نجس ہو جائیں تو خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۵) زمین پر جو چیزیں جمی ہوئی ہوں جیسے دیوار، ستون، ٹٹی، چوکے چوکھٹ وغیرہ یہ بھی خشک ہونے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

(۶) ناپاک زمین کی مٹی نیچے کی اوپر اور اوپر کی نیچے کر دینے سے بھی زمین پاک ہو جاتی ہے۔

(۷) تنور اگر پلید ہو جائے تو اس میں آگ جلا کر نجاست کا اثر زائل کر دینے سے وہ پاک ہو جائے گا۔

(۸) ناپاک زمین پر مٹی ڈال کر نجاست اس طرح چھپا دی جائے کہ نجاست کی بو نہ آئے تو وہ زمین پاک ہے، البتہ اس پر تیمم درست نہیں ہے۔

(۹) نجس مٹی سے بنائے جانے والے برتن جب تک کچے ہیں ناپاک ہیں اور جب پکا لیے جائیں تو پاک ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) گوبر سے لپی ہوئی زمین ناپاک ہے، اس پر بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھنا درست نہیں۔

نجاست جذب نہ کرنے والی چیزوں کی پاکی کے طریقے:

(۱) دھات سے بننے والی چیزیں جیسے تلوار، چاقو، چھری، آئینہ یا سونے چاندی اور دوسری دھات کے زیور یا تانبہ، پیتل، ایلومینیم اور اسٹیل کے برتن وغیرہ اگر ناپاک ہو جائیں تو زمین پر رگڑنے مانجھنے یا تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ چیزیں نقشین نہ ہوں۔

(۲) چینی مٹی، چینی شیشے یا چکنے پتھر کے برتن یا وہ استعمال شدہ پرانے برتن جن میں نجاست جذب نہ ہو، یہ بھی زمین پر رگڑنے مانجھنے یا تر کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہوجاتے ہیں۔ رگڑنے اور پونچھنے میں اتنا اہتمام کیا جائے کہ نجاست کا اثر نہ رہے۔ بشرطیکہ برتن نقشین نہ ہوں۔

(۳) دھات کی چیزیں اور چینی وغیرہ کے برتن تین بار پانی سے دھودینے سے بھی پاک ہوجاتے ہیں۔

(۴) اگر یہ چیزیں منقش ہوں، جیسے زیور یا نقشین برتن تو پانی سے دھوئے بغیر محض رگڑنے اور تر کپڑے سے پوچھنے سے پاک نہ ہوں گی۔

(۵) دھات کے بنے ہوئے برتن یا دوسری چیزیں مثلاً چاقو، چھری، پھکنی، چمٹا وغیرہ آگ میں ڈال دینے سے بھی پاک ہوجاتے ہیں۔

(۶) مٹی، پتھر کے برتن بھی آگ میں ڈال دینے سے پاک ہوجاتے ہیں۔

(۷) اگر چٹائی، تخت، ٹاٹ یا کسی دوسری چیز کے فرش پر گاڑھی اور بستہ نجاست لگ جائے تو محض تر کپڑے سے پونچھنے سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے۔

نجاست جذب کرنے والی چیزوں کی پاکی کے طریقے:

(۱) موزہ، جوتا، یا چمڑے سے بنی ہوئی دوسری چیزیں اگر نجس ہوجائیں اور نجاست گاڑھی ہو جیسے گوبر، پاخانہ، خون، منی وغیرہ تو نجاست کھرچنے رگڑنے یا مل کر دور کر دینے سے پاک ہوجاتی ہے اور اگر نجاست رقیق ہو جو خشک ہونے کے بعد نظر نہ آئے تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوں گی۔ ان کے دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بار دھوکر اتنی دیر توقف کیا جائے کہ پانی ٹپکنا بند ہوجائے۔ اس طرح تین بار دھویا جائے۔

(۲) مٹی کے نئے برتن یا ایسے پتھر کے برتن جن میں پانی جذب ہو یا لکڑی کے برتن جن میں نجاست جذب ہوجاتی ہو، ایسے برتن یا استعمال کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو ان کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو تین بار دھویا جائے اور ہر

مرتبہ اتنا خشک کرلیا جائے کہ پانی ٹپکنا بالکل بند ہو جائے اور اگر بہتے پانی میں دھوئی جائیں تو خشک کرنے کی شرط نہیں ہے، صرف اس قدر کافی ہے کہ اچھی طرح دھل جائیں اور پانی بالکل ہی ٹپک جائے۔

(۳) غلہ اگر ناپاک ہو جائے تو تین بار دھویا جائے اور ہر بار خشک کر دیا جائے، اور اگر نجاست گاڑھی اور بستہ ہے تو اس کا دور کر دینا کافی ہے۔ مثلاً غلے کی ٹنکی میں بلی نے پاخانہ کر دیا اور پاخانہ بندھا ہوا خشک ہے تو صرف اس کا ہٹا دینا کافی ہے۔ غلہ پاک رہے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیجیے کہ اگر کچھ دانوں پر نجاست کے اثر کا شبہ ہو تو ان کو تین بار دھو ڈالیے۔

(۴) اگر کپڑے پر نجاست لگ جائے تو تین بار دھونے اور ہر بار اچھی طرح نچوڑنے سے پاک ہو جاتا ہے، اور اگر نجاست ایسی ہے کہ اچھی طرح مل کر دھونے اور نچوڑنے سے بھی اس کی بدبو نہیں گئی یا کچھ دھبہ رہ گیا۔ تو کوئی ہرج نہیں کپڑا پاک ہو گیا۔

(۵) کپڑے میں منی لگ جائے اور خشک ہو جائے تو منی کو کھرچنے یا ملنے رگڑنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا اور اگر منی سوکھی نہ ہو تو تین بار دھونے سے کپڑا پاک ہو گا۔ اور اگر کسی نے پیشاب کر کے استنجا نہ کیا تھا اور ایسے وقت منی نکلی تو دھونا ضروری ہے، اور اگر منی بالکل ہی رقیق ہو اور سوکھ جائے تو دھونے سے پاک ہو گی۔

(۶) پانی کی طرح جو چیزیں رقیق اور پتلی ہوں اور چکنی نہ ہوں۔ ان کے ذریعے بھی کپڑے پر لگی ہوئی نجاست دھونا اور پاک کرنا درست ہے۔

(۷) اگر کپڑے کو بہتے پانی میں دھو رہے ہوں تو نچوڑنے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا کافی ہے کہ پانی ایک طرف سے دوسری طرف سرایت کر کے نکل جائے۔

(۸) اگر کوئی ایسا کپڑا ہو جس کو نچوڑنے میں پھٹنے کا اندیشہ ہو تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین بار دھویا جائے اور ہاتھ یا کسی اور ذریعے سے اس طرح دبایا جائے کہ پانی نکل جائے مگر کپڑے کو نقصان نہ پہنچے۔

(۹) ناپاک گھی، تیل یا کوئی اور روغن اگر کپڑے میں لگ جائے۔ تو تین مرتبہ دھو دینے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ چاہے روغن کی چکناہٹ باقی رہ جائے۔ اس لیے کہ روغن میں شامل ہونے والی نجاست تین بار دھو دینے سے پاک ہو گئی۔

(۱۰) اگر کسی مردار کی چربی سے کپڑا نجس ہو جائے تو صرف تین بار دھونا کافی نہیں، چکناہٹ کا دور کرنا بھی ضرورت ہے۔

(۱۱) اگر چٹائی، ٹاٹ، بڑی دری، یا اور کسی ایسی چیز سے بنے ہوئے فرش پر جس کا نچوڑنا دشوار ہے، کوئی پتلی اور رقیق نجاست لگ جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر تین بار پانی ڈالا جائے اور ہر بار خشک کر دیا جائے۔ خشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی چیز رکھیں تو تر نہ ہو۔

(۱۲) اگر کورا برتن پلید ہو جائے اور برتن نجاست کو جذب کر لے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں پانی بھر دیجیے۔ جب نجاست کا اثر پانی میں آ جائے تو پانی پھینک کر پھر بھر دیجیے۔ اسی طرح کرتے رہیے یہاں تک کہ نجاست کا اثر زائل ہو جائے۔ نہ رنگ باقی رہے اور نہ بو باقی رہے۔

(۱۳) نجس رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کو پاک کرنے کے لیے اتنا دھوئیے کہ صاف پانی آنے لگے چاہے رنگ چُھوٹے یا نہ چُھوٹے کپڑا پاک ہو جائے گا۔

رقیق اور سیال چیزوں کی پاکی کے طریقے:

(۱) ناپاک چربی یا تیل کا صابون بنا لیا جائے تو یہ صابن پاک ہو گا۔

(۲) تیل یا گھی ناپاک ہو جائے تو تیل کے برابر پانی ڈال کر جلایا جائے۔ جب جل جائے تو پھر پانی ڈال کر جلایا جائے۔ اس طرح تین بار کرنے سے گھی یا تیل پاک ہو جائے گا، یا گھی تیل میں پانی ڈالا جائے۔ جب گھی یا تیل اوپر آ جائے تو اتار لیا جائے اس طرح تین بار کرنے سے گھی یا تیل پاک ہو جائے گا۔

(۳) شہد، شیرہ یا شربت اگر ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی ڈال کر جوش دیجیے۔ جب

پانی خشک ہو جائے تو پھر پانی ڈال کر جوش دیجیے اس طرح تین بار کرنے سے پاک ہو جائے گا۔

(۴) اگر ناپاک تیل، سر یا بدن پر مل لیا۔ تو صرف تین بار دھونے سے سر اور بدن پاک ہو جائے گا، صابون یا تیل کی چکنائی صاف کرنے کا اہتمام کرنا ضروری نہیں۔

گاڑھی اور جمی ہوئی چیزوں کی پاکی کے طریقے:

(۱) اگر جما ہوا گھی یا جمی ہوئی چربی یا جما ہوا شہد ناپاک ہو جائے تو صرف ناپاک حصے کو الگ کر دینے سے پاک ہو جائے گا۔

(۲) گندھا ہوا آٹا یا خشک آٹا ناپاک ہو جائے تو ناپاک حصہ الگ کر دینے سے پاک ہو جائے گا۔ مثلاً گندھے ہوئے آٹے میں کتے نے منہ ڈال دیا تو اتنا حصہ نکالنے سے پاک ہو جائے گا اور اگر سوکھے آٹے میں ڈالا تو جہاں جہاں اس کا لعاب محسوس ہو اس کو الگ کر دیجئے۔ باقی سب پاک ہے۔

(۳) صابون میں کوئی نجاست لگ جائے تو ناپاک حصے کو کاٹ کر الگ کر دیجیے۔ باقی پاک ہے۔

کھال کی پاکی کے طریقے:

(۱) دباغت یعنی پکانے سے ہر جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ جانور حلال ہو یا حرام۔ درندہ ہو یا چرندہ، البتہ سور کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہو سکتی۔

(۲) حلال جانور کی کھال صرف ذبح کرنے سے پاک ہو جاتی ہے، اس کو پاک کرنے کے لیے دباغت کی ضرورت نہیں۔

(۳) اگر سور کی چربی یا کسی اور ناپاک چیز سے کھال کو دباغت دی جائے تو دباغت کے بعد تین بار دھو لینے سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔

جسم کی پاکی کے طریقے:

(۱) جسم پر نجاست حقیقی[1] لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہوجاتا ہے، البتہ اگر منی لگ جائے اور گاڑھی ہو تو صرف کھرچنے سے جسم پاک ہوجائے گا۔ اور اگر رقیق ہو تو دھونے سے پاک ہوگا۔

(۲) اگر ناپاک رنگ سے جسم یا بال رنگین ہوجائیں تو صرف اس قدر دھونے سے پاکی حاصل ہوجائے گی کہ پانی صاف نکلنے لگے۔ رنگ کا چھڑانا ضروری نہیں۔

(۳) جسم گدوا کر اگر کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے تو صرف تین بار دھو لینے سے بدن پاک ہوجائے گا۔ اس نجس چیز کو چھیل کر نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) اگر زخم میں کوئی نجس چیز بھر دی جائے اور زخم ٹھیک ہوجائے تو اس نجس چیز کے نکالنے کی ضرورت نہیں۔ صرف دھو دینے سے جسم پاک ہوجائے گا یا اگر ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے بدلے نجس ہڈی رکھ دی گئی یا زخم کے ٹانکے نجس چیز سے سی دیئے گئے یا ٹوٹے ہوئے دانت کو کسی نجس چیز سے جمایا گیا تو ان صورتوں میں اچھا ہونے کے بعد صرف تین بار دھونے سے بدن پاک ہوجاتا ہے۔

(۵) بدن میں نجس تیل یا اور کوئی چکناہٹ والی چیز مَلی گئی یا لگ گئی تو صرف تین بار دھونے سے بدن پاک ہوجائے گا۔ چکناہٹ دُور کرنے کا اہتمام ضروری نہیں۔

احکام طہارت کے چھ کارآمد اصول

(۱) بے جا مشقت سے بچنے کے لیے احکام میں سہولت ہوجاتی ہے۔ یعنی جو احکام قیاس سے ثابت ہیں ان میں اگر کسی وقت غیر معمولی دشواری ہو تو ان میں شریعت کی طرف سے معافی اور سہولت ہوجاتی ہے۔ مثال کے طور پر میت کو نہلاتے وقت اس کی لاش سے جو پانی گرتا ہے وہ نجس ہے، لیکن نہلانے والے پر اگر اس کی چھینٹیں پڑ جائیں تو معاف ہیں۔ اس لیے کہ اس سے بچنا دشوار ہے۔

---

[1] جسم نجاست حکمی سے ناپاک ہوجاتا ہے۔

(۲) جس چیز میں لوگ عام طور پر مبتلا ہوں، وہ بھی بے جا مشقت میں داخل ہے یعنی کسی کام کو عام طور پر سبھی کر رہے ہیں اور قیاس سے وہ ناجائز ہے، لیکن اس کا ترک کرنا چونکہ بہت دشوار ہے۔ اس لیے اس میں سہولت ہو جائے گی۔

مثال کے طور پر، بارش کے موسم میں عام طور پر راستوں میں پانی کیچڑ ہو جاتا ہے اور اس سے بچنا نہایت دشوار ہے۔ اس لیے اگر اس کی چھینٹیں کپڑوں پر پڑ جائیں تو وہ معاف ہیں۔

(۳) جو چیز کسی اہم ضرورت سے جائز قرار دی گئی ہے۔ وہ بقدرِ ضرورت ہی جائز ہوگی۔ یعنی جو چیز کسی موقع پر کسی مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے جائز کر دی گئی ہے تو وہ صرف اسی موقع کے لیے جائز ہوگی۔ دوسرے موقعوں پر وہ بلا ضرورت جائز نہ ہوگی۔

مثال کے طور پر دائیں چلاتے وقت اگر جانور غلے پر پیشاب کر دیں، تو ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہے اور غلہ پاک رہے گا لیکن اس موقع کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر جانور اس پر پیشاب کر دیں تو غلہ ناپاک ہو جائے گا۔

(۴) جو نجاست ایک بار زائل ہو گئی وہ پھر نہ لوٹے گی۔ یعنی شریعت نے جس نجاست کے زائل ہو جانے کا حکم دے دیا ہے وہ پھر دوبارہ نہیں لوٹتی۔ مثال کے طور پر کپڑے سے خشک منی کھرچ دی جائے، تو وہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے، اس کے بعد اگر وہ کپڑا پانی میں گر جائے تو نہ کپڑا پلید ہوگا اور نہ پانی ناپاک ہوگا۔ اسی طرح نجس زمین جب خشک ہونے سے پاک ہو گئی تو اس کے بعد اگر زمین بھیگ جائے تو اس کی ناپاکی نہ لوٹے گی۔

(۵) یقین اور گمان غالب کے مقابلے میں وہم اور شک کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ یعنی جس چیز کے بارے میں یقین یا گمان غالب یہ ہو کہ یہ پاک ہے تو وہ پاک ہی ہے۔ محض شک اور وہم کی بنیاد پر اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا۔

(۶) رواج اور عرفِ عام کے مطابق حکم دیا جائے گا، یعنی جائز ناجائز ہونے کا حکم لگاتے

وقت عام رواج اور عادت کا اعتبار کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر عام عادت یہ ہے کہ ہر آدمی طبعاً اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو ناپاکی سے بچاتا ہے۔ لہٰذا کافروں کے کھانے پینے کی چیزیں بھی پاک سمجھی جائیں گی۔ ان کو اسی وقت ناپاک کہنا صحیح ہو گا جب کسی واقعی دلیل سے یا مضبوط قرینے سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہو جائے۔

احکامِ طہارت میں شرعی سہولتیں:

(۱) نجاستِ غلیظہ ایک درہم کے بقدر معاف ہے، گاڑھی ہو تو ایک درہم کے وزن کے برابر اور اگر پتلی ہو تو درہم کی پیمائش کے برابر۔ یعنی اس مقدار میں جسم یا کپڑے پر نجاست لگی تھی اور نماز ادا کر لی تو نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ دھونے کا موقع ہو تو دھونا ہی بہتر ہے۔

(۲) نجاست خفیفہ اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو چوتھائی حصے کے بقدر معاف ہے۔

(۳) میت کو نہلاتے وقت نہلانے والے پر جو چھینٹیں پڑیں، وہ معاف ہیں۔

(۴) کھلیان میں دائیں چلاتے وقت جانور پیشاب کر دیں تو غلہ پاک رہے گا۔

(۵) برسات کے موسم میں جب راستوں میں پانی کیچڑ عام ہو اور بچنا دشوار ہو تو یہ چھینٹیں معاف ہیں۔

(۶) پیشاب یا کسی اور نجاست کی چھینٹیں سوئی کی نوک جیسی باریک باریک اگر جسم پر پڑ جائیں تو کپڑا، یا بدن ناپاک نہ ہو گا جو لوگ چوپائے پالتے ہیں ان کے بدن اور کپڑوں پر اگر متفرق طور سے جانوروں کا پیشاب اور گوبر وغیرہ لگ جائے۔ جو مجموعی طور پر ایک درہم سے زیادہ ہو تب بھی معاف ہے۔

(۷) اگر غلے کے ساتھ چوہے کی کچھ مینگنیاں بھی پس جائیں لیکن اتنی نہ ہوں کہ آٹے میں اثر معلوم ہونے لگے تو یہ آٹا پاک ہے، اور اگر کچھ مینگنیاں روٹی میں پک جائیں یا چاول اور سویوں وغیرہ میں پک جائیں لیکن سخت رہیں، کھلیں نہیں تو یہ غذائیں پاک ہیں۔ ان کا کھانا درست ہے۔

(۸) انسان کا خون چوسنے والے وہ جانور جن میں بہنے والا خون نہیں ہے۔ جیسے مچھر، مکھی، پسو وغیرہ۔ یہ اگر آدمی کا خون پی لیں اور پھر ان کے مارنے سے جسم یا کپڑے پر خون کے دھبے لگ جائیں تو جسم یا کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔

(۹) نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں بھی پاک ہے اور راکھ بھی۔ مثلاً گوبر جلایا جائے تو اس کا دھواں روٹی یا غذا پر لگے یا اس کی راکھ سے برتن مانجے جائیں تو یہ درست ہے، برتن ناپاک نہ ہوں گے۔

(۱۰) ناپاک فرش، تخت، چٹائی یا مٹی پر آدمی لیٹ جائے اور جسم بھیگا ہوا ہو یا ناپاک فرش اور زمین پر کسی نے بھیگا ہوا پیر رکھ دیا، یا ناپاک فرش پر سوتے ہوئے پسینہ آ گیا۔ ان سب صورتوں میں اگر جسم پر نجاست کا اثر نمایاں نہ ہو تو جسم پاک رہے گا۔

(۱۱) دودھ دوہتے میں اگر اتفاق سے دو ایک مینگنی دودھ میں پڑ جائیں یا گائے، بھینس کا تھوڑا گوبر گر جائے تو فوراً نکال لینا چاہیے، یہ دودھ پاک ہے، اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔

(۱۲) بھیگا ہوا کپڑا کسی ناپاک چیز پر سوکھنے کے لیے پھیلا دیا، یا ویسے ہی رکھ دیا یا کوئی ناپاک چوکی یا چارپائی پر بیٹھ گیا اور اس کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے، تو کپڑے ناپاک نہ ہوں گے۔ ہاں اگر نجاست کا اثر کپڑوں میں محسوس ہونے لگے تو پاک نہ رہیں گے۔

پاکی ناپاکی کے متفرق مسائل

(۱) مچھلی، مچھر، کھٹمل، مکھی وغیرہ کا خون نجس نہیں، جسم اور کپڑے پر لگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا۔

(۲) دری، چٹائی یا کسی اور فرش کا ایک حصہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک حصے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

(۳) ہاتھ پیروں یا بالوں میں مہندی لگائی اور پھر معلوم ہوا کہ یہ مہندی ناپاک تھی تو تین

بار اچھی طرح دھو لینے سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔ مہندی کے رنگ کو زائل کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۴) آنکھوں میں سرمہ یا کاجل لگایا اور معلوم ہوا کہ یہ ناپاک تھا تو اب اس کا پونچھنا یا دھونا واجب نہیں البتہ اگر کچھ حصہ بہہ کر باہر آجائے تو اس کا دھونا ضروری ہے۔

(۵) کتے کا لعاب ناپاک ہے لیکن کتے کا جسم نجس نہیں ہے، اگر کتا کسی کے جسم یا کپڑوں سے چھو جائے، چاہے اس کا بدن بھیگا ہو یا سوکھا، کپڑا یا جسم ناپاک نہ ہوگا۔ البتہ کتے کے جسم میں کوئی نجاست لگی ہو تو ناپاک ہو جائے گا[1]۔

(۶) ایسا موٹا تختہ جو بیچ میں سے چیرا جا سکتا ہو وہ اگر ایک طرف سے ناپاک ہو جائے تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے۔

(۷) جن کا جوٹھا پاک ہے، ان کا پسینہ بھی پاک ہے، مثلاً آدمی کا پسینہ پاک ہے چاہے وہ مسلم، ہو یا غیر مسلم مرد ہو یا عورت، حالتِ حیض والی عورت ہو یا نفاس والی، اور اس شخص کا پسینہ پاک ہے جس کو نہانے کی ضرورت ہو۔

(۸) اگر نجاست کو جلا کر اس کے دھوئیں سے کوئی چیز بنائیں تو وہ پاک ہے اور نجاستوں سے اٹھنے والے بخارات بھی پاک ہیں۔

(۹) مشک اور اس کا نافہ اور عنبر پاک ہیں۔

(۱۰) سوتے میں آدمی کے منہ سے پانی نکلتا ہے وہ اگر بدن یا کپڑوں پر لگ جائے تو پاک ہے۔

(۱۱) حلال جانوروں کا انڈا گندہ ہو جائے تو پاک ہے اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن پاک رہے گا۔

(۱۲) اگر کوئی چیز ناپاک ہو جائے اور یاد نہ رہے کہ نجاست کس جگہ لگی ہے تو احتیاطاً پوری چیز دھو لینی چاہیے۔

(۱۳) کتے کا لعاب اگر دھات یا مٹی کے برتن میں لگ جائے تو تین بار اچھی طرح دھو

---

[1] علم الفقہ جلد ۱

لینے سے پاک ہوجائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ سات بار اس طرح دھویا جائے کہ ایک بار مٹی سے مانج کر دھویا جائے اور چھ بار صرف پانی سے دھویا جائے۔

نجاست حکمی:

نجاستِ حکمی، ناپاکی کی اس حالت کو کہتے ہیں، جس کا ناپاک ہونا ہمیں نظر نہیں آتا بلکہ شریعت کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے، جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا، نجاست حکمی کو حدث بھی کہتے ہیں۔

نجاست حکمی کی قسمیں

نجاست حکمی یا حدث کی دو قسمیں ہیں۔ حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر۔

حدثِ اصغر:

یعنی ناپاکی کی وہ حالت جو، پیشاب، پاخانہ کرنے، ریاح خارج ہونے، جسم کے کسی حصے سے خون یا پیپ کے بہنے، منہ بھر کر قے ہونے، استحاضہ کا خون آنے، ٹیک لگا کر سونے، وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے، حدثِ اصغر سے پاک ہونے کا طریقہ وضو ہے اور جہاں پانی میسر نہ ہو یا پانی کا استعمال شدید مضر ہے، تیمم سے بھی پاکی حاصل ہوجاتی ہے، حدثِ اصغر کی حالت میں نہ آدمی نماز پڑھ سکتا ہے، اور نہ قرآنِ پاک کو ہاتھ لگانا درست ہے۔ البتہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ہر وقت قرآن رہتا ہو اور بار بار وضو کرنا دشوار ہو یا قرآنِ پاک پڑھنے والے بچے ہوں تو ان کے لیے گنجائش ہے، نیز حدثِ اصغر میں زبانی قرآن پڑھنا درست ہے[1]۔

حدثِ اکبر:

یعنی ناپاکی کی وہ حالت، جو عورت سے مباشرت کرنے یا کسی اور طریقے سے شہوت کے ساتھ منی نکلنے یا سونے میں احتلام ہوجانے اور حیض ونفاس کا خون آنے کی وجہ سے پیدا

---

[1] حدثِ اصغر کے بقیہ احکام ومسائل وضو کے بیان میں صفحہ ۱۰۴ پر اور استحاضہ کے بیان صفحہ ۸۳ پر دیکھیے۔

ہوتی ہے۔ حدثِ اکبر سے پاک ہونے کا طریقہ غسل ہے اور غسل کرنا ممکن نہ ہو تو تیمم سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے، حدثِ اکبر میں آدمی نہ نماز پڑھ سکتا ہے، نہ قرآنِ پاک چھو سکتا ہے، اور نہ زبانی تلاوت کر سکتا ہے، نہ مسجد میں داخل ہو سکتا ہے البتہ مسجد میں داخل ہونا ناگزیر ہی ہو مثلاً غسل خانے کا راستہ ہی مسجد میں سے ہو کر گزرتا ہے، یا پانی اور پانی کا برتن لینے کے لیے مسجد میں جانا ناگزیر ہے تو ایسی شدید ضرورت میں داخل ہونے کی اجازت ہے[1]۔

حیض کا بیان

بالغ ہونے کے بعد عورت کو ہر مہینے جسم کے اگلے حصے سے عادت کے مطابق جو خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔ یہ خون نجس ہے، کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو کپڑا یا بدن ناپاک ہو جائے گا۔

حیض آنے کی عمر:

حیض آنے کی عمر کم سے کم نو سال ہے، نو سال کی عمر سے پہلے اگر کسی لڑکی کو خون آئے تو وہ حیض نہیں ہے اور بالعموم پچپن سال کی عمر تک حیض آتا ہے، پچپن سال کی عمر کے بعد جو خون آتا ہے وہ حیض نہیں ہے، ہاں اگر اس عمر میں آنے والے خون کا رنگ گہرا سرخ یا سیاہی مائل سرخ ہو تو حیض سمجھا جائے گا۔

حیض کی مدت:

حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے، اگر کسی خاتون کو تین دن اور تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے، اسی طرح دس دن اور دس رات سے زیادہ جو خون آیا وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ کا خون ہے جو کسی بیماری کی وجہ سے آتا ہے اور اس کے احکام بھی حیض سے مختلف ہیں۔

---

[1] حدثِ اکبر کے باقی مسائل غسل کے بیان میں صفحہ ۱۳۴ پر اور حیض ونفاس کے بیان میں صفحہ ۸۸ پر دیکھیے۔

حیض کے مسائل

(۱) حیض کے مقررہ ایام میں خالص سفید رنگ کے علاوہ جس رنگ کا خون بھی آئے، سرخ، زرد، خاکی، سبز، سیاہ سب حیض ہے۔

(۲) جس خاتون کو پچپن سال کی عمر سے پہلے بھی ایام حیض میں گہرے سرخ رنگ کے علاوہ، سبز، خاکی اور زرد رنگ کا خون آتا رہا ہے، ایسی خاتون کو اگر پچپن سال کی عمر کے بعد سبز، خاکی یا زرد رنگ کا خون آئے تو وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا۔

(۳) تین دن اور تین رات کی مدت سے ذرا بھی کم خون آئے تو وہ حیض نہ ہوگا۔ مثلاً کسی خاتون کو جمعہ کے دن سورج نکلتے وقت خون آیا اور دوشنبہ کو سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے بند ہو گیا یعنی تین راتیں پوری ہونے میں کمی رہ گئی تو یہ خون حیض نہ سمجھا جائے گا۔ بلکہ استحاضہ ہوگا۔

(۴) اگر کسی خاتون کو تین یا چار دن خون آنے کی عادت رہی ہے پھر کسی مہینے میں اس سے زیادہ دنوں تک خون آیا تو یہ سب حیض ہے، ہاں اگر دس دن سے کچھ بھی زیادہ خون آیا۔ تو جتنے دن کی عادت رہی ہے صرف اتنی مدت حیض سمجھا جائے گا۔ باقی ایام استحاضے کے ہوں گے۔

(۵) دو حیض کے درمیان طہر یعنی پاکی کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں..... پس اگر کسی خاتون کو کئی مہینے تک یا عمر بھر خون نہ آئے تو وہ پاک رہے گی، یا ایک دو روز خون آیا پھر دس بارہ روز پاک رہی۔ پھر ایک دو روز خون آ کر بند ہو گیا تو یہ پوری مدت استحاضے میں شمار ہوگی۔

(۶) اگر کسی خاتون کو حیض کی مدت سے کم یعنی ایک یا دو دن خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی، اس کے بعد پھر ایک یا دو دن خون آیا اور بند ہو گیا تو یہ پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہے ہی، پندرہ دن کے بعد جو چند دن خون آیا ہے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

(۷) کسی نے پہلی بار خون دیکھا اور وہ برابر کئی ماہ تک جاری رہا تو جس دن سے خون آنا شروع ہوا ہے۔ اس دن سے دس دن تو حیض کے ہوں گے۔ باقی بیس دن استحاضے کے، اور اسی طرح ہر مہینے کے پہلے دس دن حیض کے باقی بیس دن استحاضے کے سمجھے جائیں گے۔

(۸) اگر کسی خاتون کو ایک دو روز خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی تھی کہ دوبارہ خون آنے لگا تو اس کی پاکی کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ گویا خون برابر جاری رہا۔ اب اس خاتون کی مقررہ عادت کے بقدر تو ایامِ حیض ہوں گے باقی ایام استحاضے کے ہوں گے اور اگر اس خاتون کو پہلی ہی بار خون آیا تو دس دن حیض کے ہوں گے اور باقی استحاضہ سمجھا جائے گا۔ مثال کے طور پر کسی خاتون کو ہر مہینے کی پہلی، دوسری، اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے پھر کسی مہینے میں ایک ہی دن خون آ کر بند ہو گیا اور چودہ دن تک پاک رہی پھر سولہویں دن خون آ گیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ سولہ دن برابر خون آیا جس میں سے پہلی، دوسری اور تیسری تاریخ تک تین دن تو معمول کے مطابق حیض کے ایام شمار ہوں گے باقی چوتھی تاریخ سے سولہویں تاریخ تک کے تیرہ دن استحاضے کے سمجھے جائیں گے اور اگر چوتھی، پانچویں، چھٹی تاریخ ہی کی عادت رہی تھی تو یہ ایام حیض کے سمجھے جائیں گے اور باقی پہلے کے تین دن اور بعد کے دس دن استحاضے کے سمجھے جائیں گے۔

(۹) اگر کسی خاتون کی کوئی عادت مقرر نہ ہو، کبھی چار دن آیا، کبھی سات دن اور کبھی دس دن بھی آجاتا ہے تو یہ سب حیض ہے، ایسی خاتون کو اگر کبھی دس دن سے زیادہ خون آجائے تو یہ دیکھے کہ گزشتہ مہینے کے کتنے روز خون آیا تھا، بس اتنے ہی دن حیض کے سمجھے۔ باقی ایام استحاضہ سمجھے۔

نفاس کا بیان

بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے عضوِ مخصوص سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ بچہ آدھے سے زیادہ باہر نکل آنے پر جو خون آئے وہ نفاس ہوگا اور جو اس سے پہلے نکلے وہ نفاس کا خون نہ ہوگا۔

نفاس کی مدت:

نفاس کے خون آنے کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے؟ اور کم کی کوئی حد نہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی عورت کو نفاس کا خون بالکل ہی نہ آئے۔

نفاس کے مسائل

(۱) اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو بالکل ہی خون نہ آئے تب بھی بچہ پیدا ہونے کے بعد اس پر نہانا واجب ہے۔

(۲) نفاس کی مدت میں خالص سفید رنگ کے علاوہ جس رنگ کا خون بھی آئے وہ نفاس کا خون ہوگا۔

(۳) نفاس کے بعد حیض آنے کے درمیان میں عورت کے پاک رہنے کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔

(۴) حمل گر جانے کی صورت میں اگر بچے کا کوئی عضو بن چکا تھا تو آنے والا خون نفاس کا خون ہوگا اور اگر بچہ محض گوشت کا لوتھڑا ہی ہے تو آنے والا خون نفاس کا خون نہ ہوگا، پس اگر اس میں حیض کی شرائط پوری ہوں تو حیض سمجھا جائے گا ورنہ استحاضہ، مثلاً تین دن سے کم آیا یا پاکی کا زمانہ پورے پندرہ دن نہیں ہوا تو وہ استحاضہ ہے۔

(۵) اگر کسی خاتون کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا اور یہ پہلا ہی بچہ ہے تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور باقی استحاضہ ہے پس چالیس دن کے بعد نہا دھو کر دینی فرائض

پورے کر کے خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے، اور اگر عورت کا پہلا بچہ نہ ہو اور اس کی عادت مقررہ معلوم ہو تو اس کی عادت کے بقدر مدت نفاس کی ہے۔ اور باقی ایام استحاضے کے ہیں۔

(۶) کسی خاتون کی عادت بن چکی ہے کہ تین دن نفاس کا خون آتا ہے لیکن کسی مرتبہ تیس دن پورے ہونے پر بھی خون بند نہ ہوا۔ چالیس دن پورے ہونے پر بند ہوا تو یہ پوری چالیس دن کی مدت نفاس کی مدت ہوگی اور اگر چالیس دن پورے ہونے پر بھی خون بند نہ ہوا تو پھر تیس دن معمول کے مطابق نفاس کے ہوں گے اور باقی زائد دن سب استحاضے کے ہوں گے۔ اس لیے اس کو چاہیے کہ چالیس دن کے بعد فوراً غسل کرے اور پچھلے دس دن کی نمازیں قضاء کرے۔

(۷) اگر کسی خاتون کو چالیس دن پورے ہونے سے پہلے ہی خون بند ہو جائے تو وہ چالیس دن پورے ہونے کا انتظار نہ کرے بلکہ غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھنا شروع کر دے اور اگر غسل کرنے سے کسی شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو تیمم کے ذریعے پاکی حاصل کر کے دینی فرائض ادا کرے، نمازیں ہرگز قضا نہ ہونے دے۔

حیض ونفاس کے احکام

(۱) ایامِ حیض میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا حرام ہے۔ نماز تو اس دوران بالکل ہی معاف ہے یعنی اس کی قضا بھی نہیں ہے۔ البتہ روزہ بالکل معاف نہیں ہے۔ پاک ہونے کے بعد قضا روزے رکھنے ہوں گے۔

(۲) حیض اور نفاس والی خاتون کے لیے مسجد میں جانا، کعبہ کا طواف کرنا، قرآن پاک کی تلاوت کرنا حرام ہے۔

(۳) سجدۂ تلاوت کرنا اور قرآن پاک کا چھونا بھی ناجائز ہے۔ البتہ جزدان یا رومال کے ساتھ چھونا جائز ہے، جسم پر پہنے ہوئے کپڑوں سے چھونا بھی جائز نہیں اور اس کپڑے کے ساتھ چھونا بھی جائز نہیں جو جلد کے ساتھ سلا ہوا ہو۔

(۴) اگر سورۂ فاتحہ دعا کی نیت سے پڑھی جائے تو جائز ہے، اسی طرح دعائے قنوت پڑھنا بھی جائز ہے اور قرآنِ پاک میں آئی ہوئی ساری دعاؤں کو دعا کی نیت سے پڑھنا بھی درست ہے۔

(۵) کلمہ کا ورد کرنا، درود شریف پڑھنا، خدا کا ذکر کرنا، استغفار پڑھنا یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا جائز ہے۔ جیسے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ کا ورد کرے، تو یہ منع نہیں۔

(۶) عید گاہ جانا، کسی دینی تعلیم گاہ میں جانا اور شدید ضرورت کے وقت مسجد میں جانا درست ہے اور مناسب یہ ہے کہ تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو۔

(۷) جو خاتون کسی کو قرآن شریف پڑھاتی ہو، وہ حالتِ حیض میں قرآنِ شریف پڑھا سکتی ہے لیکن پوری آیت کو مسلسل ایک دم نہ پڑھے بلکہ رُک رُک کر آیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھائے اور ایسی خاتون کے لیے اس طرح پڑھنا جائز ہے۔

(۸) حیض ونفاس کے ایام میں بیوی سے ہم بستری کرنا حرام ہے اور ہم بستری کے علاوہ دوسرے سارے تعلقات مثلاً بوس وکنار، ساتھ کھانا پینا، ساتھ سونا وغیرہ سب جائز ہے، بلکہ حالتِ حیض میں بیوی سے الگ تھلگ رہنے کا اہتمام کرنا، ساتھ کھانے پینے اور بوس وکنار کرنے سے پرہیز کرنا مکروہ ہے[1]۔

(۹) کسی خاتون کو پانچ دن خون آنے کی عادت تھی لیکن چار دن خون آ کر بند ہو گیا۔ تو ایسی خاتون کو نہا کر نماز پڑھنا واجب ہے البتہ پانچ دن پورے ہونے سے پہلے ہم بستری کرنا درست نہیں مبادا پھر خون آ جائے۔

(۱۰) کسی خاتون کو پورے دس دن اور دس رات خون آ کر بند ہو گیا۔ ایسی خاتون سے خون بند ہونے کے بعد ہم بستری اس صورت میں بھی جائز ہے جبکہ وہ نہ نہائی ہو۔ اسی طرح جس خاتون کو چھ دن کی عادت ہے، عادت کے مطابق اس کو چھ دن خون آ کر بند ہو گیا..... تو اس صورت میں بھی غسل کرنے سے پہلے خاتون سے ہم

---

[1] مکروہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ نبیؐ حالتِ حیض میں اپنی زوجۂ مطہرہ سے میل جول رکھتے تھے اور یہ بھی ہے کہ یہود حائضہ عورت کو بالکل اچھوت بنا دیتے تھے اور اس سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے اور مسلمانوں کو ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

بستر ہونا جائز ہے، اور اگر مقررہ عادت سے پہلے ہی خون بند ہو گیا تو عادت کے ایام پورے ہونے سے پہلے صحبت جائز نہیں چاہے وہ خاتون غسل بھی کر لے۔

(۱۱) کسی خاتون کو چھ دن خون آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ چھ دن پورے ہو گئے اور خون بند نہیں ہوا۔ تو وہ خاتون نہا دھو کر نماز نہ پڑھے بلکہ خون بند ہونے کا انتظار کرے، پھر اگر دس دن پورے ہونے پر یا اس سے پہلے خون بند ہو جائے تو یہ ساری مدت حیض میں شمار ہو گی اور اگر خون دس دن کے بعد جاری رہا تو پھر حیض کی مدت وہی چھ دن رہے گی، جس کی عادت رہی ہے باقی ایام استحاضے کے شمار ہوں گے۔

(۱۲) جو خاتون ماہِ رمضان میں دن کے وقت پاک ہوئی، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دن کے بقیہ حصے میں کھانے پینے سے رکی رہے، اس پر واجب ہے کہ شام تک روزے داروں کی طرح رہے، اور اس دن کے روزے کی بھی قضا کرے۔

(۱۳) کوئی خاتون پاکی کی حالت میں رات کو عضوِ مخصوص میں گدّی رکھ کر لیٹ رہی، صبح کو اٹھی تو دیکھا کہ گدّی پر خون کا دھبہ ہے، ایسی صورت میں حیض کا آغاز اس وقت سے سمجھا جائے گا، جس وقت سے خون کا دھبہ دیکھا ہے۔

استحاضہ کا بیان

استحاضہ سے مراد وہ خون ہے جو نہ حیض کا خون ہے نہ نفاس کا بلکہ کسی بیماری کی وجہ سے آتا ہے، یہ خون ایسا ہی ہے جیسے کسی کی نکسیر پھوٹ جائے اور خون بند نہ ہو۔

استحاضہ کی صورتیں:

(۱) نو برس سے کم عمر کی بچی کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور پچپن سال سے زیادہ عمر کی خاتون کو جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے، ہاں اگر وہ گہرا سرخ ہو یا سیاہی مائل ہو تو حیض سمجھا جائے گا۔

(۲) حاملہ خاتون کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔

(۳) تین دن اور تین رات سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور اسی طرح دس دن ،دس رات سے زیادہ جو خون آئے ،وہ بھی استحاضہ ہے۔

(۴) جس خاتون کی مدتِ حیض عادتاً مقرر ہو اور اس کو مقررہ عادت سے زیادہ دن خون آ جائے تو یہ زائد دنوں کا خون استحاضہ ہوگا مگر یہ اسی صورت میں جب خون دس دن سے زیادہ تک جاری رہے۔

(۵) کسی خاتون کو دس دن حیض آ کر بند ہو جائے پھر پندرہ دن سے پہلے ہی دوبارہ خون آنے لگے تو یہ خون استحاضہ کا ہوگا اس لیے کہ دو حیضوں کے درمیان پاکی کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔

(٦) چالیس دن نفاس کا خون آ کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہ کر پھر دوبارہ خون آنے لگے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے۔ اس لیے کہ نفاس بند ہونے کے بعد حیض آنے کے لیے درمیان میں کم از کم پندرہ دن کی مدت ضروری ہے۔

(۷) بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا۔ اگر اس خاتون کا یہ پہلا ہی بچہ ہے اور عادت مقرر نہیں ہے تو چالیس دن سے زیادہ جتنے دن خون آیا وہ سب استحاضہ ہے اور اگر عادت مقرر ہے تو اس مقررہ عادت سے زیادہ جتنے دن خون آیا ہے وہ سب استحاضہ ہے۔

استحاضہ کے احکام:

استحاضہ والی خاتون کے احکام اس معذور کی طرح ہیں جس کی نکسیر پھوٹ جائے اور بند نہ ہو، یہ ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے یا پیشاب کی بیماری ہے کہ برابر قطرہ آتا رہتا ہے، استحاضہ والی خاتون کے احکام یہ ہیں:

(۱) استحاضہ کی حالت میں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ قضا کرنے کی اجازت نہیں اور نہ روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

(۲) استحاضہ کی حالت میں صحبت کرنا جائز ہے۔

(۳) استحاضہ والی خاتون پر غسل فرض نہیں۔صرف وضو سے پاکی حاصل ہوتی ہے۔

(۴) اس حالت میں قرآن پاک کی تلاوت، مسجد میں داخل ہونا وغیرہ سب جائز ہے۔

(۵) استحاضہ والی خاتون ایک وضو سے کئی وقت کی نمازیں نہیں پڑھ سکتی، ہر نماز کے وقت نیا وضو کرنا ضروری ہے۔

سَیلان الرّحم:

اس مرض میں عورت کے عضو مخصوص سے سفید یا زرد رطوبت برابر خارج ہوتی رہتی ہے، اس کے احکام بھی وہی ہیں جو استحاضہ کے ہیں، ایسی خاتون نماز بھی پڑھے، روزہ بھی رکھے، قرآن کی تلاوت بھی کرے، البتہ ہر نماز کے وقت عضو مخصوص کو اچھی طرح دھو لے اور تازہ وضو کر کے نماز ادا کرے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

پانی کا بیان

طہارت اسی پانی سے حاصل ہوسکتی ہے جو خود طاہر ہو، نجس پانی سے نہ وضو اور نہ غسل ہوسکتا ہے اور نہ کوئی ناپاک چیز پاک ہوسکتی ہے۔ بلکہ اس سے تو پاک چیز بھی ناپاک ہوجاتی ہے، اس لیے پانی کے طاہر اور نجس ہونے کے احکام ومسائل کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے تاکہ یقین واطمینان کے ساتھ طہارت حاصل کی جاسکے۔

پانی کی قسمیں

بنیادی طور پر پانی کی دو ہی قسمیں ہیں۔ طاہر اور نجس، یعنی پاک اور ناپاک۔

ماءِ طاہر:

پاکی حاصل کرنے کے لحاظ سے ماءِ طاہر کی چار قسمیں ہیں:

(۱) طاہر، مطہر، غیر مکروہ: یعنی وہ ناپاک پانی جس سے کسی کراہت کے بغیر اطمینان کے ساتھ وضو اور غسل کر سکتے ہیں۔ بارش کا پانی، دریا، سمندر، نہر، تالاب، چشمہ، پمپ، ٹیوب ویل اور کنویں کا پانی خواہ میٹھا ہو یا کھاری شبنم، برف اور اَولے کا پگھلا ہوا پانی، ان میں سے ہر پانی پاک ہے اور کسی کراہت کے بغیر اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۲) طاہر، مطہر، مکروہ: یعنی وہ پاک پانی جس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے، مثلاً بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے جس کے ہاتھوں کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو بلکہ شبہ ہو یا بلی وغیرہ کوئی ایسا جانور منہ ڈال دے جس کا جوٹھا مکروہ ہے تو ایسے پانی سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۳) طاہر، غیر مطہر: یعنی وہ پاک پانی جس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے، جیسے ماءِ مستعمل یعنی وہ پانی جس سے کسی شخص نے وضو کرلیا ہو یا جنابت والے شخص نے غسل کرلیا ہو، بشرطیکہ جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو، ایسا پانی اگر جسم یا کپڑوں پر لگ

جائے تو ناپاک نہ ہوں گے لیکن اس سے وضو اور غسل درست نہیں ہے۔

(۴) مشکوک: یعنی وہ پاک پانی جس سے وضو اور غسل کے جائز ہونے نہ ہونے میں شک ہے۔ مثلاً جس پانی میں خچر یا گدھا منہ ڈال کر جوٹھا کر دے اس پانی کا حکم یہ ہے کہ اس سے وضو کرنے والے کو وضو کے ساتھ ساتھ تیمم بھی کرنا چاہیے۔

ماءِ نجس:

ماءِ نجس کی صورتیں:

(۱) ماءِ جاری میں نجاست گرے اور نجاست کے اثرات سے پانی کے تینوں وصف یعنی رنگ، بو اور مزہ بدل جائے۔

(۲) کثیرِ راکد: یعنی پانی ٹھہرا ہوا ہو اور بہت زیادہ ہو اور نجاست کے اثر سے ہر طرف کا رنگ، بو اور مزہ بدل گیا ہو؟

(۳) قلیلِ راکد: یعنی ٹھہرا ہوا تھوڑا سا پانی، اگر اس میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے اور پانی کے رنگ مزے اور بو میں کوئی فرق نہ آئے تب بھی اس سے نہ وضو اور غسل درست ہے اور نہ کسی ناپاک چیز کو اس سے پاک کر سکتے ہیں۔

پانی کے مسائل میں چھ کارآمد اصول

(۱) پانی میں اصل پاکی ہے، یعنی پانی اپنی اصل کے اعتبار سے پاک ہے۔ اس لیے جب تک اس کی ناپاکی کا کوئی ثبوت نہ ہو پاک ہی مانا جائے گا۔ مثلاً جنگلوں میں گڑھوں کے اندر جو پانی بھرا رہتا ہے، وہ پاک ہے، ہاں اگر قرائن سے اس کے ناپاک ہونے کا یقین ہو جائے تب ناپاک سمجھیں گے۔

(۲) شک کی وجہ سے یقینی بات کو نہ چھوڑا جائے گا۔

مثلاً کسی گھر میں پانی رکھا ہے، وہاں سے کتا نکلتے ہوئے دیکھا گیا۔ اب شبہ ہے کہ شاید کتے نے پانی میں منہ ڈالا ہو حالانکہ نہ کتے کو منہ ڈالتے دیکھا، نہ کوئی قرینہ ہے

کہ کتنے پانی میں منہ ڈالا ہے تو ایسی صورت میں پانی پاک سمجھا جائے گا اس لیے کہ اس کا پاک ہونا یقینی ہے، اور ناپاک ہونے کا محض شبہ ہے، اور شبہ سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

(۳) شدید دشواری ہو تو احکام میں سہولت ہو جاتی ہے۔

مثلاً پرندوں کی بیٹ ناپاک ہے لیکن کنویں کو ان کی بیٹ سے بچانا نہایت دشوار ہے، اس لیے یہ حکم ہے کہ پرندوں کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

(۴) شدید ضرورت کے وقت ناجائز چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔

مثلاً کسی موقع پر پیاس کی وجہ سے جان پر آ بنی ہے، پاک پانی میسر نہیں ہے صرف ناپاک پانی ہے، تو ایسی صورت میں ناپاک پانی پینا جائز ہے۔

(۵) حکم لگانے میں زیادہ چیز کا اعتبار ہوگا۔

مثلاً کسی برتن میں مطہر اور مستعمل پانی مل گئے، تو جو زیادہ ہوگا۔ اُسی کا اعتبار ہوگا۔ اگر مطہر زیادہ ہے تو سارا پانی مطہر مانا جائے گا اور اس سے وضو اور غسل درست ہو گا۔ اور اگر مستعمل زیادہ ہے تو سارا پانی مستعمل سمجھا جائے گا اور اس سے وضو اور غسل جائز نہ ہوگا۔

(۶) جو بات نئی وجود میں آئی ہو اس کا وجود اسی وقت سے مانا جائے گا جس وقت اس کو دیکھا ہے۔

مثلاً کسی کنویں میں مرا ہوا چوہا دیکھا گیا لیکن یہ اندازہ نہیں ہے کہ کب سے گرا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس وقت سے دیکھا ہے اسی وقت سے کنویں کو ناپاک سمجھا جائے گا اور اس وقت سے پہلے اس کنویں کے پانی سے جو وضو اور غسل وغیرہ کیے گئے، سب درست سمجھے جائیں گے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

پانی کے مسائل

پانی..... جس سے طہارت درست ہے:

(۱) بارش کا پانی، دریا، سمندر، نہر، تالاب، چشمہ، پمپ، ٹیوب ویل اور کنویں کا پانی چاہے میٹھا ہو یا کھاری، اسی طرح شبنم، برف اور اَولے کا پگھلا ہوا پانی پاک ہے، ان میں سے ہر پانی سے کسی کراہت کے بغیر وضو اور غسل درست ہے۔

(۲) نجاست جیسے گوبر، لید، پاخانہ وغیرہ جلا کر جو پانی گرم کیا گیا ہو وہ پاک ہے اور اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۳) کسی تالاب، حوض یا گڑھے میں پانی زیادہ دنوں ٹھہرا اور رُکا رہا یا کسی برتن میں زیادہ دنوں تک بند رہا اور اس وجہ سے اس کا رنگ یا مزہ یا بُو بدل جائے تو وہ پاک ہے، بلا کراہت اس سے طہارت حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴) جنگل وغیرہ میں چھوٹے بڑے گڑھوں میں جو پانی جمع ہو جاتا ہے، وہ پاک ہے۔ بلا کراہت اس سے طہارت حاصل کر سکتے ہیں البتہ قرآئن سے ناپاک ہونے کا یقین ہو جائے یا گمان غالب ہو جائے تو پھر اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں۔

(۵) راستوں میں لوگ گھڑوں اور مٹکوں وغیرہ میں پانی رکھ دیتے ہیں جس سے سب ہی چھوٹے بڑے، شہری، دیہاتی پانی پیتے ہیں، اور پوری احتیاط نہیں ہو پاتی۔ یہ پانی پاک ہے۔ کسی کراہت کے بغیر اس سے وضو اور غسل درست ہے اِلّا یہ کہ کسی قرینے سے اس کے ناپاک ہونے کا یقین ہو جائے۔

(۶) چھوٹے بچے اگر پانی میں ہاتھ ڈال دیں اور ان کے ہاتھ ناپاک ہونے کا نہ یقین ہے اور نہ شبہ ہے۔ مگر چونکہ بچے عام طور پر احتیاط نہیں جانتے اس لیے خیال ہوتا ہے کہ شاید نجاست لگی ہو، تو اس پانی کا حکم یہ ہے کہ یہ پانی پاک ہے بلا کراہت اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۷) غیر مسلموں کے برتن کا پانی پاک ہے اس لیے کہ نجاست سے عام طور پر سب ہی لوگ بچتے ہیں البتہ قرائن سے معلوم ہو جائے کہ ان کے برتن کا پانی پاک نہیں ہے، تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۸) پانی میں کوئی پاک چیز پڑ جائے اور اس سے پانی کے رنگ یا بو یا مزے میں فرق آ جائے، شرط یہ ہے کہ نہ وہ چیز پانی میں پکائی گئی ہو اور نہ اس سے پانی گاڑھا ہو گیا ہو جیسے کہ بہتے ہوئے پانی میں ریت ملی ہوئی ہو یا زعفران پڑ گیا اور اس کا معمولی سا رنگ آ گیا ہو یا صابون وغیرہ گھل گیا یا اسی طرح کی کوئی اور پاک چیز پڑ گئی تو ان سب صورتوں میں پانی پاک ہے اور اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۹) وہ کنویں جن سے ہر قسم کے لوگ پانی بھرتے ہیں اور ان کے ہاتھ پیر اور برتن وغیرہ میلے اور گرد آلود ہوتے ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ یہ پاک ہیں اِلّا یہ کہ پانی بھرنے والے کے ہاتھ پیر یا برتن کی ناپاکی کا یقین ہو جائے۔

(۱۰) درخت کی پتیاں گرنے سے پانی کے تینوں یا کوئی ایک وصف بدل جائے تو یہ پانی پاک ہے، اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۱) کپڑے یا جسم صاف کرنے کے لیے یا خود پانی ہی صاف کرنے کے لیے صابون یا بیری کے پتّے یا کوئی اور ایسی ہی چیز پانی میں جوش دی جائے اور اس سے پانی گاڑھا نہ ہو پتلا ہی رہے تو اس سے وضو اور غسل سب درست ہے، چاہے اس کا رنگ، مزہ، بو سب کچھ بدل جائے۔

(۱۲) جس پانی سے چاول، پاک برتن، ترکاری وغیرہ دھوئی جائے یا پاک کپڑا گھنگالا جائے اور اس سے پانی کا صرف ایک ہی وصف بدلے، یا کوئی وصف نہ بدلے تو اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۳) سور اور کتے کے علاوہ کوئی اور زندہ جانور جس پانی سے نہلایا جائے اور جانور کے جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو اور اس کے منہ کا لعاب پانی میں نہ ملے تو وہ پانی

پاک ہے، اسی طرح کسی پانی میں کتے اور سور کے علاوہ کوئی جانور گھس جائے یا نہائے، اور اس کے جسم پر نجاست نہ لگی ہو تو وہ پانی پاک ہے بشرطیکہ جانور کا منہ اوپر رہے اور منہ کا لعاب پانی میں نہ پڑے اور اگر گھوڑا یا ایسے جانور ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے تو منہ کا لعاب ملنے کے بعد بھی پانی پاک ہے۔ اس سے بااطمینان وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۴) اگر پانی میں تھوڑا سا دودھ گر گیا اور رنگ میں برائے نام فرق ہوا یا فرق ہی نہیں ہوا تو اس سے کسی کراہت کے بغیر وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۵) ماءِ جاری اگر ناپاک ہو جائے تو نجاست کا اثر جس وقت زائد ہو جائے وہ پانی پھر پاک ہے اس سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے۔

(۱۶) پانی میں غیر دموی جانور مر جائے یا مر کر گر پڑے جیسے مچھر، مکھی، بھڑ وغیرہ، تو پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل درست ہے۔

(۱۷) پانی میں دریائی جانور مر جائے جیسے مچھلی، کیکڑا، کچھوا، مینڈک وغیرہ تو پانی پاک رہے گا[1] اور اس سے کسی کراہت کے بغیر طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔

پانی..... جس سے طہارت درست نہیں:

(۱) ماءِ قلیل راکد میں اگر پیشاب، خون یا شراب کا ایک قطرہ گر جائے یا کوئی اور نجاست ذرا سی بھی پڑ جائے یا رتی بھر پاخانہ گر جائے تو سارا پانی نجس ہو جائے گا چاہے پانی کے رنگ، مزے اور بو میں کچھ بھی فرق نہ آئے، اس سے وضو اور غسل کرنا یا اور کوئی چیز پاک کرنا درست نہیں۔

(۲) اگر دموی جانور قلیل پانی میں مر جائے یا مر کر گر جائے تو پانی نجس ہو جائے گا اور غیر دموی جانوروں میں جو جانور انسان کا خون چوستے ہیں جیسے جونک بڑا مچھر یا بڑا

---

[1] خشکی اور تری کے مینڈک کا ایک ہی حکم ہے البتہ خشکی کے کسی مینڈک میں خون ہو تو اس کے مرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (علم الفقہ)

کھٹمل، ان کے مرنے سے بھی پانی نجس ہو جائے گا، اسی طرح اگر وہ مینڈک مر جائے جس میں خون ہو تو بھی پانی نجس ہو جائے گا اور اس سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں۔

(۳) پاخانہ اور گوبر وغیرہ میں جو کیڑا پیدا ہوتا ہے وہ بھی نجس ہے، قلیل پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۴) کسی حوض میں قلیل پانی نجس موجود تھا اب اس میں اتنا پانی چھوڑ دیا کہ سب مل کر کثیر ہو گیا۔ تو یہ سارا پانی ناپاک رہے گا۔ اس سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں۔

(۵) جس پانی میں کوئی اور چیز ملائی گئی یا پکائی گئی اور یہ چیز ملانے یا پکانے کے بعد عرفِ عام میں اس کو پانی نہ کہا جاتا ہو تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں جیسے شربت، شیرہ، شوربا، ستو وغیرہ۔

(۶) جن سیال اور پتلی چیزوں کو عرف عام میں پانی نہیں کہتے، ان سے وضو اور غسل جائز نہیں مثلاً گنے کا رس، کیوڑہ، گلاب، سرکہ وغیرہ اسی طرح پھلوں کے عرق اور پھلوں کے پانی سے بھی وضو اور غسل درست نہیں مثلاً لیموں، سنگترے کا عرق یا تربوز اور ناریل کا پانی وغیرہ۔

(۷) اگر پانی میں کوئی پاک چیز ڈال کر پکائی جائے اور عرفِ عام میں اس کو پانی بھی کہیں لیکن پانی کچھ گاڑھا ہو جائے تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۸) اگر پانی میں دودھ پڑ گیا یا زعفران گر گیا اور پانی میں دودھ یا زعفران کا رنگ اچھی طرح آ گیا تو اس پانی سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۹) کوئی ایسا جانور پانی میں مر جائے یا مرنے کے بعد گر پڑے جو دریائی نہ ہو لیکن پانی میں رہتا ہو جیسے بطخ یا مرغی، تو پانی نجس ہو جائے گا اور اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

(۱۰) ماءِ مستعمل اگرچہ پاک ہے، یعنی جسم یا لباس پر لگ جائے تو جسم یا لباس ناپاک نہ

ہوگا، لیکن اس سے وضواور غسل جائز نہیں، اس لیے کہ یہ خود تو پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کرتا۔

(۱۱) پاک پانی میں ماءِ مستعمل مل جائے اور ماءِ مستعمل مقدار میں پاک پانی سے زیادہ ہو تو سارا پانی مستعمل قرار دیا جائے گا اور اس پانی سے وضواور غسل درست نہ ہوگا۔

پانی..... جس سے طہارت مکروہ ہے:

(۱) دھوپ سے جو پانی گرم ہوا ہو اس سے وضواور غسل کرنا مکروہ ہے، اس سے برص کے سفید داغ پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

(۲) اگر قلیل پانی میں آدمی کا تھوک یا بلغم وغیرہ گر جائے تو اس سے وضواور غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۳) کوئی غیر مسلم جس کو پاکی ناپاکی کا احساس نہ ہو، پاک پانی میں ہاتھ ڈال دے لیکن اس کے ہاتھوں کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو صرف شک ہو کہ چونکہ عام طور پر غیر مسلم پاکی ناپاکی کا احساس نہیں رکھتے اس لیے ممکن ہے ہاتھ ناپاک ہو، تو ایسے پانی سے وضواور غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۴) زمزم کے پانی سے کسی بے وضو شخص کو وضو نہ کرنا چاہیے اور نہ کسی ایسے شخص کو غسل کرنا چاہیے جس کو غسل کی ضرورت ہو، اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے۔

(۵) جن مقامات میں کسی قوم پر خدا کا عذاب آیا ہے۔ ان مقامات کے پانی سے وضو اور غسل مکروہ ہے۔

(۶) بلی، چوہے، اور حرام پرندوں کے جوٹھے پانی سے وضواور غسل کرنا مکروہ ہے۔

(۷) گدھے اور خچر کے جوٹھے پانی سے وضواور غسل مشکوک ہے، یعنی یقین کے ساتھ نہ اس طہارت کو جائز کہہ سکتے ہیں نہ ناجائز کہہ سکتے ہیں، اس لیے اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنے کے بعد تیمم بھی کر لینا چاہیے۔

جُوٹھے پانی وغیرہ کے مسائل

(۱) انسان کا جُوٹھا پاک ہے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، دیندار ہو یا بدکار، عورت ہو یا مرد، جنابت کی حالت میں ہو یا حیض ونفاس کی حالت میں، ہر حال میں اس کا جوٹھا پاک ہے، البتہ شراب اور سور یا اور کوئی نجس چیز کھا کر پانی فوراً پیے تو جوٹھا ناپاک ہوگا۔

(۲) حلال جانوروں کا جُوٹھا پاک ہے چاہے وہ چرند ہوں یا پرند جیسے گائے، بیل، بھینس، ہرنی اور طوطا، مینا، فاختہ، کبوتر وغیرہ اور گھوڑے کا جوٹھا پاک ہے۔

(۳) غیر دموی جانوروں کا جوٹھا پاک ہے چاہے وہ حلال ہوں یا حرام اور دریائی جانوروں کا جوٹھا بھی پاک ہے چاہے وہ حلال ہوں یا حرام۔ البتہ یہ شرط ان میں بھی ہے کہ نجاست کھا کر فوراً پانی جوٹھا نہ کیا ہو اور اگر نجاست کھا کر فوراً پیا ہو تو پھر اس پانی سے طہارت درست نہیں۔

(۴) حرام جانور بالعموم گھروں میں رہتے ہیں اور آتے جاتے ہیں جیسے بلی، چوہا، سانپ اور وہ پرندے جو حرام ہیں یا وہ حلال جانور جو چُھوٹے پھرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کھاتے ہیں۔ مثلاً مرغی، بطخ وغیرہ ان کا جوٹھا مکروہ ہے اور اگر مرغی بند رکھی جاتی ہو تو اس کا جوٹھا پاک ہے، ہاں اگر بلی چوہا کھا کر فوراً پانی میں منہ ڈالے تو اس کا جوٹھا نجس ہے۔

(۵) سور، کتا اور سارے ہی درندوں، شیر، بھیڑیا، بندر، لنگور، گیدڑ وغیرہ کا جوٹھا ناپاک ہے۔

(۶) جنگل میں رہنے والے حرام جانور جیسے ہاتھی، گینڈا، گوہ وغیرہ کا جوٹھا ناپاک ہے۔

(۷) دودھ، دہی اور سالن وغیرہ میں بلی منہ ڈال دے، تو اس کا کھانا جائز ہے۔

(۸) گدھے اور خچر کا جوٹھا مشکوک ہے، اس سے وضو اور غسل کرنا مشکوک ہے، ایسے پانی سے وضو کرنے کے بعد تیمم بھی کر لینا چاہیے۔

(۹) شکاری پرندے جیسے شکرہ، باز وغیرہ ان کا جوٹھا مکروہ ہے۔

(۱۰) چوہا، روٹی، بسکٹ، پھل وغیرہ کتر دے تو مناسب یہ ہے کہ اتنا حصہ کاٹ کر استعمال کیا جائے۔

(۱۱) جن جانوروں کا جوٹھا ناپاک ہے ان کا پسینہ بھی ناپاک ہے اور جن کا جوٹھا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔

(۱۲) غیر مرد کا جوٹھا پانی اور کھانا وغیرہ عورت کے لیے پینا مکروہ ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

کنویں کے مسائل واحکام

کنواں پاک کرنے کے وضاحتی احکام:

کنویں کے مسائل اوراس کے پاک کرنے کے طریقے اوراحکام سمجھنے کے لیے ذیل کے سات وضاحتی احکام کوضرور پیش نظر رکھنا چاہیے:

(۱) کنویں کا سارا پانی ناپاک ہونے کی صورت میں پاک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کنویں کا سارا پانی نکال دیا جائے۔ سارا پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا پانی نکالا جائے کہ پانی ٹوٹ جائے اوراس کے بعد جب ڈول ڈالیں تو آدھا ڈول بھی نہ بھر سکے اور اتنا پانی نکال دینے کے بعد کنویں کی مینڈ، کنویں میں لگائی ہوئی سیڑھی، رسی، ڈول اور نکالنے والوں کے ہاتھ پیر وغیرہ سب پاک ہوجاتے ہیں، الگ سے ان کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور جس کنویں کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو، اس میں سے تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔

(۲) جن صورتوں میں کنواں پاک رہتا ہے اور تھوڑا پانی نکالنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اگر کوئی اپنے دل کی تسکین کے لیے کسی خاص صورت میں بیس بیس ڈول نکالنا چاہے تو یہ خلافِ شرع نہیں ہوگا، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کو اسراف بے جانہ کہیں گے۔

(۳) اگر کنویں کے ناپاک ہونے کا وقت یقینی طور پر معلوم نہ ہو اور کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو کنواں اسی وقت سے ناپاک قرار دیا جائے گا جس وقت سے اس میں نجاست دیکھی گئی ہے اور اگر کوئی قرینہ موجود ہو، مثلاً جانور پھول پھٹ گیا ہے تو گمانِ غالب یہی ہے کہ وہ کئی دن پہلے کنویں میں گرا ہے اور اسی میں پھولا اور پھٹا ہے اس لیے ایسی صورت میں تین دن اور تین راتوں کی نماز دہرائیں گے اور ان کپڑوں اور برتنوں کو بھی دوبارہ پاک کریں گے جو اس پانی سے دھوئے گئے ہوں اور جن چیزوں

میں تلافی کی کوئی صورت نہ ہو۔ان میں تردّد کی ضرورت نہیں وہ معاف ہے۔

(۴) جس کنویں پر جو ڈول استعمال کیا جاتا ہے، اس کنویں کو پاک کرنے کے لیے اسی ڈول سے پانی نکالا گیا تو کسی اوسط درجے کے ڈول سے اس کا حساب لگالیا جائے گا اور اگر اتنا ہی پانی جتنا نکالنے کا حکم ہے، پائپ کے ذریعے یا کسی اور ذریعے سے نکال لیں تب بھی کنواں پاک ہوجائے گا۔

(۵) کنواں پاک کرنے کے لیے سارا پانی ایک دم نکالیں یا تھوڑا تھوڑا وقفے سے نکالیں ہر صورت میں کنواں پاک ہوجائے گا۔

(۶) جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے اگر وہ چیز خود ہی ناپاک ہے، مثلاً مردہ چوہا، بلی وغیرہ تو پہلے اس کا نکالنا ضروری ہے بعد میں حکم کے مطابق پانی نکالا جائے اور اگر اس چیز کو نکالے بغیر پانی نکالا گیا تو چاہے کتنا بھی پانی نکال لیا جائے، کنواں پاک نہ ہوگا۔ البتہ اگر یہ یقین ہوجائے کہ وہ جانور گل سڑ کر مٹی ہوگیا ہے تو پھر نکالنا ضروری نہیں صرف حکم کے مطابق پانی نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔

(۷) اگر کنویں میں کوئی ایسی چیز گری جو خود پاک تھی، لیکن اس میں نجاست لگی تھی، مثلاً گیند، جوتا، کپڑا وغیرہ، تو ان کا نکالنا کنویں کے پاک ہونے کے لیے شرط نہیں، صرف حکم کے مطابق پانی نکالنا کافی ہے۔

ناپاکی..... جس میں سارا پانی نکالنا ضروری ہے:

(۱) کنویں میں کوئی بھی نجاست گر جائے، خفیفہ ہو یا غلیظہ، تھوڑی ہو یا بہت، سارا پانی ناپاک ہوجائے گا اور پورا پانی نکالنا ضروری ہوگا مثلاً آدمی کا پیشاب پاخانہ گر جائے، یا گائے، بھینس، کتا، بلی وغیرہ کا پیشاب پاخانہ گر جائے یا خون اور شراب کا کوئی قطرہ گر جائے، ہر صورت میں کنواں ناپاک ہوجائے گا۔

(۲) سور گر جائے تو سارا پانی ناپاک ہوجائے گا چاہے وہ زندہ نکلے یا مرا ہوا، اس لیے کہ سور کا بدن، پیشاب، پاخانے کی طرح نجس ہے۔

(۳) اگر آدمی گر کر مر جائے، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم۔ سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر مرنے کے بعد گر جائے، چاہے بچہ ہو یا بڑا سارا کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

(۴) کتا، بکری یا ان سے بڑا جانور، گائے، بھینس، اونٹ، ہاتھی، گھوڑا وغیرہ گر کر مر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۵) کوئی دموی جانور زخمی ہو کر گر جائے، چاہے زندہ نکلے یا مرا ہوا، سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۶) کوئی ناپاک چیز جیسے کپڑا، برتن، جوتا وغیرہ گر جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۷) کوئی دموی جانور چاہے کتنا ہی چھوٹا ہو، گر کر مر جائے اور پھول پھٹ جائے یا پھولا پھٹا گر جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا مثلاً چوہا، چڑیا، چھپکلی وغیرہ گر کر پھول پھٹ جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۸) مرغی اور بطخ کی بیٹ گر جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۹) اگر دو بلیاں[1] یا اتنے ہی وزن کے بقدر چند اور جانور گر کر مر جائیں تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

(۱۰) اگر چوہے یا چھپکلی کی دُم کٹ کر کنویں میں گر جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

(۱۱) کوئی غیر دموی جانور مثلاً بچھو، بھڑ، ٹیٹا، چھپکلی یا خشکی کا مینڈک وغیرہ گر کر مر جائے اور پھول پھٹ جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا اور سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

ناپاکی..... جس میں سارا پانی نکالنا ضروری نہیں:

(۱) بلی، مرغی، کبوتر یا اس کے برابر کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے مگر پھولے پھٹے نہیں تو چالیس (۴۰) ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے، ۶۰ ڈول نکال لیے جائیں تو بہتر ہے۔

---

[1] کنویں میں گرنے والے جانوروں کی وجہ سے کنویں کی ناپاکی کا اندازہ کرنے کے لیے فقہ میں معیار کے طور پر تین جانور ہیں۔ بکری، بلی اور چوہا۔

☆ بکری کے برابر یا اس سے بڑے جانور بکری کے حکم میں ہیں۔

☆ بلی کے برابر یا اس سے بڑے اور بکری سے چھوٹے جانور بلی کے حکم میں ہیں۔

☆ چوہے کے برابر یا چوہے سے بڑے اور بلی سے چھوٹے جانور چوہے کے حکم میں ہیں۔

(۲) اگر چوہا، چڑیا، یا ان کے برابر کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس (۲۰) ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے اور اگر تیس ڈول نکال لیے جائیں تو بہتر ہے۔

(۳) بڑی چھپکلی (جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے) اگر گر کر مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے اور اگر تیس ڈول نکال لیے جائیں تو بہتر ہے۔

(۴) کسی کنویں میں مرغی گر کر مر گئی، اس سے کوئی شخص پانی بھر رہا تھا کہ اس کو کنویں کے نجس ہونے کی اطلاع دی گئی اس نے وہ پانی تو پھینک دیا لیکن وہی بھیگا ہوا ڈول دوسرے پاک کنویں میں ڈال دیا تو یہ پاک کنواں بھی ناپاک ہو گیا اور اس کو پاک کرنے کے لیے بھی ناپاک کنویں کے برابر یعنی چالیس ڈول نکالے جائیں گے۔

وہ صورتیں جن میں کنواں ناپاک نہیں ہوتا:

(۱) غیر دموی جانور مثلاً بچھو، بھڑ، خشکی کا مینڈک وغیرہ اگر کنویں میں گر کر مر جائے یا مرنے کے بعد گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۲) دریائی جانور جیسے مچھلی، کیکڑا، مگر مچھ وغیرہ گر کر مر جائے یا مرا ہوا گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۳) زندہ آدمی کنویں میں گر جائے، اور غوطہ لگنے کے بعد پھر زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، ہاں اگر جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

(۴) سور کے سوا کسی بھی حلال یا حرام جانور کے بال، ناخن، یا سوکھی ہڈی کنویں میں گر جائیں تو کنواں پاک رہے گا۔

(۵) جن جانوروں کا جوٹھا پاک ہے وہ اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں تو کنواں پاک رہے گا۔

(٦) جن جانوروں کا جھوٹھا ناپاک[1] یا مشکوک ہے یا وہ اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ ان کا منہ پانی میں نہ ڈوبے اور پانی میں ان کا لعاب نہ ملے۔ مگر احتیاطاً بیس تیس ڈول نکالنا بہتر ہے۔

(۷) مرغی اور بطخ کے علاوہ کسی پرندے کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

(۸) بکری کی چند مینگنیاں اگر کنویں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

(۹) گوجروں اور مویشی پالنے والوں کے کنویں عام طور پر گوبر اور لید کے ریزوں سے بچ نہیں پاتے، اور ان کے برتن بھی گوبر وغیرہ سے پوری طرح محفوظ نہیں ہوتے، تو چونکہ ان کے لیے گوبر وغیرہ سے پوری پوری احتیاط بہت دشوار ہے۔ اس لیے اگر معمولی مقدار میں گوبر لید وغیرہ کنویں میں گر جائے تو ان کا کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۱۰) کوئی غیر مسلم کنویں میں گرے، یا کوئی ایسا شخص کنویں میں اترے جس کو نہانے کی حاجت ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ جسم اور لباس پر کوئی نجاست نہ لگی ہو لیکن اگر تسکین کے لیے کوئی بیس تیس ڈول نکال ڈالے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۱) کوئی ایسی چیز کنویں میں گر جائے جس کا ناپاک ہونا یقینی نہیں ہے، مثلاً انگریزی دوائیں جن کے بارے میں شبہ ہے کہ ان میں شراب ہے، تو ان کے ڈالنے سے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۱۲) شہروں میں ٹنکی سے پائپ کے ذریعے جو پانی آتا ہے، یہ ماءِ جاری ہے، اس میں کوئی نجاست گرے تو اسی وقت پانی ناپاک سمجھا جائے گا جب رنگ، بو، اور مزے میں فرق آجائے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

[1] سور اگر زندہ بھی نکل آئے تب بھی وہ کنواں ناپاک ہے اور اگر اس کے جسم کا کوئی حصہ گر جائے تب بھی کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

استنجا کا بیان

پیشاب پاخانے سے فراغت کے بعد بدن پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں، شریعت میں استنجا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ استنجا سے غفلت اور لاپرواہی سخت گناہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو عذابِ قبر کا سبب بتایا ہے، ایک بار آپؐ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا:

ان دونوں مُردوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں ان میں سے ایک تو وہ شخص ہے جو پیشاب کر کے اچھی طرح پاکی حاصل نہیں کرتا تھا اور دوسرا وہ ہے جو چغل خوری کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

رفع حاجت کے آداب واحکام:

(۱) پاخانہ پیشاب کرتے وقت مشرق اور مغرب کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھنا منع ہے، بچوں کو پاخانہ پیشاب کراتے وقت بھی ایسی جگہ نہ بٹھانا چاہیے جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ ہوتی ہو، اسی طرح سورج اور چاند کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے پاخانہ پیشاب کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

(۲) سوراخ یا سخت زمین پر بھی پیشاب کرنا منع ہے، سوراخ میں تو اس لیے کہ ممکن ہے کوئی موذی جانور ہو اور وہ نکل کر کاٹ لے، اور سخت زمین پر اس لیے کہ چھینٹیں پڑ جانے کا خطرہ ہے۔

(۳) سایۂ دار درخت کے نیچے، دریا اور تالاب کے کنارے جہاں سے لوگ پانی پی لیتے ہوں، پھل پھول والے درختوں کے نیچے، ایسے مقامات جہاں لوگ وضو اور غسل کرتے ہوں، قبرستان میں اور مسجد یا عیدگاہ کے اس قدر قریب کہ بدبو کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہونے لگے۔ عام گزرگاہ پر، راستوں کے قریب، کسی مجلس یا نشستگاہ کے قریب، غرض ایسے تمام مقامات پر پاخانہ، پیشاب کرنا منع ہے جہاں

لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں، آرام لیتے ہوں، یا دوسری ضرورتوں کو پورا کرتے ہوں اور نجاست سے ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(۴) کھڑے ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا بھی منع ہے البتہ کسی واقعی معذوری اور مجبوری میں کبھی کر لیا جائے۔ تو مضائقہ نہیں۔

(۵) اگر انگوٹھی وغیرہ پر خدا کا نام یا کلمہ یا آیت یا حدیث لکھی ہو تو پاخانہ پیشاب کو جاتے وقت اس کو اتار لینا چاہیے تا کہ بے ادبی نہ ہو۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی رہا کرتی تھی جس پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کندہ تھا، جب آپؐ رفع حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس کو اتار دیتے تھے۔ (مسلم، ترمذی)

(۶) پیشاب پاخانہ کرتے وقت بلا ضرورت باتیں کرنا، بے وجہ کھانسنا، کسی آیت، حدیث یا کسی متبرک چیز کا پڑھنا، یا چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا درست نہیں، البتہ دل میں کہہ لیں، تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۷) پاخانے میں تمام کپڑے اتار کر بالکل ننگا بیٹھنا یا بلا ضرورت لیٹ کر یا کھڑے ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا درست نہیں۔

(۸) کھیت میں یا میدان میں رفع حاجت کے لیے بیٹھنا ہو تو بیٹھنے سے پہلے اور بیت الخلا میں بیٹھنا ہو تو داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (بخاری)

اے اللہ ہم تیری پناہ چاہتے ہیں شریر جنات سے خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث۔

اور جب فارغ ہو کر باہر نکلیں تو یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔ (نسائی، ابن ماجہ)

خدا کا شکر ہے جس نے مجھ سے گندگی اور تکلیف دور فرمائی اور مجھے آرام بخشا۔

اور اگر فراغت کے بعد کی دعا یاد نہ ہو تو یہ مختصر دعا پڑھ لیں:

غُفْرَانَكَ۔

اے اللہ میں تیری بخشش کا طالب ہوں۔

(۹) ٹھہرے ہوئے یا بہتے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرنا چاہیے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے اور آپؓ ہی کا بیان یہ بھی ہے کہ نبی کریمؐ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم، نسائی)

استنجا کے آداب واحکام:

(۱) پیشاب پاخانے سے فارغ ہونے کے بعد پہلے بقدرِ ضرورت ڈھیلوں سے بدن کو اچھی طرح پاک کرنا اور پھر پانی سے طہارت حاصل کرنا مسنون ہے، اور اگر کسی موقع پر ڈھیلے میسر نہ ہوں تو صرف پانی سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے، البتہ صرف پانی سے استنجا کرنے کی صورت میں پیشاب کرنے کے بعد اتنا توقف کرنا چاہیے کہ قطرہ نہ آنے کا پورا اطمینان ہو جائے، تب پانی سے استنجا کرنا چاہیے۔

(۲) پیشاب کے بعد ڈھیلے سے استنجا اتنی دیر تک کرنا چاہیے کہ تری کا شبہ نہ رہے اور خشکی کا پورا اطمینان ہو جائے چاہے چل پھر کر اطمینان حاصل ہو یا اور کوئی مناسب حرکت کرنے سے حاصل ہو۔

(۳) ڈھیلے سے استنجا کرتے وقت، تہذیب، شائستگی، دینی وقار اور شرم وحیا کا ضرور پاس ولحاظ کرنا چاہیے۔ عام راستوں پر جہاں عورتیں بچے، مرد گزرتے ہوں، بے تکلف پائجامے میں ہاتھ ڈالے ڈالے ٹہلنا، بے تکلف گفتگو میں سرگرم رہنا، ٹانگ سے ٹانگ دبانے کی عجیب عجیب حرکتیں کرنا بڑی بے شرمی اور بے تہذیبی کی بات ہے، اور اس سے اسلامی تہذیب کے بارے میں بڑا غلط تاثر پیدا ہوتا ہے، یہ کام یا تو بیت الخلا کے اندر کرنا چاہیے یا پھر لوگوں کی نگاہ سے بچ کر کرنا چاہیے۔

(۴) پانی، مٹی کے ڈھیلے، پتھر، کنکر، معمولی پرانا کپڑا، جاذب اور اس قسم کی ان ساری

چیزوں سے استنجا کیا جاسکتا ہے جو پاک ہوں اور جن سے نجاست دور ہو سکے، البتہ اس کا لحاظ رہے کہ استنجے کے لیے جو کچھ استعمال کیا جائے وہ نہ تو قیمتی اشیا ہوں اور نہ ایسی چیزیں ہوں، جن کا احترام ضروری ہے۔

(۵) لید، گوبر، مینگنی یا وہ ڈھیلے جن سے ایک بار استنجا کیا جا چکا ہو، یا وہ چیزیں جن سے نجاست دور نہ ہو سکے مثلاً سرکہ، شربت وغیرہ ان سب چیزوں سے استنجا کرنا منع ہے۔

(٦) ہڈی، کوئلہ، چونا، شیشہ یا ایسے کنکر، ٹھیکری جن سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، ان سے بھی استنجا کرنا منع ہے۔

(۷) لوہا، تانبہ، پیتل، سونا، چاندی اور دوسری دھاتوں سے استنجا کرنا منع ہے۔

(۸) وہ چیزیں جن کو جانور کھاتے ہوں مثلاً گھاس، بھوسہ، پتے اور قیمتی اشیا جیسے کپڑا، عرق وغیرہ، آدمی کے اجزاء جیسے بال گوشت وغیرہ، مسجد کی چٹائی کا ٹکڑا، کوڑا، جھاڑن وغیرہ، لکھا ہوا کاغذ یا سادہ کاغذ جس پر لکھا جاتا ہو، زمزم کا پانی، پھلوں کے چھلکے غرض ان تمام چیزوں سے استنجا کرنا منع ہے جن سے انسان یا جانور فائدہ اٹھاتے ہوں، یا جن کا احترام کرنا ضروری ہو۔

(۹) اگر گندگی اپنی جگہ سے نہ بڑھے تو استنجا کرنا سنت مؤکدہ ہے اور اگر اپنی جگہ سے بڑھ جائے تو فرض ہے۔

(۱۰) پیشاب پاخانے کے مقام سے اگر کوئی نجاست خارج ہو مثلاً پیپ خون وغیرہ تب بھی استنجا کرنا چاہیے۔

(۱۱) استنجا بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے اور استنجے کے بعد ہاتھ کو اچھی طرح دھو لینا چاہیے، مٹی سے یا صابون وغیرہ سے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تو میں ایک پیتل کے برتن میں آپؐ کو پانی دیتا۔ آپؐ استنجا فرماتے اور پھر زمین پر ہاتھ ملتے۔

وضو کا بیان

وضو کی فضیلت و برکت:

وضو کی عظمت و اہمیت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی! کہ خود قرآن میں نہ صرف اس کا حکم ہے بلکہ تفصیل کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وضو میں کن کن اعضاء کو دھویا جائے، اور یہ بھی وضاحت کی کہ وضو نماز کی لازمی شرط ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ۔ المائدہ6:5

مومنو! جب تم نماز پڑھنے کے لیے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو دھولو، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، اور اپنے سروں پر مسح کرلو، اور پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھولو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کی فضیلت و برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

میں قیامت کے روز اپنی امت کے لوگوں کو پہچان لوں گا!

کسی نے کہا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ وہاں تو ساری دنیا کے انسان جمع ہوں گے؟ فرمایا:

ایک پہچان یہ ہوگی کہ وضو کی وجہ سے میری امت کے چہرے اور ہاتھ پاؤں جگمگا رہے ہوں گے۔

اور ایک موقع پر آپؐ نے اس کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جو (میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق) اچھی طرح وضو کرے اور وضو کے بعد کلمہ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پڑھے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو۔ (مسلم)

نیز آپؐ نے فرمایا: وضو کرنے سے چھوٹے چھوٹے گناہ دھل جاتے ہیں اور وضو کرنے والا آخرت میں بلند درجات سے نوازا جاتا ہے اور وضو سے سارے ہی بدن کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

اور ایک موقع پر تو آپؐ نے وضو کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے:

ٹھیک ٹھیک راہِ حق پر قائم رہو، اور تم ہرگز راہِ حق پر جمنے کا حق ادا نہ کر سکو گے (لہٰذا اپنے قصور اور عاجزی کا احساس رکھو) اور خوب سمجھ لو کہ تمھارے سارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی پوری پوری نگہداشت تو بس مومن ہی کر سکتا ہے۔ (مؤطا امام مالک ابن ماجہ)

وضو کا مسنون طریقہ:

وضو کرنے والا پہلے یہ نیت کرے کہ میں محض خدا تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس سے اپنے عمل کا صلہ پانے کے لیے وضو کرتا ہوں پھر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہہ کر وضو شروع کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اور پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (نسائی)

اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میری رہائش گاہ میں میرے لیے کشادگی پیدا فرما دے اور میری روزی میں برکت عطا فرما دے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ

میں نبی اکرم ﷺ کے لیے وضو کا پانی لایا، آپؐ نے وضو کرنا شروع کیا، تو میں نے سنا کہ آپؐ وضو میں یہ دعا (یعنی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ) پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا یارسول اللہ! آپؐ یہ دعا فرما رہے تھے؟ ارشاد فرمایا، میں نے دین و دنیا کی کون سی چیز مانگنے سے چھوڑ دی!

وضو کے لیے پہلے داہنے ہاتھ میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک خوب اچھی طرح مَل مَل کر دھوئیے، پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر تین بار کلی کرے، اور مسواک بھی

کرے[1]، اور اگر کسی وقت مسواک نہ ہو تو شہادت کی انگلی اچھی طرح دانتوں پر مَل کر دانت صاف کرے، اگر روزے سے نہ ہو تو تینوں بار غرارہ بھی کرے یعنی حلق تک پانی پہنچائے کلی کرنے کے بعد تین بار ناک میں اس طرح پانی ڈالے کہ پانی نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے[2]۔ اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے، ناک میں پانی ڈالنے کے لیے ہر بار نیا پانی لے پھر دونوں ہاتھ مل کر لپ میں پانی لے لے کر تین بار پورا چہرہ اس طرح دھوئے کہ بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ اگر داڑھی گھنی ہو تو داڑھی میں خلال بھی کرے تا کہ بالوں کی جڑ تک پانی اچھی طرح پہنچ جائے اور چہرہ دھوتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے بعد یہ دعا بھی پڑھے:

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ (علم الفقہ)

اے اللہ میرا چہرہ اس دن روشن فرما دے جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے تاریک ہوں گے۔

پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اچھی طرح مَل مَل کر دھوئے پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ تین تین بار دھوئے۔ اگر ہاتھ میں انگوٹھی وغیرہ ہو تو ہلا لے اور عورتیں بھی اپنی چوڑیاں اور زیور وغیرہ ہلا لیں تا کہ پانی اچھی طرح پہنچ جائے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر خلال بھی کرے، پھر دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے سر اور کانوں کا مسح کرے۔

مسح کا طریقہ:

مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھا اور شہادت کی انگلی الگ رکھ کر باقی تین تین انگلیاں دونوں ہاتھوں کو ملا کر انگلیوں کا اندرونی حصہ پیشانی کے بالوں سے پیچھے کی طرف

ا نبی اکرم ﷺ مسواک کا غیر معمولی اہتمام فرماتے تھے، حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا، دن میں یا رات میں جب بھی نیند سے بیدار ہوتے، تو وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔ (ابوداؤد) اور حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب شب میں تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو آپؐ کا معمول تھا کہ مسواک سے اپنے منہ کو خوب اچھی طرح صاف فرماتے، (پھر وضو کر کے تہجد میں مشغول ہو جاتے) اور امت کو مسواک کی ترغیب دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور خدا کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے۔ (نسائی، بخاری) نیز آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ ہر وضو میں مسواک کیا کریں۔ (بخاری، مسلم)

۲ مگر روزے کی حالت میں احتیاط سے کام لے۔

پھیر کر چوتھائی سر کا مسح کرے، پھر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں پیچھے کی طرف سے آگے کی طرف پھیر کر تین چوتھائی سر کا مسح کرے پھر شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصہ میں اور انگوٹھے سے بیرونی حصے میں مسح کرے، پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے، لیکن گلے کا مسح نہ کرے، مسح کے اس طریقے میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح کسی بھی حصہ کے مسح میں ہاتھ کا وہ حصہ دوبارہ استعمال نہیں ہوتا جو ایک بار استعمال ہو چکا ہو۔

مَسح کرنے کے بعد پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین بار اس طرح دھوئے کہ دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتا جائے اور بائیں ہاتھ سے ملتا جائے۔ اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال بھی کرے۔ دائیں پیر میں خلال چھوٹی انگلی سے شروع کرے، انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پیر میں انگوٹھے کی دراز سے شروع کر کے چھوٹی انگلی کی دراز پر ختم کرے۔ اور وضو تسلسل کے ساتھ کرنے کا اہتمام کرے۔ ایک عضو کے بعد فوراً دوسرا عضو دھوئے۔ ٹھہر ٹھہر کر وقفوں کے ساتھ نہ دھوئے۔

وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے ہوئے تین بار یہ دعا پڑھے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (حصن حصین بحوالہ ترمذی)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں اور ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ پاک صاف رہنے والے ہیں۔

وضو کے احکام

وضو فرض ہونے کی صورتیں:

(۱) ہر نماز کے لیے چاہے فرض ہو یا نفل، وضو فرض ہے۔

(۲) نماز جنازہ کے لیے وضو فرض ہے۔

(۳) سجدۂ تلاوت کے لیے وضو فرض ہے[1]۔

وضو واجب ہونے کی صورتیں:

(۱) بیت اللہ کے طواف کے لیے وضو واجب ہے۔

(۲) قرآنِ پاک چھونے کے لیے وضو واجب ہے۔

وضو سنت ہونے کی صورتیں:

(۱) سونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے۔

(۲) غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔

وضو مستحب ہونے کی صورتیں:

(۱) اذان اور تکبیر کے وقت وضو مستحب ہے۔

(۲) خطبہ پڑھتے وقت چاہے خطبۂ نکاح ہو یا خطبۂ جمعہ ہو۔

(۳) دین کی تعلیم دیتے وقت۔

(۴) ذکر الٰہی کرتے وقت۔

(۵) سو کر اٹھنے کے بعد۔

(۶) میت کو غسل دینے کے بعد۔

(۷) روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت۔

(۸) میدانِ عرفات میں ٹھہرنے کے وقت۔

(۹) صفا اور مروہ کی سعی کے وقت۔

(۱۰) جنابت کی حالت میں کھانے سے پہلے۔

(۱۱) حیض ونفاس کے ایام میں ہر نماز کے وقت۔

(۱۲) اور ہر وقت باوضو رہنا بھی مستحب ہے۔ اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

---

[1] اہل حدیث کے نزدیک سجدۂ تلاوت کے لیے وضو فرض نہیں ہے۔

وضو کے فرائض:

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں اور درحقیت انھی چار چیزوں کا نام وضو ہے..... ان میں سے اگر کوئی چیز بھی چھوٹ جائے یا بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔

(۱) ایک بار پورے چہرے کا دھونا۔ یعنی پیشانی کے بالوں کی جڑ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سارے چہرے کو دھونا۔

(۲) ایک بار دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

(۳) ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(۴) ایک بار دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں:

وضو میں کچھ چیزیں سنت ہیں۔ وضو کرتے وقت ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر چہ ان کے چھوڑ دینے یا ان کے خلاف عمل کرنے والے کا وضو بھی ہو جاتا ہے، لیکن قصداً ایسا کرنا اور بار بار کرنا نہایت غلط ہے اور اندیشہ ہے کہ ایسا شخص گنہگار ہو۔ وضو میں پندرہ سنتیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خدا کی خوشنودی اور اجر آخرت کی نیت کرنا۔

(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر وضو شروع کرنا۔

(۳) چہرہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھونا۔

(۴) تین بار کلی کرنا۔

(۵) مسواک کرنا۔

(۶) ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنا۔

(۷) تین بار ڈاڑھی میں خلال کرنا[1]۔

(۸) ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

---

[1] احرام باندھے ہوئے شخص کو ڈاڑھی میں خلال نہ کرنا چاہیے۔ مبادا کوئی بال ٹوٹ جائے اور محرم کے لیے بال توڑنے کی ممانعت ہے۔

(۹) پورے سر کا مسح کرنا۔

(۱۰) دونوں کانوں کا مسح کرنا[1]۔

(۱۱) مسنون ترتیب کے مطابق وضو کرنا۔

(۱۲) اعضا دھونے میں پہلے داہنے عضو کو دھونا اور پھر بائیں کو دھونا۔

(۱۳) ایک عضو کے بعد فوراً دوسرے عضو کو دھونا اور ایک عضو دھونے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی تاخیر نہ کرنا کہ پہلا عضو خشک ہو جائے۔

(۱۴) ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔

(۱۵) وضو سے فارغ ہو کر مسنون دعائیں پڑھنا۔

وضو کے مستحبات:

یعنی وہ آداب جن کا اہتمام کرنا وضو میں مستحب ہے۔

(۱) کسی ایسی اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا کہ پانی بہہ کر اپنی طرف نہ آئے اور جسم ولباس پر چھینٹیں بھی نہ پڑیں۔

(۲) وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا۔

(۳) وضو میں دوسرے کی مدد نہ لینا یعنی خود ہی پانی لیا جائے اور خود ہی اعضا دھوئے جائیں[2]۔

(۴) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

(۵) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۶) پیر دھوتے وقت دائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے مَلنا۔

(۷) اعضا دھوتے وقت مسنون دعائیں پڑھنا۔

(۸) اعضا کو دھوتے وقت اچھی طرح مَل مَل کر دھونا تاکہ کوئی حصہ خشک بھی نہ رہ

---

[1] کانوں کا مسح کرنے کے لیے از سرِ نو ہاتھوں کو تر کرنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر ٹوپی، عمامہ یا رومال وغیرہ چھونے سے ہاتھوں میں تری نہ رہے تو دوبارہ تر کرلے۔

[2] اگر کوئی خود سے آگے بڑھ کر نل سے پانی بھر دے، یا کنویں سے نکال دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ اس کا انتظار کرنا اور دوسروں سے یہ توقع کرنا کہ وہ پانی بھر کر دیں یہ درست نہیں اور معذوری میں دوسروں سے اعضا دھلوانا بھی جائز ہے۔

جائے اور مَیل کچیل بھی خوب صاف ہوجائے۔

وضو کے مکروہات:

وضو میں ۹ باتیں مکروہ ہیں جن سے بچنا چاہیے۔

(۱) وضو کے آداب اور مستحبات کو ترک کرنا یا ان کے خلاف کرنا۔

(۲) ضرورت سے زیادہ پانی صَرف کرنا۔

(۳) اتنا کم پانی استعمال کرنا کہ اعضا کے دھونے میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

(۴) وضو کے دوران بلاوجہ ادھر ادھر کی باتیں کرنا۔

(۵) چہرے پر زور زور سے چھپّکا مارنا اور اسی طرح دوسرے اعضاء پر زور زور سے چھینٹیں مارنا اور دھونے میں چھینٹیں اڑانا۔

(۶) تین تین مرتبہ سے زیادہ اعضا کو دھونا۔

(۷) نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

(۸) وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی چھڑکنا۔

(۹) کسی عذر کے بغیر ان اعضا کا دھونا جن کا دھونا وضو میں ضروری نہیں ہے۔

جبیرہ[1] اور زخم وغیرہ پر مسح:

(۱) ٹوٹی ہوئی ہڈی پر کھپچی رکھ کر پٹی باندھی گئی ہو یا پلاسٹر چڑھایا گیا ہو۔ اس عضو کو دھونا وضو میں ضروری ہو تو اس صورت میں پٹی کے اوپر صرف مسح کرلینا کافی ہے۔

(۲) زخم پر پٹی بندھی ہو یا پھایا لگا ہوا ہو، اور پانی پہنچنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو صرف مسح کرلینا کافی ہے اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو وہ بھی معاف ہے۔

(۳) اگر زخم کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ جو پٹی باندھی گئی ہے۔ اس کے درمیان میں جسم کا ایسا حصہ ہے جو صحیح سالم ہے اور پٹی کھولنے یا کھول کر اس حصے کو دھونے میں نقصان کا اندیشہ ہے تو اس حصے پر بھی مسح کرلینا کافی ہے۔

---

[1] دیکھئے فقہی اصطلاحات

(۴) چوٹ یا زخم پر بندھی ہوئی پٹی کھول کر اس حصہِ جسم کو دھونے میں کوئی نقصان کا اندیشہ تو نہیں لیکن پٹی اس انداز کی ہے کہ کھول کر خود باندھنا ممکن نہیں اور کوئی دوسرا باندھنے والا بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں مسح کرنے کی اجازت ہے۔

(۵) پٹی کے اوپر اگر دوسری پٹی باندھ دی جائے تو اس پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

(۶) اگر کسی عضو پر چوٹ یا زخم ہو اور پانی لگنا مضر ہو تو مسح کر لینا کافی ہے۔

(۷) اگر چہرہ یا ہاتھ پیر پھٹ گئے یا کسی عضو میں درد ہو اور پانی لگنا مضر ہو تو مسح کرنا کافی ہے اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو پھر مسح بھی نہ کرے۔

(۸) اگر ہاتھ پیر پھٹنے کی وجہ سے اس میں موم یا وائسلین (Vaselin) وغیرہ بھر لیا ہو یا کوئی اور دوا بھر لی ہو تو اس پر صرف پانی بہا لینا کافی ہے۔ وائسلین وغیرہ کا نکالنا اور ہٹانا ضروری نہیں اور اگر پانی ڈالنا بھی مضر ہو تو پھر صرف مسح کافی ہے۔

(۹) زخم یا چوٹ پر لگی ہوئی دوا یا پھایہ پر پانی بہایا یا مسح کیا اور اس کے بعد یہ دوا یا پھایہ چھوٹ گیا یا چھڑا لیا گیا اور زخم اچھا ہو گیا ہے تو اب اس عضو کا دھونا ضروری ہے، کیا ہوا مسح ختم ہو جائے گا۔

کن چیزوں پر مسح جائز نہیں:

(۱) ہاتھ کے دستانوں پر۔

(۲) ٹوپی پر۔

(۳) سر پر بندھے ہوئے مفلر یا عمامے پر۔

(۴) دوپٹے یا برقعے پر۔

نواقضِ[1] وضو

جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

☆ ایک وہ جو جسم کے اندر سے خارج ہوں۔

---

[1] یعنی ان چیزوں کا بیان جن سے حدثِ اصغر پیدا ہوتا ہے۔

☆ دوسرے وہ جو خارج سے آدمی پر طاری ہوں۔

پہلی قسم:

(۱) پاخانہ، پیشاب خارج ہونا۔

(۲) پیچھے کے حصے سے ہوا کا خارج ہونا۔

(۳) پاخانہ یا پیشاب کے مقام سے کسی اور چیز کا نکلنا۔ مثلاً کیچوا، کیڑا، کنکر، پتھر، خون وغیرہ کا نکلنا۔

(۴) بدن کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ جانا۔

(۵) تھوک یا بلغم کے علاوہ، خون، پیپ، غذا یا کوئی اور شے قے میں نکلے اور قے منہ بھر کر ہو۔

(٦) اگر قے منہ بھر کر نہ ہو لیکن تھوڑی تھوڑی کئی بار ہو جائے اور اس کی مقدار منہ بھر قے کے برابر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۷) اگر تھوک میں خون آجائے اور خون کا رنگ تھوک پر غالب ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۸) بغیر شہوت کے منی نکل آئے۔ مثلاً کسی نے بوجھ اٹھایا، یا کوئی اونچی جگہ سے گرا اور اس صدمے سے اس کی منی نکل پڑی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۹) اگر آنکھوں میں کوئی تکلیف ہو اور اس سے مَیل کچیل یا پانی بہے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ جس شخص کی آنکھ سے یہ پانی مسلسل بہتا ہو وہ معذور سمجھا جائے گا۔

(۱۰) کسی خاتون کی چھاتی سے درد اور تکلیف کی وجہ سے دودھ کے علاوہ کچھ پانی وغیرہ نکلے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۱۱) استحاضہ کا خون آنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اِسی طرح مذی نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۲) جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سب سے وضو بھی لازماً ٹوٹ جاتا ہے۔

مثلاً حیض ونفاس اور منی وغیرہ۔

دوسری قسم:

(۱) چت یا پٹ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) جن حالتوں میں ہوش وحواس درست نہیں رہتے۔ان میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) کسی مرض یا صدمے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۴) کسی نشیلی چیز کے کھانے پینے یا سونگھنے سے نشہ آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۵) نماز جنازہ کے علاوہ کسی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۶) دو آدمیوں کی شرم گاہیں شہوت کی حالت میں مل جائیں اور بیچ میں کسی کپڑے وغیرہ کی رکاوٹ نہ ہو تو انزال ہوئے بغیر بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۷) لیٹ کر نماز پڑھنے والا مریض اگر نماز میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۸) نماز سے باہر آدمی دوزانو ہو کر سو جائے یا کسی اور طریقے سے سو جائے اور اس کی دونوں ایڑیاں زمین سے علیحدہ ہوں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

وہ باتیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا:

(۱) نماز میں سو جانے سے چاہے سجدہ میں ہی سوئے۔

(۲) بیٹھے بیٹھے اونگھ جانے سے۔

(۳) نابالغ آدمی کے قہقہہ لگانے سے۔

(۴) جنازے کی نماز میں قہقہہ لگانے سے۔

(۵) نماز میں ہلکی آواز سے ہنسنے اور مسکرانے سے۔

(۶) عورت کے پستان سے دودھ نکلنے یا نچوڑنے سے۔

(۷) ستر برہنہ ہونے، یا ستر کو ہاتھ لگانے یا کسی کا ستر دیکھنے سے۔

(۸) زخم سے خون نکلے مگر زخم کے اندر ہی رہے، بہنے نہ پائے۔

(۹) وضو کے بعد اگر ڈاڑھی یا سر کے بال وغیرہ منڈوا دیئے جائیں تو اس سے وضو یا سر

کا مسح باطل نہ ہوگا۔

(۱۰) تھوک اور بلغم سے چاہے وہ منہ بھر کر ہی ہو۔

(۱۱) مرد اور عورت کے بوس و کنار سے۔

(۱۲) کان، ناک یا منہ سے کوئی کیڑا نکلنے سے۔

(۱۳) جسم سے کوئی پاک چیز نکلے جیسے آنسو اور پسینہ وغیرہ۔

(۱۴) ڈکار آنے سے چاہے ڈکار بدبودار ہو۔

(۱۵) جھوٹ بولنے، غیبت کرنے یا اور کوئی گناہ کرنے سے (معاذ اللہ)

حدثِ اصغر کے احکام:

(۱) حدثِ اصغر کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل، عیدین کی نماز ہو یا جنازے کی۔

(۲) سجدہ کرنا حرام ہے خواہ تلاوت کا سجدہ ہو یا شکرانے کا یا کوئی شخص یوں ہی خدا کے حضور سجدہ کرنا چاہے۔

(۳) قرآنِ پاک کا چھونا مکروہ تحریمی ہے اور یہی حکم قرآنِ پاک کی جلد یا اس کپڑے اور گوٹے فیتے وغیرہ کا ہے جو قرآن پاک کی جلد کے ساتھ سی دیا گیا ہو۔

(۴) حدثِ اصغر کی حالت میں طوافِ کعبہ مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) اگر کسی کاغذ، کپڑے، پلاسٹک، ریگزین وغیرہ کے ٹکڑے پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کا چھونا بھی مکروہِ تحریمی ہے۔

(۶) قرآنِ پاک اگر جزدان یا رومال وغیرہ یعنی علیحدہ کپڑے میں لپٹا ہو تو اس کو چھونا مکروہ نہیں۔

(۷) نابالغ بچوں، کتابت کرنے والوں، چھاپنے والوں، جلد بنانے والوں کے لیے حدثِ اصغر سے پاک ہونا غیر معمولی زحمت کی بات ہے۔

(۸) حدثِ اصغر میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا ہے۔ خواہ دیکھ کر ہو یا بغیر دیکھے یا زبانی

ہو ہر حال میں درست ہے۔

(۹) تفسیر کی ایسی کتابیں جن میں قرآنِ پاک کا متن بھی ہو حدثِ اصغر میں چھونا مکروہ ہے۔

(۱۰) حدثِ اصغر میں قرآن پاک کا لکھنا جائز ہے اگر صورت یہ ہو کہ جس چیز پر لکھا جا رہا ہے اس کو نہ چھوئے۔

(۱۱) قرآنِ پاک کا ترجمہ اگر کسی دوسری زبان میں ہو تو اچھا یہی ہے کہ اس کو بھی وضو کر کے چھوا جائے۔

معذور کے وضو کا حکم:

وضو کے معاملے میں اس شخص کو معذور سمجھا جاتا ہے جو کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو، جس سے ہر وقت وضو توڑنے والی چیز بہتی رہتی ہو اور مرض سے اتنی مہلت نہ ملتی ہو کہ طہارت سے نماز پڑھ سکے۔ مثلاً

(۱) کوئی آنکھوں کا مریض ہو اور ہر وقت آنکھوں سے کیچ اور میل نکلتا رہتا ہو یا ہر وقت پانی بہتا ہو۔

(۲) کسی کو پیشاب کا مرض ہو اور ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہو۔

(۳) کسی کو ریاحی مرض ہو اور ہر وقت ریح خارج ہوتی رہتی ہو۔

(۴) کسی کو پیٹ کا مرض ہو اور ہر وقت پاخانہ جاری رہتا ہو۔

(۵) کوئی ایسا مرض ہو جس سے ہر وقت خون یا پیپ رستا رہتا ہو۔

(۶) کسی کو نکسیر کا ایسا مرض ہو کہ ہر وقت خون جاری رہتا ہو۔

(۷) کسی کو منی یا مذی کا مرض ہو کہ ہر وقت بہتی رہتی ہو۔

(۸) کسی خاتون کو ہر وقت استحاضہ کا خون آتا رہتا ہو۔

ان تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ایسا شخص ہر نماز کے لیے نیا وضو کر لیا کرے اور یہ وضو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کوئی دوسری چیز ایسی نہ پیدا ہو جائے جس سے وضو جاتا رہتا ہے، مثلاً کسی کو نکسیر کا مرض ہے۔ اس نے ظہر کا وضو کیا۔ تو اس کا یہ وضو عصر تک

باقی رہے گا۔ ہاں اگر نکسیر کے خون کے علاوہ اس کو پیشاب آیا، یا ریح خارج ہوئی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

معذور کے مسائل:

(۱) معذور ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنے کے بعد وقت رہنے تک اس وضو سے، فرض، سنت، نفل سب نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

(۲) کسی نے فجر کی نماز کے لیے وضو کیا تو آفتاب نکلنے کے بعد وہ وضو ختم ہو گیا۔ اب اگر نماز پڑھنی ہو تو نیا وضو کرنا ہوگا۔

(۳) آفتاب نکلنے کے بعد اگر وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ظہر کے لیے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ عصر کا وقت ہوتے ہی یہ وضو ختم ہو جائے گا۔

(۴) اگر کسی معذور کو کسی نماز کا پورا وقت ایسا مل جائے کہ اس پورے وقت میں اس کا وہ مرض بالکل ٹھیک رہے۔ مثلاً کسی کو پیشاب کا مرض تھا اور ظہر سے عصر تک پورے وقت میں اس کو ایک قطرہ بھی نہیں آیا تو اس کی معذوری ختم ہو گئی۔ اب جتنی بار بھی قطرہ آئے گا نیا وضو کرنا پڑے گا۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

مَوزوں پر مسح کا بیان

گوناگوں سہولتوں کے پیش نظر شریعت نے مَوزوں پر مسح کی اجازت دی ہے۔ بعض سخت موسموں میں بالخصوص ان ممالک میں جہاں غیر معمولی سردی پڑتی ہے۔ شریعت کے اس انعام پر بے اختیار شکر کے جذبات ابھرتے ہیں اور خدا کے بے پایاں رحم وکرم کا گہرا احساس پیدا ہوتا ہے، اور یہ یقین بڑھتا ہے کہ دین نے ہماری کسی بھی ضرورت اور دشواری کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔

کن موزوں پر مسح درست ہے:

جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کا تعلق ہے اس کے جواز پر تو تقریباً سب ہی کا اتفاق ہے، البتہ اونی، سوتی، ریشمی اور نائیلون وغیرہ کے موزوں پر مسح کے جائز ہونے نہ ہونے کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ بیشتر فقہا اون اور سوت وغیرہ کے موزوں پر مسح جائز ہونے کے لیے کچھ شرطیں لگاتے ہیں اور کچھ اہل علم کہتے ہیں کہ کسی شرط کے بغیر ہر موزے پر مسح کرنا جائز ہے۔ عام طور پر فقہ کی کتابوں میں صرف ان ہی موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی گئی ہے جن میں یہ چار شرطیں پائی جائیں:

(۱) اتنے دبیز ہوں کہ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ پیروں پر رکے رہ سکیں۔

(۲) اتنے مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل پیدل چل سکیں۔

(۳) اتنے گف ہوں کہ ان میں سے پیروں کی جلد نہ جھلکتی ہو۔

(۴) واٹر پروف ہوں کہ ان پر پانی ڈالا جائے تو وہ جذب نہ کریں اور پانی نیچے کی سطح تک نہ پہنچے..... جن موزوں میں یہ چار شرطیں[1] نہ پائی جائیں ان پر مسح کرنا درست نہیں۔

---

[1] بعض اہل بصیرت ان شرائط کو تسلیم نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں کہ سنت سے جو کچھ ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے موزوں اور جوتوں پر مسح فرمایا ہے، لہٰذا ہر قسم کے موزے پر کسی قید کے بغیر مسح کرنا درست ہے۔ دَورِ حاضر کے ایک مشہور اور عالمِ اسلام کے جانے پہچانے صاحب فکر وبصیرت عالم مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسکاٹ لینڈ میں مقیم ایک طالب علم کے سوال کے جواب میں جو وضاحت فرمائی تھی اس سے اس مسئلے پر اچھی روشنی پڑتی ہے، ذیل میں ہم یہ سوال وجواب نقل کرتے ہیں۔

سوال: موزوں اور جرابوں پر مسح کے بارے میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، میں آج کل تعلیم کے سلسلے میں اسکاٹ لینڈ کے شمالی حصے میں مقیم ہوں۔ یہاں جاڑے کے موسم میں سخت سردی پڑتی ہے، اور اونی جراب کا ہر وقت پہننا ناگزیر ہے، کیا ایسی جراب پر بھی مسح کیا جاسکتا ہے؟ براہِ نوازش اپنی تحقیق احکامِ شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

موزوں پر مسح کا طریقہ:

☆ دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کر کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ذرا کشادہ

بقیہ حواشی گزشتہ صفحہ:

جواب: جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا تعلق ہے اس کے جواز پر قریب قریب تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ مگر سوتی اونی جرابوں کے معاملے میں عموماً ہمارے فقہا نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ موٹی ہوں، اور شفاف نہ ہوں کہ ان کے نیچے سے پاؤں کی جلد نظر آئے اور وہ کسی قسم کی بندش کے بغیر خود قائم رہ سکیں۔

میں نے اپنی امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی کہ ان شرائط کا ماخذ کیا ہے؟ مگر سنت میں کوئی ایسی چیز نہ مل سکی، سنت سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا ہے۔ نسائی کے سوا کتب سنن میں اور مسند احمد میں مغیرہ ابن شعبہ کی روایت موجود ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ۔ (اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا) ابوداؤد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، براءؓ ابن عازب، انسؓ ابن مالکؓ، ابوامامہؓ، سہل بن سعدؓ اور عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ نیز حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بھی یہ فعل مروی ہے بلکہ بیہقی نے ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ سے اور طحاوی نے اوس ابن اَوسؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف جوتوں پر مسح فرمایا ہے، اس میں جرابوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہی عمل حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے، ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف جراب اور صرف جوتے اور جرابیں پہنے ہوئے جوتے پر مسح کرنا بھی اسی طرح جائز ہے، جس طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا۔ ان روایات میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی اکرم ﷺ نے فقہا کی تجویز کردہ شرائط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو اور نہ ہی یہ ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضور اکرم ﷺ اور مذکورہ بالا صحابہؓ نے مسح فرمایا وہ کس قسم کی تھیں، اس لیے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ فقہا کی عائد کردہ ان شرائط کا کوئی ماخذ نہیں ہے، اور فقہا چونکہ شارع نہیں ہیں، اس لیے ان کی شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے تو وہ گنہگار نہیں ہو سکتا۔

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی رائے یہ ہے کہ جرابوں پر اس صورت میں آدمی مسح کر سکتا ہے کہ جب آدمی جوتے اوپر سے پہنے رہے لیکن صحابہ کرامؓ کے آثار نقل کیے گئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس شرط کی پابندی نہیں کی ہے۔

مسح علی الخفین کے مسئلے پر غور کر کے میں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دراصل یہ تیمم کی طرح ایک سہولت ہے جو اہل ایمان کو ایسی حالتوں کے لیے دی گئی ہے جب کہ وہ کسی صورت سے پاؤں ڈھانکے رکھنے پر مجبور ہوں، اور بار بار پاؤں دھونا ان کے لیے موجب نقصان یا وجہ مشقت ہو، اس رعایت کی بنا اس مفروضے پر نہیں ہے کہ طہارت کے بعد موزے پہن لینے سے پاؤں نجاست سے محفوظ رہیں گے۔ اس لیے ان کو دھونے کی ضرورت باقی نہ رہے گی بلکہ اس کی بنا اللہ کی رحمت ہے جو بندوں کو سہولت عطا کرنے کی مقتضی ہوئی۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو سردی سے یا راستے کے گرد و غبار سے بچنے کے لیے یا پاؤں کے کسی زخم کی حفاظت کے لیے آدمی پہنے اور جس کے بار بار اتارنے اور پھر پہننے میں آدمی کو زحمت ہو، اس پر مسح کیا جا سکتا ہے خواہ وہ اونی جراب ہو یا سوتی، چمڑے کا جوتا ہو یا کرمچ کا، یا کوئی کپڑا ہی ہو جو پاؤں پر لپیٹ کر باندھ لیا گیا ہو۔

میں جب کبھی کسی کو وضو کے بعد مسح کے لیے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھتا ہوں، تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ بندہ اپنے خدا سے کہہ رہا ہے کہ

"حکم ہو تو ابھی یہ موزے کھینچ لوں، اور پاؤں دھو ڈالوں، مگر چونکہ سرکار ہی نے رخصت عطا فرما دی ہے۔ اس لیے مسح پر اکتفا کرتا ہوں۔"

میرے نزدیک دراصل یہی معنی مسح علی الخفین وغیرہ کی حقیقی روح ہیں اور اس روح کے اعتبار سے وہ تمام چیزیں یکساں ہیں جنھیں ان ضروریات کے لیے آدمی پہنے۔ جن کی رعایت ملحوظ رکھ کر مسح کی اجازت دی گئی ہے۔ (رسائل و مسائل جلد دوم)

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے موزے پر اطمینان کے ساتھ مسح کیا جا سکتا ہے، چاہے وہ اونی ہو، سوتی ہو، نائیلون کا ہو یا کسی اور ریشے کا، چمڑے کا ہو یا آئل کلاتھ اور ریگزین کا۔ حد یہ ہے کہ اگر پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر باندھ لیا ہو تو اس پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ علامہ مودودیؒ کے علاوہ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اپنے فتاویٰ جلد دوم میں یہی فتویٰ دیا ہے کہ حافظ ابن قیمؒ اور علامہ ابن حزمؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ کسی قید کے بغیر ہر قسم کے موزے پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ترجمان القرآن فروری ۱۹۶۸ء میں رسائل مسائل صفحہ ۵۳)

کر کے دائیں پاؤں پر پھیرا جائے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو اسی طریقے سے بائیں پاؤں پر پھیرا جائے۔

☆ اور پیر کی انگلیوں کی طرف سے ٹخنوں کی طرف انگلیاں کھینچی جائیں۔

☆ انگلیاں ذرا جما کر کھینچی جائیں تا کہ موزے کی سطح پر پانی کے خطوط کھنچتے ہوئے محسوس ہوں۔

☆ مسح پیر کی پشت پر کیا جائے۔

☆ مسح دونوں پیروں پر صرف ایک ایک بار کیا جائے۔

مَسح کی مدت:

مسافر کے لیے مسح کرنے کی مدت تین دن تین رات ہے اور غیر مسافر یعنی مقیم کے لیے ایک دن ایک رات ہے، اور اس مدت کا حساب وضو ٹوٹنے کے وقت سے لگایا جائے گا، موزے پہننے کے وقت سے نہ لگایا جائے گا۔ مثلاً کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے پھر سورج ڈوبتے وقت وضو ٹوٹا تو مقیم کے لیے اگلے دن سورج ڈوبنے کے وقت تک مسح کرنا درست ہے، یعنی جب جب وضو ٹوٹے، تو وضو کے ساتھ مسح کر لے اور اگر وہ مسافر ہے تو تیسرے دن سورج ڈوبنے کے وقت تک اس کے لیے مسح کرنا درست ہے، یعنی وضو ٹوٹنے کے وقت سے تین دن اور تین راتیں پوری کرنے کے بعد مسح کی مدت ختم ہو گی۔ مثلاً جمعہ کے دن سورج ڈوبتے وقت وضو ٹوٹا ہے تو دوشنبہ کے دن سورج ڈوبتے وقت تک مسح کی مدت رہے گی اور دوشنبہ کے دن سورج ڈوبنے کے بعد مغرب کے لیے وضو کرے گا تو پاؤں دھونا ضروری ہوگا۔

مسح کو باطل کرنے والی چیزیں:

موزوں کا مسح چار چیزوں سے باطل ہو جاتا ہے۔

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان تمام چیزوں سے مسح بھی باطل ہو جاتا ہے یعنی وضو کرنے کے بعد دوبارہ مسح کرنا ضروری ہوگا۔

(۲) کسی بھی وجہ سے موزے اتار لیے جائیں، یا خود اتر جائیں یا ایڑی کا اکثر حصہ

باہر نکل آئے یا کھل جائے۔

(۳) موزے پہنے رہنے کے باوجود پانی میں بھیگ جائے، پورا پاؤں بھیگ جائے یا پاؤں کا اکثر حصہ بھیگ جائے۔

(۴) مسح کی مدت ختم ہوجائے۔ یعنی مقیم پر ایک دن ایک رات بیت جائے اور مسافر پر تین راتیں و تین دن بیت جائیں۔

اوپر کی آخری تین صورتوں میں دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، صرف پاؤں دھولینا کافی ہوگا۔

مَسح کے چند مسائل

(۱) اگر مسح نہ کرنے سے کسی واجب کا ترک لازم آرہا ہو تو مسح کرنا واجب ہے۔ مثلاً کسی کو اندیشہ ہو کہ اگر پیر دھونے میں وقت لگایا گیا تو عرفات میں ٹھہرنے کا موقع نہ مل سکے گا یا جماعت چھوٹ جائے گی یا وقت جاتا رہے گا تو ان صورتوں میں مسح کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر کسی کے پاس وضو کے لیے صرف اتنا ہی پانی ہے کہ پیروں کے سوا دوسرے اعضاء ہی دھل سکیں تو اس صورت میں بھی مسح کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر موزے اتنے چھوٹے ہوں کہ ٹخنے کھلے ہوں اور کوئی چمڑا یا کپڑا وغیرہ لے کر موزوں کو آگے بڑھالیا جائے کہ ٹخنے ڈھک جائیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہوگا۔

(۴) ایسے جوتوں پر بھی مسح جائز ہے جو ٹخنوں سمیت پورے پیر کو چھپا لیتے ہوں، اور جن میں پیر کے کسی حصے کی کھال نہ نظر آتی ہو، چاہے وہ چمڑے کے ہوں یا ربڑ کے یا پلاسٹک اور نائیلون کے ہوں۔

(۵) اگر کسی نے موزے کے اوپر موزے پہن رکھے ہوں تو اوپر والے موزوں پر مسح کرلینا کافی اور درست ہے۔

(۶) تیمم کرنے والے کے لیے مسح کرنے کی ضرورت نہیں اور غسل کے ساتھ بھی موزوں پر مسح درست نہیں ہے، پیروں کا دھونا ضروری ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

غسل کا بیان

غسل کے اصطلاحی معنی:

لغت میں غسل کے معنی ہیں، سارے بدن کو دھونا اور اصطلاحِ فقہ میں اس کے معنی ہیں، شریعت کے بتائے ہوئے خاص طریقے کے مطابق ناپاکی دور کرنے یا محض اجر وثواب پانے کے لیے پورے بدن کو دھونا۔

غسل کے متعلق چھ ہدایات:

(۱) غسل خانے میں نہانا ہو یا کھلی جگہ میں بہتر یہ ہے کہ لنگی، نیکر یا اور کوئی کپڑا باندھ کر نہایا جائے۔

(۲) ہمیشہ اوٹ کی جگہ نہایا جائے تا کہ کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے اور اگر اوٹ کی جگہ نہ ہو تو لنگی وغیرہ باندھ کر نہانے کا اہتمام کیا جائے اور اگر باندھنے کے لیے کچھ نہ ہو تو پھر انگلی سے ایک دائرہ کھینچ کر اس کے اندر بیٹھے بیٹھے بسم اللہ پڑھ کر نہانا چاہیے۔

(۳) عورت کو چاہیے کہ ہمیشہ بیٹھ کر نہائے اور اگر مرد برہنہ ہو تو اس کو بھی بیٹھ کر ہی نہانا چاہیے۔ البتہ لنگی وغیرہ باندھ کر کھڑے کھڑے نہانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۴) نہانے کے دوران بات چیت نہ کرنا چاہیے اِلّا یہ کہ کوئی شدید ضرورت ہو۔

(۵) ہمیشہ پاک صاف جگہ پر نہانا چاہیے اور نہانے کی جگہ میں پیشاب وغیرہ کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

(۶) جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہ سب غسل میں بھی مکروہ ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے اور غسل کرتے وقت وضو کی دعائیں پڑھنا بھی مکروہ ہیں۔

غسل کا مسنون طریقہ:

دائیں ہاتھ سے پانی لے کر پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے پھر استنجا کرے چاہے استنجا کے مقام پر نجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست لگی ہو اس کو

دھوئے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح صابون وغیرہ سے دھو کر پورا وضو کرے، اہتمام کے ساتھ کلی کرتے وقت حلق میں پانی پہنچائے اور ناک میں بھی اچھی طرح پانی پہنچائے، ہاں اگر نہانے کی جگہ میں پانی جمع ہو رہا ہو یا زمین کچی ہو تو غسل سے فراغت کے بعد پاؤں دھوئے..... اگر یہ غسل فرض ہو تو وضو میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا اور کوئی دعا نہ پڑھے..... وضو کے بعد سر پر پانی ڈالے، پھر دائیں شانے پر اور اس کے بعد بائیں شانے پر اور پورے بدن کو اچھی طرح مَلے۔ صابون وغیرہ لگا کر مَلے یا ویسے ہی ملے تا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اور بدن بھی اچھی طرح صاف ہو جائے۔

پھر دو مرتبہ اور اسی طریقے سے سارے بدن پر اچھی طرح پانی بہائے تا کہ کسی حصے کے خشک رہ جانے کا شبہ نہ رہے۔ اگر وضو میں پاؤں نہ دھوئے ہوں تو اب پاؤں دھو ڈالے اور سارے بدن کو کسی کپڑے یا تولیے وغیرہ سے اچھی طرح پونچھ ڈالے۔

غسل کے فرائض:

غسل میں صرف تین فرائض ہیں:

(۱) کلی کرنا۔ کلی کرنے میں یہ اہتمام کرے کہ پورے منہ میں حلق تک اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔

(۲) ناک میں پانی ڈالنا۔

(۳) سارے بدن پر پانی پہنچانا تا کہ بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ بالوں کی جڑوں اور ناخنوں کے اندر بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔

دراصل انھی تین چیزوں کا نام غسل ہے، ان فرائض میں سے اگر ایک بھی چھوٹ گیا تو غسل نہ ہوگا۔

چوٹی اور زیور کا حکم:

(۱) اگر چوٹی کھولے بغیر بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ سکے تو خواتین کے لیے چوٹی کھولنا ضروری نہیں، ہاں اگر بال بہت زیادہ گھنے ہوں یا چوٹی اتنی سخت بندھی ہوئی

ہو کہ کھولے بغیر پانی نہ پہنچ سکے تو پھر کھولنا ضروری ہے۔

(۲) اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو سارے بالوں کا بھگونا اور ان کی جڑوں میں اس اہتمام کے ساتھ پانی پہنچانا ضروری ہے کہ کوئی ایک بال بھی سوکھا نہ رہ جائے۔

(۳) اگر مرد نے بال رکھ لیے ہوں اور عورتوں کی طرح چوٹی گوندھ لی ہو یا یونہی لپیٹ لیے ہوں تو ہر حال میں بال کھولنا اور ہر ہر بال کو بھگونا اور جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔

(۴) تنگ زیور جیسے انگوٹھی، چھلّا اور گلوبند وغیرہ ہو یا وہ زیور جو سوراخ میں پڑے ہوئے ہوں جیسے کانوں کے بندھ، بالی اور ناک کا پھول اور نتھ وغیرہ تو ان کا ہلا لینا ضروری ہے تا کہ ان کے نیچے اچھی طرح پانی پہنچنے کا اطمینان ہو جائے۔

غسل کی سنتیں:

(۱) خدا کی خوشنودی اور اجر و ثواب کی نیت سے پاکی حاصل کرنا۔

(۲) مسنون ترتیب کے مطابق غسل کرنا اور پہلے وضو کر کے غسل کرنا۔

(۳) دونوں ہاتھوں کو گٹوں سمیت دھونا۔

(۴) بدن سے نجاست دور کرنا اور بدن کو مَلنا۔

(۵) مسواک کرنا۔

(۶) سارے بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے مستحبّات:

یعنی وہ آداب جن کا اہتمام کرنا غسل میں مستحب ہے۔

(۱) ایسی جگہ نہانا جہاں اوٹ ہو اور کسی کی نظر نہ پڑے، اور کھڑے ہو کر نہانا تو تہمد وغیرہ باندھ کر نہانا۔

(۲) دائیں جانب کو پہلے اور بائیں جانب کو بعد میں دھونا۔

(۳) پاک جگہ پر نہانا۔

(۴) نہ اتنا زیادہ پانی گرانا کہ اسراف ہو اور نہ اتنا کم کہ بدن پوری طرح نہ بھیگ سکے۔

(۵) بیٹھ کر غسل کرنا۔

غسل کے احکام

غسل کی قسمیں:

غسل تین مقاصد سے کیا جاتا ہے۔

(۱) حدثِ اکبر سے پاک ہونے کے لیے..... یہ غسل فرض ہے۔

(۲) اجر وثواب کی نیت سے..... یہ غسل سنت یا مستحب ہے۔

(۳) بدن کو میل کچیل سے صاف کرنے اور گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے..... یہ غسل مباح ہے۔

غسل فرض ہونے کی صورتیں:

غسل فرض ہونے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) منی کا نکلنا۔

(۲) عضو مخصوص کا سر عورت کے جسم میں داخل ہونا۔

(۳) حیض آنا۔

(۴) نفاس کا خون آنا۔

غسل فرض ہونے کی پہلی صورت:

شہوت کے ساتھ مرد یا عورت کی منی نکل آئے تو غسل فرض ہو جائے گا۔ منی نکلنے کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً

☆ رات کو یا دن کو سوتے میں احتلام ہو جائے، چاہے احتلام کوئی خواب دیکھنے سے ہو یا بغیر خواب دیکھے ہو۔

☆ کسی مرد، عورت یا کسی اور جاندار سے جنسی ملاپ کرنے سے منی نکلنے سے۔

☆ محض خیال وتصور یا کوئی جنسی تحریک پیدا کرنے والے افسانے اور کہانی سے۔

☆ ہاتھ سے عضوِ مخصوص کو ملنے اور رگڑنے سے جس کو استمنا بالید کہتے ہیں۔ یا کسی اور چیز سے ملنے رگڑنے سے۔

غرض جس ذریعے سے بھی شہوت کے ساتھ منی نکلے گی، غسل فرض ہو جائے گا[1]۔

منی کے چند مسائل:

(۱) کسی بھی ذریعے سے کچھ منی نکلی اور آدمی نے غسل کر لیا، غسل کرنے کے بعد کچھ منی نکلی تو پہلا غسل باطل ہو گیا اور دوبارہ غسل کرنا ضروری ہے۔

(۲) سوتے میں احتلام ہو گیا۔ جنسی لذت بھی محسوس ہوئی لیکن سو کر اٹھنے پر دیکھا کہ کپڑوں پر منی نکلنے کی کوئی علامت نہیں ہے تو غسل فرض نہ ہوگا۔

(۳) سو کر اٹھنے پر دیکھا کہ کپڑوں میں منی لگی ہے لیکن احتلام یاد نہیں، تب بھی غسل کرنا فرض ہے۔

(۴) سوتے میں جنسی لذت محسوس ہوئی لیکن کپڑے پر جو تری ہے، اس کے بارے میں یہ یقین ہے کہ یہ منی نہیں، مذی ہے یا ودی ہے، ہر حال میں غسل فرض ہے۔

(۵) اگر کسی آدمی کا ختنہ نہ ہوا ہو اور اس کی منی نکل کر اس کھال میں رہ جائے جو ختنہ میں کاٹ دی جاتی ہے، تب بھی غسل فرض ہے۔

(۶) اگر کسی کو پوری جنسی لذت کسی بھی ذریعے سے حاصل ہوئی لیکن منی نکلتے وقت اس نے عضو مخصوص کو دبا لیا یا اور کسی ذریعے سے منی کو نکلنے نہ دیا۔ پھر جب شہوت ختم ہو گئی تب منی باہر نکلی تو اس صورت میں بھی غسل فرض ہے۔

غسل فرض ہونے کی دوسری صورت:

مرد کے عضو مخصوص کا سر کسی زندہ آدمی کے جسم میں داخل ہو جائے تو غسل فرض ہو جائے گا۔ چاہے یہ زندہ آدمی، عورت ہو یا مرد یا مخنث ہو اور چاہے جسم کے اگلے حصے میں

---

[1] یہ واضح رہے کہ یہاں چونکہ غسل فرض ہونے کا فقہی حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ اس لیے منی نکلنے کی ان بہت سی صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ یہ حقیقت ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت اور احتلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے ذریعے سے منی خارج کرنا زبردست نادانی بھی ہے اور گناہ بھی۔

داخل ہو یا پچھلے حصے میں، اور چاہے منی نکلے یا نہ نکلے ہر حال میں غسل فرض ہو جائے گا۔

پھر اگر فاعل و مفعول دونوں عاقل و بالغ ہیں تو دونوں پر غسل فرض ہوگا، ورنہ دونوں میں سے جو بھی عاقل و بالغ ہوگا صرف اسی پر غسل فرض ہوگا[1]۔

وجوبِ غسل کے چند مسائل:

(۱) اگر کوئی مرد اپنا عضو مخصوص اپنی نابالغ بیوی کے جسم میں داخل کرے مگر یہ اندیشہ نہ ہو کہ بیوی کا اگلا پچھلا حصہ اس کی وجہ سے پھٹ کر مل جائے گا۔ تو مرد پر غسل فرض ہو جائے گا۔

(۲) اگر کوئی عورت شہوت کے ہیجان میں کسی بے شہوت مرد یا کسی جانور کا عضوِ مخصوص یا کوئی لکڑی وغیرہ داخل کر لے تو چاہے منی نکلے یا نہ نکلے غسل فرض ہو جائے گا۔

(۳) خصی مرد کا عضوِ مخصوص عورت یا مرد کے جسم میں داخل ہو جائے تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔ دونوں عاقل بالغ ہوں تو دونوں پر ورنہ جو عاقل و بالغ ہو صرف اسی پر فرض ہوگا۔

(۴) اگر کوئی مرد اپنے عضوِ مخصوص پر کپڑا یا کوئی ربڑ وغیرہ لپیٹ کر یا پہن کر داخل کر لے تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔

(۵) اگر کسی کے عضو مخصوص کا سرکٹ گیا ہو تو باقی جسم میں سے سر کے مقدار کا اندازہ کریں گے۔ اگر بقیہ عضو میں سے سر کے بقدر داخل ہو جائے تو غسل فرض ہو جائے گا۔

غسل فرض ہونے کی تیسری صورت:

غسل فرض ہونے کی تیسری صورت حیض کا خون ہے، حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہیں اور دو حیضوں کے درمیان طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہیں یعنی تین دن سے کم اگر خون آئے تو غسل فرض نہ ہوگا اور اگر ایک حیض بند ہونے کے پندرہ دن سے پہلے خون آجائے تو وہ بھی حیض نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے

---

[1] واضح رہے کہ یہ ساری صورتیں غسل فرض ہونے کے احکام سمجھانے کے لیے ہیں، ورنہ مرد کے لیے اپنی بیوی کے اگلے حصے کے سوا کسی بھی دوسرے انسان کے کسی بھی حصہِ جسم میں اپنا عضو مخصوص داخل کرنا سخت گناہ ہے۔

غسل فرض نہ ہوگا۔

غسل فرض ہونے کی چوتھی صورت:

غسل فرض ہونے کی چوتھی صورت نفاس کا خون ہے، نفاس کا حکم اس خون پر لگایا جائے گا جو آدھا بچہ باہر نکل آنے کے بعد آئے۔ اس سے پہلے جو خون آئے وہ نفاس کا خون نہیں ہے، اس سے غسل فرض نہ ہوگا۔ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن رات ہے اس کے بعد جو خون آئے اس سے غسل فرض نہ ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی خاتون کو بالکل ہی خون نہ آئے تو غسل فرض نہ ہوگا البتہ احتیاط کے طور پر غسل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

وہ صورتیں جن میں غسل فرض نہیں:

(۱) مذی اور ودی کے نکلنے اور استحاضے کا خون آنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۲) عضو مخصوص سر سے کم مقدار میں داخل ہو تب بھی غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۳) عورت کے عضو مخصوص میں مرد کی منی جماع کے بغیر کسی اور ذریعے سے داخل ہونے کی صورت میں غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۴) کسی کی ناف میں عضو مخصوص داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۵) کسی کنواری دوشیزہ سے صحبت کی جائے اور اس کی بکارت زائل نہ ہو تو غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۶) ختنہ کرانے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

(۷) بغیر شہوت کے اگر منی نکل آئے تو غسل فرض نہیں ہوتا مثلاً کوئی اونچی جگہ سے گر پڑا یا کسی نے مارا اور صدمے سے منی نکل آئی یا پیشاب کے بعد شہوت کے بغیر منی نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

وہ صورتیں جن میں غسل سنت ہے:

(۱) جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۲) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدین کی نماز کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۳) حج یا عمرے کے احرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔

(۴) حج کرنے والے کو عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔

وہ صورتیں جن میں غسل مستحب ہے:

(۱) اسلام سے مشرف ہونے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۲) مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والے کو غسل کرنا مستحب ہے۔

(۳) جنون اور مستی اور بے ہوشی رفع ہو جانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۴) شعبان کی پندرہویں شب میں غسل کرنا مستحب ہے۔

(۵) مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔

(٦) سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز کے لیے غسل کرنا مستحب ہے اور نمازِ استسقاء کے لیے بھی غسل کرنا مستحب ہے۔

(۷) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے دسویں تاریخ کی صبح کو نماز فجر کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔

(۸) کنکری پھینکنے کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔

(۹) کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۰) کسی محفل اور تقریب میں شرکت کرنے اور نیا لباس زیبِ تن کرنے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱۱) سفر سے واپس وطن پہنچ جانے پر غسل کرنا مستحب ہے۔

وہ صورتیں جن میں غسل مباح ہے:

اوپر بیان کی ہوئی صورتوں کے علاوہ جن صورتوں میں آدمی نہانے کی ضرورت محسوس کرے ان میں غسل کرنا مباح ہے مثلاً:

(۱) گھر دکان وغیرہ میں جھاڑ پونچھ کرنے کے بعد جسم کو صاف کرنے کے لیے نہانے کی ضرورت محسوس ہو۔

(۲) گرد وغبار میں اَٹ جانے اور مٹی گارے وغیرہ کا کام کرنے کے بعد نہانے کی ضرورت محسوس ہو۔

(۳) بدن پر میل کچیل ہو گیا ہو، یا پسینہ کی بو آ رہی ہو اور نہانے کی ضرورت محسوس ہو۔

(۴) گرمی کے اثرات زائل کرنے اور جسم کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے نہانے کی ضرورت ہو۔

(۵) تکان اور سستی دور کرنے اور فرحت وتازگی حاصل کرنے کے لیے نہانے کی ضرورت محسوس ہو۔

ان تمام صورتوں میں غسل کرنا مباح ہے۔

غسل کے متفرق مسائل

(۱) اگر کوئی حدثِ اکبر کی حالت میں ندی یا نہر میں غوطہ لگا لے یا بارش میں کھڑا ہو جائے اور پورے بدن پر پانی بہہ جائے اور وہ کلی بھی کر لے اور ناک میں پانی بھی ڈال دے تو اس کا غسل ادا ہو جائے گا اور حدثِ اکبر سے پاک ہو جائے گا۔

(۲) اگر کسی نے غسل سے پہلے وضو نہ کیا، تو غسل کے بعد اب اس کے لیے الگ سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ غسل میں وہ سارے اعضاء دھل ہی گئے جن کو وضو میں دھونا فرض تھا، لہٰذا غسل کے اندر وضو بھی ہو گیا۔

(۳) غسل کرتے وقت کلی نہیں کی لیکن خوب منہ بھر کر پانی اس طرح پی لیا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ گیا تو غسل درست ہو گیا۔ اس لیے کہ کلی کا مقصد بھی یہی تھا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے اور وہ مقصد حاصل ہو گیا۔

(۴) اگر سر میں خوب تیل ڈالا ہے یا بدن پر خوب مل لیا ہے اور پانی بدن پر پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے یا ذرا ٹھہرتا نہیں تو کوئی ہرج نہیں غسل درست ہو گیا۔

(۵) اگر ناخن میں آٹا لگا تھا اور سوکھ گیا یا کوئی اور زینت کی چیز لگائی اور اس کو چھڑائے بغیر نیچے کی سطح تک پانی نہیں پہنچ سکتا تو اس کا چھڑانا ضروری ہے، چھڑائے بغیر

غسل درست نہیں۔

(۶) اگر کسی مرض کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنے میں شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو باقی بدن دھو لینے سے غسل درست ہو جائے گا پھر جب نقصان کا اندیشہ نہ رہے تو سر دھو لینا چاہیے۔

حدثِ اکبر کے احکام

(۱) حدثِ اکبر کی حالت میں مسجد کے اندر داخل ہونا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی شدید ضرورت ہو اور داخل ہوئے بغیر کام نہ چل سکتا ہو تو تیمم کر کے داخل ہونے کی اجازت ہے مثلاً کسی کی رہائش گاہ کا دروازہ ہی مسجد کے اندر ہے اور باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور پانی کا انتظام بھی صرف مسجد ہی میں ہے، باہر نہ کوئی نل ہے نہ کنواں اور نہ تالاب وغیرہ تو ایسی صورت میں تیمم کر کے مسجد میں جانا جائز ہے، لیکن اپنا کام کرتے ہی فوراً باہر آجانا چاہیے۔

(۲) حدثِ اکبر میں بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

(۳) حدثِ اکبر میں قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا حرام ہے، چاہے ایک آیت سے کم ہی پڑھنا ہو۔

(۴) قرآنِ پاک کا چھونا بھی حرام ہے، البتہ ان شرائط کے ساتھ چھونے کی اجازت ہے جن شرائط کے ساتھ حدثِ اصغر میں چھونا جائز ہے۔

(۵) جو چیزیں حدثِ اصغر میں ممنوع ہیں، وہ سب حدثِ اکبر میں بھی ممنوع ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنا، سجدۂ تلاوت کرنا، سجدۂ شکر کرنا وغیرہ۔

(۶) حدثِ اکبر کی حالت میں عید گاہ جانا بھی درست ہے اور دینی تعلیم و تربیت کے مراکز میں جانا بھی درست ہے۔

(۷) قرآنِ پاک کی ان آیتوں کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ جن میں خدا کی حمد و تسبیح ہو یا دعائیں ہوں، جیسے

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِیْ

الْاَرْضِ۔

یا

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ وغیرہ۔

(۸) سورۂ فاتحہ بھی دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے اور دعائے قنوت پڑھنا بھی جائز ہے۔

(۹) حیض ونفاس کی حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

(۱۰) حیض ونفاس کی حالت میں بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے۔ البتہ صحبت کے علاوہ، بوس وکنار، ساتھ لیٹنا بیٹھنا اور پیار ومحبت کے اظہار کے دوسرے طریقے اختیار کرنا بالکل جائز ہیں بلکہ اس حالت میں عورت کے ساتھ میل جول رکھنے سے پرہیز کرنا مکروہ ہے۔

تیمم کا بیان

طہارت حاصل کرنے کا اصل ذریعہ پانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نہایت فراوانی کے ساتھ بندوں کے لیے مہیا کر رکھا ہے، لیکن پھر بھی بعض صورتیں ایسی ہو سکتی ہیں کہ کسی جگہ پانی میسر نہ آئے یا پانی تو موجود ہو لیکن کسی وجہ سے پانی کے ذریعے طہارت حاصل کرنا آدمی کے بس میں نہ ہو یا پانی استعمال کرنے سے شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورتوں میں اللہ نے یہ مزید فضل وانعام فرمایا ہے کہ مٹی سے طہارت حاصل کرنے کی اجازت دی اور اس کا طریقہ سکھایا تاکہ بندوں کو دین پر عمل کرنے میں کوئی تنگی نہ ہو۔

قرآن میں ہے:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ المائدہ 6:5

اور تمھیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی سے کام لو۔ بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام

کردے تا کہ تم اس کے شکر گزار بنو۔

تیمّم کے معنی:

لغت میں تیمم کے معنی ہیں قصد وارادہ کرنا۔ اور اصطلاحِ فقہ میں اس کے معنی ہیں پاک مٹی کے ذریعے نجاستِ حکمیہ سے طہارت حاصل کرنے کا قصد وارادہ کرنا، تیمم، وضو اور غسل دونوں کے بجائے کیا جاسکتا ہے، یعنی اس کے ذریعے آدمی حدثِ اصغر سے پاک ہوسکتا ہے اور حدثِ اکبر سے بھی۔ تیمم کی یہ اجازت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر خدا کا خصوصی انعام ہے۔ یہ امت جس کا دائرۂ کار پوری دنیائے انسانیت اور جس کی مہلتِ عمل رہتی زندگی تک ہے، بجا طور پر اس سہولت اور رعایت کی مستحق تھی تا کہ کسی بھی دَور میں کیسے ہی حالات ہوں اور دنیا کا کوئی بھی مقام ہو، دینی احکام کی تعمیل میں امت کو کوئی تنگی محسوس نہ ہو۔

تیمّم کن صورتوں میں جائز ہے:

(۱) کسی ایسی جگہ قیام ہو جہاں پانی ملنے کی کوئی امید ہی نہ ہو نہ کوئی بتانے والا ہو اور نہ کوئی علامت ہی ایسی نظر آئے جس سے گمان ہو کہ پانی یہاں مل سکے گا۔ یا پھر پانی ایک میل یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہو، کہ وہاں جانے یا وہاں سے پانی لانے میں غیر معمولی مشقت ہو تو ایسی صورت میں تیمّم کرنا جائز ہے۔

(۲) پانی تو موجود ہو لیکن اس کے قریب کوئی دشمن ہو یا کوئی موذی جانور ہو، یا گھر کے باہر پانی ہو اور چور ڈاکو کا خطرہ ہو یا کنواں ہو اور ڈول رسی نہ ہو یا کسی خاتون کے لیے گھر سے نکل کر پانی لانے میں عزت وآبرو کا خطرہ ہو تو ایسی تمام صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۳) پانی تو اپنے پاس موجود ہو لیکن تھوڑا ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو یا غسل میں استعمال کیا گیا تو پیاس کی تکلیف ہوگی یا کھانا وغیرہ نہ پک سکے گا۔ ایسی صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔

(۴) پانی تو ہو لیکن پانی کے استعمال سے بیمار پڑ جانے کا خوف ہو یا صحت پر غیر معمولی

اثر پڑنے کا اندیشہ ہو، نہ کہ وہم۔ مثلاً ایک شخص جاڑے کے موسم میں مستقل طور سے وضو اور غسل کے لیے گرم پانی استعمال کرنے کا عادی ہے اس کو وضو یا غسل کی ضرورت ہے، پانی موجود ہے مگر ٹھنڈا ہے اور اس کا تجربہ ہے کہ اگر اس نے عادت کے خلاف ٹھنڈا پانی استعمال کیا تو وہ بیمار پڑ جائے گا یا اس کی صحت پر اثر پڑے گا تو ایسی صورت میں تیمّم کرنا جائز ہے۔ گرم پانی کے انتظار میں ناپاک رہنا اور نمازیں قضا کرنا درست نہیں بلکہ تیمّم کے ذریعے پاکی حاصل کر کے نماز وغیرہ ادا کرنا چاہیے۔

(۵) پانی تو مل رہا ہو لیکن پانی والا کسی وجہ سے معمول سے کہیں زیادہ قیمت مانگ رہا ہو، یا پانی کی قیمت تو مناسب ہو لیکن ضرورت مند کے پاس ادا کرنے کے لیے قیمت نہ ہو یا رقم تو موجود ہو لیکن راستے کے مصارف سے زیادہ نہ ہو اور پریشانی میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔

(٦) پانی تو موجود ہو لیکن سردی اتنی شدید ہو کہ ٹھنڈے پانی کے استعمال سے مر جانے یا فالج ہو جانے کا خطرہ ہو یا کوئی اور بیماری مثلاً نمونیہ وغیرہ پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور پانی گرم کرنے کے امکانات نہ ہوں تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۷) وضو یا غسل کرنے میں کسی ایسی نماز کے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں ہے مثلاً جنازے کی نماز، عیدین کی نماز، اور کسوف وخسوف کی نماز تو تیمم کرنا جائز ہے۔

(۸) پانی اپنے قبضے میں ہو لیکن کسی کمزوری یا بیماری کی وجہ سے آدمی خود اٹھ کر نہ لے سکتا ہو یا کنویں سے نہ کھینچ سکتا ہو، یا نل نہ چلا سکتا ہو، تو ان صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۹) اگر آدمی، ریل، بس یا جہاز وغیرہ میں سفر کر رہا ہو، سواری مسلسل چل رہی ہو اور اندر پانی موجود نہ ہو، یا پانی ہو اور بھیڑ وغیرہ کی وجہ سے وضو کرنا ممکن نہ ہو..... یا سواری رکی ہو اور نیچے اترنے میں سواری کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو یا کسی وجہ سے اترنے کا موقع ہی نہ ہو، تو ایسی صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

(۱۰) اگر بدن کے زیادہ حصے پر زخم ہوں یا چیچک وغیرہ نکل آئی ہو تو اس صورت میں بھی تیمّم کرنا جائز ہے۔

(۱۱) سفر میں پانی تو موجود ہے لیکن یہ خوف ہے کہ آگے کہیں پانی نہ ملے گا اور پیاس کی وجہ سے شدید تکلیف ہوگی یا جان پر بن آئے گی تو پانی کو کھانے پینے کے لیے محفوظ رکھ کر تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمّم کا مسنون طریقہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر تیمّم کی نیت کرے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی ذرا کشادہ کر کے آہستہ سے پاک مٹی پر مارے، اگر زیادہ گرد لگ جائے تو ہاتھوں کو جھٹک کر یا منہ سے پھونک کر جھاڑ دے[1]، اور دونوں ہاتھوں کو پورے چہرے پر اس طرح مَلے کہ بال برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے اور ڈاڑھی میں خلال بھی کر لے۔ پھر دوبارہ اسی طریقے سے مٹی پر ہاتھ مارے، اور ہاتھوں کو جھاڑ کر پہلے بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نچلے حصے پر رکھ کر کہنی تک پھیرے، پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کہنی کے اوپر کے حصے پر ملے اور ہاتھ کی پشت پر پھیرتے ہوئے دائیں ہاتھ کی انگلیوں تک لائے اور انگلیوں کا خلال بھی کرے پھر اسی طریقے سے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر پھیرے، اگر ہاتھ میں گھڑی یا چوڑی ہو یا انگلی میں انگوٹھی ہو تو اس کو ہلا کر اس کے نیچے بھی ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

تیمّم کے فرائض:

تیمّم میں تین فرض ہیں:

(۱) خدا کی رضا کے لیے پاک ہونے کی نیت کرنا۔

(۲) دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھیرنا۔

(۳) اور پھر دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیرنا۔

---

[1] تاکہ خواہ مخواہ چہرہ اور ہاتھ گرد آلود نہ ہوں۔

تیمّم کی سنتیں:

(۱) تیمم کے شروع میں بسم اللہ کہنا۔

(۲) مسنون طریقے کے مطابق تیمم کرنا یعنی پہلے چہرے کا مسح کرنا اور پھر دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

(۳) پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا نہ کہ ہاتھ کی پشت کو۔

(۴) مَلنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا۔

(۵) مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تا کہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے۔

(۶) کم سے کم تین انگلیوں سے ہاتھ اور چہرے کا مسح کرنا۔

(۷) پہلے دائیں ہاتھ کا مسح کرنا پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

(۸) چہرے کے مسح کے بعد داڑھی میں خلال کرنا۔

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز یا ناجائز ہے:

(۱) پاک مٹی سے تو تیمم جائز ہے ہی ان ساری چیزوں سے بھی تیمم جائز ہے جو مٹی کی قسم سے ہوں..... وہ ساری چیزیں جو آگ میں ڈالنے سے جل کر راکھ نہ ہوں، اور نہ نرم پڑیں، مٹی کی قسم سے ہیں جیسے سرمہ، چونا، پتھر، اینٹیں، ریت، کنکر، گیرو، سنگِ مرمر یا عقیق فیروزہ وغیرہ۔ ان سب سے تیمم کرنا جائز ہے۔

(۲) ان ساری چیزوں سے تیمم کرنا ناجائز ہے جو مٹی کی قسم سے نہ ہوں، وہ ساری چیزیں مٹی کی قسم سے نہیں ہیں جو آگ میں ڈالنے سے جل کر راکھ ہو جائیں یا پگھل جائیں۔ جیسے لکڑی، لوہا، سونا، چاندی، تانبہ، پیتل، شیشہ، رانگ اور ساری دھاتیں الور کوئلہ، غلہ، کپڑا، کاغذ، نائیلون اور پلاسٹک کی چیزیں، یا خود راکھ ان ساری چیزوں سے تیمم کرنا درست نہیں۔

(۳) جن چیزوں سے تیمم ناجائز ہے اگر ان پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اڑے، یا ہاتھ رکھ کر کھینچا جائے تو نشان پڑے تو اس صورت میں ان سے بھی تیمم جائز ہے،

مثلاً کپڑے کے تھان پر غبار ہو، کرسی، میز پر غبار ہو، یا خود کسی آدمی کے جسم پر گرد وغبار ہو تو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

(۴) جن چیزوں سے تیمم جائز ہے، مثلاً اینٹ، پتھر، مٹی کے برتن وغیرہ۔ اگر یہ چیزیں بالکل دھلی ہوئی ہوں اور ذرا بھی ان پر غبار نہ ہو تب بھی ان سے تیمم کرنا جائز ہے۔

وہ چیزیں جن سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے:

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سب سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور غسل کا تیمم بھی۔

(۲) اگر وضو اور غسل دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا جائے تو وضو ٹوٹنے سے وہ تیمم صرف وضو کے حق میں ٹوٹے گا۔ لیکن غسل کے حق میں باقی رہے گا۔ جب تک کہ وہ ایسی بات نہ ہو جائے جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔

(۳) اگر محض پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۴) اگر کسی عذر یا بیماری کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو عذر یا بیماری کے ختم ہوتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً کسی نے سخت سردی میں فالج کے خطرے سے ٹھنڈے پانی سے وضو نہیں کیا اور تیمم کر لیا پھر پانی گرم کرنے کا انتظام ہو گیا۔ تو گرم پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۵) پانی کے قریب کوئی درندہ، سانپ یا کوئی دشمن تھا، جس کے خوف سے وضو کے بجائے تیمم کر لیا تھا، پھر یہ خطرہ ٹل گیا، اور پانی حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تو تیمم ٹوٹ گیا۔

(۶) اگر کوئی آدمی، ریل، بس یا جہاز سے سفر کر رہا ہے، اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا۔ اب چلتی ریل، بس یا جہاز میں سے جگہ جگہ اسے چشمے، نہریں، تالاب وغیرہ دکھائی دے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ چلتی سواریوں میں پانی حاصل کرنا

ممکن نہیں ہے۔اس لیے اس آدمی کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

(۷) اگر کسی نے ایک عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر وہ عذر تو ختم ہو گیا لیکن اس عذر کے ختم ہوتے ہی دوسرا عذر پیدا ہو گیا، تب بھی پہلے عذر کے جاتے رہنے سے تیمم ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً کسی نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا۔ پھر پانی مل گیا۔ لیکن پانی ملتے ہی وہ ایسا بیمار ہوا کہ پانی کا استعمال اب بھی اس کے لیے ممکن نہیں، تب بھی اس کا پہلا تیمم ختم ہو گیا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا۔

(۸) اگر کسی نے وضو کے بجائے تیمم کیا تھا، پھر وضو کے بقدر پانی مل گیا تو تیمم ٹوٹ گیا۔ اور کسی نے غسل کے بجائے یعنی حدثِ اکبر سے پاک ہونے کے لیے تیمم کیا تھا، اور صرف اتنا ملا ہے کہ اس سے وضو ہی ہو سکتا ہے، غسل نہیں ہو سکتا تو غسل کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

تیمم کے متفرق مسائل

(۱) کسی نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی مل گیا تو چاہے یہ پانی وقت کے اندر ہی ملا ہو جب بھی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۲) پانی نہ ملنے یا کسی معذوری کی وجہ سے جب تک آدمی تیمم کا ضرورت مند ہے باطمینان تیمم کر کے دینی فرائض ادا کرتا رہے اور اس قسم کے وسوسوں سے خود کو پریشان نہ کرے، کہ پاکی تو دراصل پانی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ تیمم سے بھلا کیا پاکی حاصل ہوگی۔ پاکی ناپاکی کا دارومدار پانی یا مٹی پر نہیں ہے خدا کے حکم پر ہے، اور خدا کی شریعت نے جب مٹی سے پاک ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، تو سمجھنا چاہیے کہ تیمم سے بھی ایسی ہی پاکی حاصل ہوتی ہے، جیسی وضو یا غسل سے ہوتی ہے۔

(۳) اگر کسی نے میدان میں پانی کی جستجو کرنے کے بعد تیمم سے نماز پڑھ لی، پھر معلوم

ہوا کہ یہاں سے قریب ہی پانی تھا تو یہ تیمم اور نماز دونوں درست ہیں، نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(۴) اگر سفر میں کسی دوسرے کے پاس پانی موجود ہو اور یہ احساس ہو کہ مانگنے پر مل جائے گا تو اس سے مانگ کر وضو ہی کرنا چاہیے اور اگر یہ اندازہ ہو کہ مانگنے سے نہ مل سکے گا تو پھر تیمم کرنا درست ہے۔

(۵) وضو اور غسل دونوں کے بجائے تیمم درست ہے یعنی حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر دونوں سے پاک ہونے کے لیے تیمم کرنا صحیح ہے، اور دونوں کے لیے تیمم کا وہی ایک طریقہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور دونوں کے لیے الگ الگ تیمم کرنے کی بھی ضرورت نہیں ایک ہی تیمم دونوں کے لیے کافی ہے، مثلاً ایک شخص پر غسل فرض ہے۔ اس نے غسل کے بجائے تیمم کر لیا، اب اسی تیمم سے وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ وضو کے لیے الگ سے تیمم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۶) تیمم میں یہ پابندی نہیں ہے کہ ایک تیمم سے ایک ہی وقت کی نماز پڑھی جائے۔ بلکہ جب تک وہ نہ ٹوٹے کئی کئی وقت کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح فرض نماز کے لیے جو تیمم کیا ہے اس سے فرض، نفل، نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت، تلاوتِ قرآن وغیرہ سب ہی عبادتیں ادا کرنا جائز ہیں، البتہ محض قرآنِ پاک کو چھونے یا مسجد میں داخل ہونے کے لیے یا قرآن کی تلاوت کے لیے یا قبرستان میں داخل ہونے کے لیے تیمم کیا ہے تو اس سے نماز وغیرہ پڑھنا درست نہیں۔

(۷) پانی موجود ہے لیکن یہ اندیشہ ہے کہ وضو یا غسل کرتے کرتے نمازِ جنازہ یا نمازِ عیدین یا نمازِ کسوف وغیرہ نہیں ملے گی تو اس صورت میں تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جانا درست ہے۔ اس لیے کہ دوسرے وقت میں ان نمازوں کی قضا نہیں ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص معذور ہو اور خود اپنے ہاتھ سے تیمم نہ کر سکتا ہو تو یہ جائز ہے کہ کوئی دوسرا آدمی، مسنون طریقے کے مطابق اس کو تیمم کرا دے یعنی اپنے ہاتھ مٹی پر مار کر پہلے

اس کے پورے چہرے پر پھیرے پھر اس کے ہاتھوں پر پھیرے۔

(۹) اگر کسی کے پاس دو برتنوں میں پانی بھرا ہوا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ ایک برتن کا پانی پاک ہے اور ایک کا ناپاک، لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس برتن میں پاک ہے اور کس برتن میں ناپاک تو ایسی صورت میں تیمم کر لینا چاہیے۔

(۱۰) مٹی کے ایک ہی ڈھیلے سے ایک ہی آدمی کئی بار بھی تیمم کر سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اسی ایک ڈھیلے سے کئی کئی آدمی تیمم کریں۔ جس مٹی سے تیمم کر لیا جائے اس کا حکم ماءِ مستعمل جیسا نہیں ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

باب سوم

كِتابُ الصَّلٰوة

نماز کا بیان

ایمان کے بعد اسلام کا دوسرا اہم رکن نماز ہے، اس کا حق تو یہ تھا کہ کتاب العقائد کے بعد ہی اس کے احکام ومسائل بیان ہوتے لیکن چونکہ نماز ادا کرنے کے لیے ہر طرح کی نجاست سے پاک ہونا لازمی شرط ہے، اس لیے طہارت کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد نماز کے احکام ومسائل بیان کیے جارہے ہیں۔

نماز کے معنی:

نماز ہماری زبان کا جانا پہچانا لفظ ہے، جو قرآنی اصطلاح ''صلوٰۃ'' کے بجائے استعمال ہوتا ہے، صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں کسی کی طرف رخ کرنا، بڑھنا، دعا کرنا اور قریب ہونا، قرآن کی اصطلاح میں نماز کے معنی ہیں، خدا کی طرف متوجہ ہونا، اس کی طرف بڑھنا، اس سے دعا کرنا اور اس سے انتہائی قریب ہونا۔ اس طریق عبادت کے ارکان کی تعلیم قرآن نے دی ہے اور اس کا تفصیلی طریقۂ عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے:

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ الاعراف 29:7

اور ہر نماز میں اپنا رُخ ٹھیک خدا کی طرف رکھو اور مخلصانہ اطاعت کے ساتھ اس کو پکارو۔

اور سورہ العلق میں ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ العلق 19:96

اور سجدہ کرو اور (خدا سے) قریب ہو جاؤ۔

حدیث میں ہے:

بندہ اپنے خدا سے اس وقت سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے جب وہ خدا کے حضور

سجدے میں ہوتا ہے۔(مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے:

اور تم میں سے جب کوئی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ خدا سے مناجات کرتا ہے۔

لیکن خدا کی طرف متوجہ ہونے، اس کا قرب حاصل کرنے اور اس سے مناجات کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا صرف ایک ہی جواب صحیح ہے' اس کے سوا ہر جواب غلط اور گمراہ کن ہے، اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جو طریقہ بتایا ہے وہی صحیح، مستند اور مقبول ہے۔ نماز کے ارکان، نماز کے اذکار، نماز کے اوقات، نماز کی رکعتیں اور نماز کا تفصیلی طریقہ نہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان سے بتایا ہے بلکہ زندگی بھر اس پر عمل کر کے دکھایا ہے اور آپؐ کا یہ قول و عمل حدیث کی مستند ترین کتابوں میں محفوظ ہے، اور پھر امت نے ہمیشہ اس طریقے کے مطابق نماز ادا کر کے اس کو ہر شک وشبہ سے محفوظ کر دیا ہے۔

نماز کی فضیلت واہمیت:

ایمان لانے کے بعد مسلمان سے اوّلین مطالبہ یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرے، خدا کا ارشاد ہے۔

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ۔ طٰہٰ 14:20

بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

عقائد کے باب میں جس طرح خدا کی ذات وصفات پر ایمان پورے دین کا سرچشمہ ہے، اسی طرح اعمال کے باب میں نماز پورے دین کی عملی بنیاد ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تمام عبادتوں سے زیادہ نماز کی تاکید کی گئی ہے، اور اس کی اقامت پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ گویا اسی پر سارے دین کا دارومدار ہے۔

نماز کے علاوہ دوسری عبادتیں خاص لوگوں پر خاص خاص اوقات میں فرض ہیں۔ مثلاً حج اور زکوٰۃ صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے جو مالدار ہوں، روزے سال میں صرف ایک

مہینے کے فرض ہیں لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے جس کے لیے ایمان کے سوا کوئی اور شرط نہیں۔ ایمان لاتے ہی نماز ہر مسلمان عاقل و بالغ پر چاہے وہ مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا مریض، مقیم ہو یا مسافر۔ دن میں پانچ وقت فرض عین ہے یہاں تک کہ میدانِ کارزار میں جب دشمن سے مڈبھیڑ کا ہر لمحے اندیشہ ہو، عین اس وقت بھی نہ صرف نماز فرض ہے بلکہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید کی ہے، اور صلوٰۃِ خوف[1] کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا طریقہ بھی خود قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

نماز کی تاکید و ترغیب کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت کو دلوں میں جمانے کے لیے قرآن پاک نے اس ہولناک انجام[2] اور زبردست رسوائی[3] سے بھی پوری قوت کے ساتھ ڈرایا ہے جس سے تارکینِ صلوٰۃ دوچار ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نماز کی غیر معمولی فضیلت و اہمیت اور اس کو چھوڑ دینے کی بدترین سزاؤں پر مختلف رُخ سے روشنی ڈالی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

☆ مومن اور کفر کے درمیان نماز ہی حد فاصل ہے۔ (مسلم)

☆ جو شخص پابندی کے ساتھ اچھی طرح نماز پڑھے گا، قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیے نور اور (ایمان کی) دلیل ہوگی اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی اور جو شخص توجہ اور پابندی سے نماز ادا نہ کرے گا تو ایسی نماز نہ اس کے لیے نور ثابت ہوگی اور نہ (ایمان کی) دلیل، اور نہ وہ اسے خدا کے عذاب سے بچانے والی ہوگی اور ایسا شخص قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد، بیہقی)

☆ حضرت ابوذرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاڑے کے دنوں

ا۔ ملاحظہ فرمائیں، سورۃ النساء ۴:۱۰۲

۲۔ ہر شخص اپنے عمل کی پاداش میں پھنسا ہوا ہے سوائے داہنے ہاتھ والوں کے یہ لوگ جنت کے باغوں میں ہوں گے اور پوچھ رہے ہوں گے مجرموں کے بارے میں، کس چیز نے تمھیں جہنم میں ڈالا! وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہ پڑھا کرتے تھے۔ (المدثر ۷۴:۳۸)

۳۔ جس دن ہل چل مچی ہوگی اور لوگ سجدہ ریز ہونے کے لیے بلائے جائیں گے تو یہ سجدہ نہ کر سکیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور صورتوں پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جب (دنیا میں) انھیں سجدہ کرنے کے لیے بلایا جاتا تھا تو صحیح سالم تھے (مگر سجدہ نہ کرتے تھے)۔ (القلم ۶۸:۴۲، ۴۳)

میں جب پت جھڑ ہو رہا تھا، باہر تشریف لائے اور آپؐ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر ملائیں تو کھڑ کھڑ پتے جھڑنے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اے ابوذر! جب کوئی مسلمان یکسوئی اور اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، تو اس کے گناہ بھی اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد)

☆ ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا دھوتا ہوتا ہو، تو بتاؤ اس کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل رہ سکتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، نہیں، اس کے جسم پر تو ذرا بھی میل کچیل نہ رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری، مسلم، عن ابی ہریرہؓ)

☆ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ زندگی کے آخری لمحات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات تھے، نماز، نماز۔ (الادب المفرد)

دین میں نماز کی اہمیت اور فضیلت معلوم کرنے کے لیے قرآن وسنت کی ان واضح اور تاکیدی ہدایات کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز سے کس قدر گہرا شغف تھا، آپؐ نماز میں واقعی آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس کرتے۔ معمولی سی بات ہوتی اور آپؐ مسجد کی طرف دوڑ پڑتے اور نوافل تو اس کثرت سے پڑھتے کہ مبارک پیروں پر ورم آجایا کرتا۔

بہرحال قرآن وسنت کی ان تصریحات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نماز ایمان کی ایک لازمی علامت ہے جہاں ایمان ہوگا وہاں لازماً نماز موجود ہوگی اور جہاں نماز موجود ہے وہاں گویا پورا دین موجود ہے اور اگر نماز ضائع ہوگئی تو پھر دین کی موجودگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنی حکومت کے ذمہ داروں کو تحریری ہدایت دیتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف متوجہ کیا کیا ہے:

واقعہ یہ ہے کہ میرے نزدیک تمھارے تمام مسائل میں سب سے اہم مسئلہ نماز ہے،

جس نے اپنی نماز کی حفاظت کی اس نے اپنے پورے دین کو محفوظ کر لیا اور جس نے اپنی نماز کو ضائع کر دیا وہ باقی دین کو اور زیادہ ضائع کر کے رہے گا۔ (مشکوٰۃ، باب الامواقیت)

اقامت صلوٰۃ کے شرائط وآداب

مگر یہ فضیلت واہمیت اسی نماز کی ہے جو واقعی نماز ہو، جو سارے ظاہری آداب اور باطنی صفات کا لحاظ کرتے ہوئے شعور کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اسی کے لیے قرآن نے نماز ادا کرنے کے لیے ''ادا کرنے'' کا سادہ انداز اختیار کرنے کے بجائے، اقامت[1] ومحافظت[2] کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اقامت ومحافظت کے معنی یہ ہیں کہ نماز ادا کرنے میں ان ظاہری آداب کا بھی اہتمام کیا جائے جن کا تعلق نماز کی ظاہری حالت کی درستی سے ہے اور ان باطنی صفات کا بھی پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ جن کا تعلق آدمی کے قلب وروح اور احساسات وجذبات سے ہے۔

ذیل میں مختصر طور پر یہ آداب وصفات بیان کیے جاتے ہیں:

(۱) طہارت وپاکیزگی:

شریعت نے پاکی اور طہارت کے جو طریقے سکھائے ہیں اور جن احکام کی تعلیم دی ہے ان کے مطابق جسم ولباس کو اچھی طرح پاک صاف کر کے خدا کے حضور حاضری دی جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ المائدہ 6:5

ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سر کا مسح کر لو، اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو، اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو خوب اچھی طرح پاکی حاصل کر لو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ المؤمنون 9:23

۱۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوة (البقرہ ۲:۴۳) ۲۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (المومنون ۲۳:۹)

اوراپنے لباس کوخوب اچھی طرح پاک صاف کرلو۔

(۲) وقت کی پابندی:

یعنی ٹھیک وقت پر نماز ادا کی جائے، اس لیے کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا o النساء103:4

پس نماز قائم کرو، بیشک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بہترین بندے وہ ہیں جو سورج کی دھوپ اور چاند تاروں کی گردش کو دیکھتے رہتے ہیں کہ نماز کا وقت فوت نہ ہونے پائے۔ (مستدرک حاکم)

یعنی نماز اوقات کی پابندی کے لیے ہمہ وقت فکر مند رہتے ہیں، اور سورج کی دھوپ اور چاند تاروں کی گردش سے وقت معلوم کرتے رہتے ہیں کہ صحیح وقت پر نماز ادا کرلیں اور کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے۔

(۳) نماز کی پابندی:

یعنی تسلسل کے ساتھ بلاناغہ ہمیشہ نماز پڑھی جائے۔ حقیقت میں وہی لوگ نمازی کہلانے کے مستحق ہیں جو پابندی اور التزام کے ساتھ بلاناغہ نماز ادا کرتے ہیں۔

اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ہ الَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ دَآئِمُوْنَ۔ المعارج70:23-22

مگر نماز پڑھنے والے جو التزام کے ساتھ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔

(۴) صف بندی کا اہتمام:

صفوں کو بالکل سیدھا اور برابر رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے اس لیے کہ صفوں کو درست رکھنا اچھی طرح نماز پڑھنے کا جزو ہے۔

حضرت نعمان ابن بشیرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کا اس قدر اہتمام کرتے تھے، کہ گویا ان کے ذریعے آپؐ تیروں کو سیدھا کریں گے۔

یہاں تک کہ آپؐ نے یہ محسوس فرمایا کہ ہم اس کی اہمیت کو سمجھ چکے ہیں، پھر ایک دن آپؐ باہر آئے اور نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور آپؐ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپؐ کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا، آپؐ نے فرمایا:

خدا کے بندو! اپنی صفیں سیدھی اور برابر رکھا کرو، ورنہ خدا تمھارے رخ ایک دوسرے کے خلاف کردے گا۔ (مسلم)

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

نمازوں میں صفوں کو سیدھا اور برابر کیا کرو۔ اس لیے کہ صفوں کو درست رکھنا اقامتِ صلوٰۃ ہی کا ایک جز ہے۔ (بخاری)

یعنی صفیں درست کیے بغیر اچھی طرح نماز پڑھنے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کے ساتھ ساتھ صف بندی میں اس کا بھی لحاظ رہے، کہ سوجھ بوجھ والے اہل علم وفکر امام سے قریب تر رہیں یہ اسی وقت ممکن ہے جب سوسائٹی کے لوگ اہل علم وتقویٰ کا احترام کرتے ہوں اور وہ خود بھی اپنی امتیازی حیثیت کا شعور رکھتے ہوئے اول وقت مسجد پہنچ کر امام سے قریب جگہ حاصل کریں۔

حضرت ابومسعودؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز (باجماعت) میں ہمیں برابر کرنے کے لیے ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے، اور فرماتے تھے، برابر ہو جاؤ، (صفیں سیدھی کرلو) اور آگے پیچھے نہ رہو، ایسا نہ ہو کہ اس کی پاداش میں تمھارے دل ایک دوسرے سے پھر جائیں اور فرماتے تم میں سے جو عقل وخرد والے ہیں، وہ میرے قریب رہیں ان کے بعد وہ لوگ جو درجے میں ان کے قریب ہوں پھر وہ لوگ جو سوجھ بوجھ میں ان سے قریب ہوں۔

(۵) سکون واعتدال:

یعنی نماز اس سکون واطمینان کے ساتھ ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کی جائے کہ قرأت، قیام، رکوع اور سجود جملہ ارکانِ نماز کا حق ادا ہو جائے۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ بنی اسرائیل 110:17

اوراپنی نماز میں نہ تو زیادہ بلند آواز سے پڑھیے اور نہ بالکل ہی پست آواز سے، بلکہ درمیانی روش اختیار کیجیے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی، نماز پڑھ کر وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، کہ

پھر جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔

وہ آدمی گیا اور اس نے پھر نماز پڑھی، پھر آپؐ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا:

جاؤ پھر نماز پڑھو تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی۔ اس آدمی نے تیسری دفعہ میں یا اس کے بعد عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے سکھا دیجیے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلے کی طرف رُخ کرو، پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرو اور قرآن کا جو حصہ آسانی سے پڑھ سکو پڑھو[1]، پھر قرأت کے بعد رکوع کرو، یہاں تک کہ تم رکوع میں پورے سکون واطمینان سے ہو جاؤ۔ پھر رکوع سے اٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ پورے اطمینان وسکون سے سجدہ کرلو، پھر اٹھ کر بالکل اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اپنی پوری نماز اسی اطمینان وسکون کے ساتھ ادا کرو۔ (بخاری، مسلم)

نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ نماز سر سے بوجھ اتارنا نہیں ہے کہ آدمی جلدی جلدی پڑھ کر اٹھ کھڑا ہو، بلکہ یہ خدا کی افضل ترین عبادت ہے، اس کا حق یہ ہے کہ آدمی نہایت سکون واطمینان سے اس کے سارے ارکان ادا کرے، اور ٹھہر ٹھہر کر توجہ سے نماز پڑھے۔ نبی اکرم ﷺ کی نظر میں وہ نماز، نماز ہی نہیں ہے جو پورے اطمینان وسکون کے ساتھ نہ پڑھی گئی ہو۔

حضرت عائشہؓ نبی اکرم ﷺ کی کیفیتِ نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ

---

[1] بعض روایات میں ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھو، اور اس کے سوا جو پڑھنا چاہو، پڑھو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر تحریمہ سے نماز شروع فرماتے تھے، اور قرأت کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے کرتے تھے اور جب آپؐ رکوع فرماتے تو اپنے سر کو نہ تو اوپر اٹھائے رہتے اور نہ نیچے کی طرف جھکائے رہتے بلکہ درمیانی حالت میں (کمر کی بالکل سیدھ میں) رکھتے، اور جب رکوع سے اٹھتے تو سجدے میں اس وقت تک نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ کھڑے ہو جاتے، اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے، تو جب تک بالکل سیدھے نہ بیٹھ جاتے دوسرا سجدہ نہ فرماتے اور ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے، اور التحیات پڑھتے وقت اپنا بایاں پاؤں نیچے بچھا لیتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے تھے، اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے[1]۔ اور اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی (سجدے میں) اپنی کلائیاں زمین پر بچھائے رکھے، جس طرح درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھا کر بیٹھتے ہیں اور پھر آپؐ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہہ کر نماز ختم فرماتے تھے۔ (مسلم)

(٦) نماز باجماعت کا اہتمام:

فرض نماز لازماً جماعت سے پڑھنی چاہیے۔ اِلّا یہ کہ جان و مال کا واقعی خوف ہو یا پھر شدید مرض ہو۔

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ البقرہ 43:2

اور رکوع کرو سب رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ النساء 102:4

اور (اے نبیؐ!) جب آپؐ مسلمانوں کے درمیان ہوں، پس انھیں نماز پڑھانے لگیں۔

یہ میدانِ جنگ میں نماز پڑھنے سے متعلق ہدایت ہے کہ اس نازک موقع پر بھی لشکر کے لوگ میدانِ کارزار میں الگ الگ نماز نہ پڑھیں بلکہ آپؐ نماز پڑھائیں تو وہ قرآن کی ہدایت کے مطابق آپؐ کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھیں۔

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص نمازِ باجماعت کے لیے مؤذّن کی پکار سنے اور اس پکار پر دوڑ پڑنے میں اس کے لیے کوئی عذر بھی نہ ہو (اور پھر بھی وہ جماعت سے نماز

---

[1] اور ایک روایت میں ہے کتے کی طرح بیٹھنے سے۔

پڑھنے کے لیے نہ پہنچے اور تنہا نماز پڑھے تو اس کی وہ نماز خدا کے ہاں قبول نہ ہوگی، بعض لوگوں نے پوچھا عذر سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جان و مال کا خوف ہو یا مرض ہو۔ (ابوداؤد)

☆ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چالیس روز تک برابر ہر نماز اس طرح جماعت کے ساتھ ادا کرے، کہ تکبیر اولیٰ سے شریک رہے تو اس کے لیے دو برأتیں لکھ دی جاتی ہیں۔ ایک آتش دوزخ سے برأت اور دوسرے نفاق سے برأت۔ (جامع ترمذی)

(۷) تلاوتِ قرآن میں ترتیل وتدبر:

تلاوتِ قرآن کا حق ہی یہ ہے کہ اس کو ٹھہر ٹھہر کر پوری توجہ، دل کی آمادگی، طبیعت کی حاضری اور ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا جائے اور ایک ایک آیت پر غور وفکر کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک حرف کو واضح کر کے اور ایک ایک آیت کو الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ المزمل 4:73

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ص 29:38

یہ کتاب جو ہم نے آپؐ پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور اصحابِ عقل اس سے نصیحت حاصل کریں۔

(۸) شوق وانابت:

نماز درحقیقت وہی ہے جس میں آدمی اپنے دل ودماغ، جذبات واحساسات اور افکار وخیالات سے پوری یکسوئی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو اور خدا سے ملاقات اور مناجات کے شوق کا یہ حال ہو کہ ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کے انتظار میں دل لگا ہوا ہو۔

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ الاعراف 29:7

اور ہر نماز کے لیے اپنا رُخ ٹھیک رکھو، اور اسی کو پکارو اپنی اطاعت کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

الجمعہ 9:62

اے مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو سارے کاروبار چھوڑ کر خدا کے ذکر کی طرف بھاگ پڑو۔

(۹) ادب وفروتنی:

یعنی ایک فرماں بردار غلام کی طرح آدمی عاجزی اور فروتنی کا پیکر بن کر خدا کے حضور اس طرح کھڑا ہو کہ دل خدا کی عظمت وجلال سے لرز رہا ہو، اور اعضا پر بھی ادب اور پستی، اور عجز ونیاز کی کیفیت طاری ہو۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ البقرہ 238:2

اپنی نمازوں کی نگہداشت کرو، خصوصاً بہترین نماز کی، اور خدا کے حضور ادب اور فروتنی کا پیکر بن کر کھڑے ہو۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ الحج 34-35:22

اور (اے نبیؐ!) بشارت دیجیے ان لوگوں کو جو عاجزی اور فروتنی کی روش اختیار کرتے ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ خدا کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ آنے والی مصیبتوں کو ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ الاعراف 205:7

اور اپنے رب کو صبح وشام یاد کیا کیجیے۔ دل ہی دل میں گڑگڑاتے ہوئے اور اس سے ڈرتے ہوئے اور پست آواز سے اور غافلوں میں سے مت ہونا۔

حضرت امام زین العابدینؒ جس وقت نماز کے لیے وضو فرماتے ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، ان کے گھر والوں نے ان سے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا حالت ہو جاتی ہے؟ فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں کس ہستی کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ (احیاء العلوم)

(۱۰) خشوع وخضوع:

خشوع وخضوع نماز کی جان ہے، اور وہ نماز درحقیقت نماز نہیں ہے جو خشوع وخضوع سے خالی ہو۔ خشوع کے معنی ہیں، پست ہوجانا، دب جانا اور عاجزی سے جھک جانا، نماز میں خشوع اختیار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نہ صرف جسم بلکہ دل ودماغ سب کچھ خدا کے حضور پوری طرح جھکا ہوا ہو۔ دل پر خدا کی عظمت اور بڑائی کی ایسی ہیبت چھائی ہوئی ہو کہ پست جذبات اور ناپسندیدہ خیالات کا دل میں گزر نہ ہو، اور جسم پر سکون اور پستی کے ایسے آثار نمایاں ہوں جو ربِّ عظیم کے عظمت وجلال والے دربار کے شایان شان ہو۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ المومنون 23:2-1

فلاح یاب ہوگئے وہ مومن لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔

(۱۱) خدا سے قربت کا شعور:

نماز آدمی کو خدا سے اتنا قریب کردیتی ہے کہ کسی بھی دوسرے عمل سے اس قرب کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بندہ اس وقت اپنے خدا سے انتہائی قریب ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ (مسلم)

اقامت صلوٰۃ کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کو اس قرب کا احساس اور شعور ہو اور اس کے دل کی گہرائی میں اس قرب کی آرزو اور تمنا بھی ہو، اور وہ اس طرح نماز پڑھ رہا ہو کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ احساس ہو کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ العلق 96:19

اور سجدہ کرو، اور قریب ہوجاؤ۔

(۱۲) خدا کی یاد:

نماز کا حقیقی جوہر خدا کی یاد ہے، اور خدا کی یاد کا جامع اور مستند طریقہ نماز ہے، اس لیے کہ یہ اسی ہستی کا بتایا ہوا طریقہ ہے، جس کی یاد مطلوب ہے جو نماز خدا کی یاد کے جوہر سے خالی ہے وہ مومنوں کی نماز نہیں، منافقوں کی نماز ہے، نماز کے قیام کا تو مقصود ہی یہ ہے

کہ خدا کی یاد کی جائے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ۝ طٰہٰ 14:20

اور نماز قائم کیجیے میری یاد کے لیے۔

اِنَّمَا یُؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِہَا خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَہُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ[1] ۝ السجدہ 15:32

ہماری آیات پر تو وہی لوگ درحقیقت ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان آیات کے ذریعے یاد دہانی کرائی جاتی ہے، تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف اور پاکی بیان کرنے لگتے ہیں اور وہ کبر و غرور نہیں کرتے۔

یعنی ان کے سجدے اور رکوع شعور کے سجدے اور رکوع ہوتے ہیں یہ لاپرواہی کے ساتھ، محض نوک زبان سے تسبیح و تحمید کے الفاظ ادا نہیں کرتے بلکہ جو کلمات بھی ادا کرتے ہیں خدا کی یاد میں کرتے ہیں اور ان کی نماز سراسر خدا کی یاد ہوتی ہے۔

(۱۳) ریا سے اجتناب:

محافظتِ نماز کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ وہ ریا، نمود و نمائش اور اس طرح کے دوسرے ان تمام گھٹیا جذبات سے محفوظ ہے جو اخلاص کے خلاف ہوں، ریاکاری سے نہ صرف یہ کہ نماز ضائع ہو جاتی ہے بلکہ ایسا نمازی بھی تباہ و برباد ہے جو دکھاوے کی نماز پڑھتا ہو۔

فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۝ الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ

الماعون 4:107

پس تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں اور ریاکاری کرتے ہیں۔

حضرت شدّاد بن اوس ؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے دکھاوے کی نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔

(۱۴) جینا مرنا اللہ کے لیے:

اقامت صلوٰۃ کی آخری اور جامع شرط یہ ہے کہ مومن پورے طور پر اپنے آپ کو خدا

---

[1] واضح رہے کہ یہ آیت سجدہ کی ہے۔

کے حوالے کر دے، وہ جب تک زندہ رہے خدا کا اطاعت گزار غلام رہے۔ جب موت سے ہمکنار ہو تو اس کی موت بھی خدا ہی کے لیے ہو۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ الانعام 6:162-163

بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے والوں میں ہوں۔

آیت میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ چار چیزوں کا ذکر ہے، نماز اور قربانی اور پھر نماز کے ساتھ زندگی اور قربانی کے ساتھ موت کا ذکر ہے۔ دراصل نماز اور قربانی دو جامع عنوان ہیں جو مومن کی پوری زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ نماز دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن نہ صرف نماز میں بلکہ نماز کے باہر پوری زندگی میں بھی خدا ہی کا وفادار اور اطاعت شعار غلام ہوتا ہے، اور قربانی دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن کا جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہونے ہی کے لیے ہے۔

کامل سپردگی کے اس شعور کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے وہ یقیناً نماز ہوگی اور پوری زندگی پر اس طرح اثر انداز ہوگی کہ ایک طرف تو آدمی برائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے میں انتہائی حساس اور نازک مزاج ہوگا اور برائی اختیار کرنا کیا معنی اس کے تصور سے بھی اسے گھن آئے گی اور دوسری طرف وہ بھلائی کو اختیار کرنے اور بھلائی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے لیے وہ انتہائی حریص، اور سراپا اشتیاق ہوگا۔

اقامتِ صلوٰۃ کا پورا پورا حق ادا کرنے اور اپنی نماز کو واقعی نماز بنانے کے لیے اوپر کی تیرہ شرطوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نمازِ تہجد اور دوسرے نوافل اور ان اذکار و اَوراد کا بھی التزام کیا جائے جو مسنون ہیں اور تنہائی میں مستقل طور پر اپنا احتساب کرنے اور انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ خدا سے دعائیں مانگنے اور مسلسل مانگتے رہنے کی عادت ڈالی جائے۔

نماز کی فرضیت:

نماز تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام شروع ہی سے پڑھتے رہے البتہ یہ پانچ وقت کی نماز باقاعدہ شب معراج میں فرض ہوئی۔ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے معراج کرائی اور اپنی ملاقات کا شرف بخشا، اسی موقع پر آپؐ کو نماز کا تحفہ عطا کیا گیا اور اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپؐ کو نماز کے اوقات بتائے اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا، قرآن میں نماز کی فرضیت صریح الفاظ میں آئی ہے اور تمام عبادات سے زیادہ نماز کی تاکید کی گئی ہے جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ یقیناً مسلمان نہیں ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نماز کے اوقات

نماز اوقات کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے[1]، فرض نمازوں کے اوقات قرآن وسنت کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں:

۱۔ فجر ۲۔ ظہر ۳۔ عصر ۴۔ مغرب ۵۔ عشا[2]

۱۔ قرآن میں ہے:

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (النساء ۴:۱۰۳)

پس نماز قائم کرو، بیشک نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

۲۔ اوقاتِ صلوٰۃ کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن میں ہدایت دی گئی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۸)

نماز قائم کیجیے زوالِ آفتاب کے اوقات میں رات کے اندھیرے تک اور فجر کے وقت قرآن کا التزام کیجیے، بلاشبہ فجر کا قرآن مشہود ہوتا ہے۔

''دلوکِ شمس'' سے مراد سورج کا زوال اور ڈھلاؤ ہے، اس انداز بیان میں بڑی جامعیت اور حکمت ہے، سورج کا یہ زوال دراصل دن میں چار بار ہوتا ہے۔ اور اس فقرے میں ان ہی چار اوقات کی طرف بلیغ اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) وہ وقت جب نصف النہار کے بعد سورج مغرب کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۲) وہ وقت جب سورج کی حرارت اور روشنی ماند پڑنے لگتی ہے، اور اس پر زردی چھانا شروع ہوتی ہے۔

(۳) وہ وقت جب سورج غروب ہو جاتا ہے۔

(۴) وہ وقت جب مغرب میں نظر آنے والی سرخی بھی غائب ہو جاتی ہے۔

یہی اوقات ہیں جن میں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور قرآنِ فجر سے مراد فجر کی نماز ہے، قرآن میں کہیں تو نماز کے لیے صلوٰۃ ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور کہیں کوئی اہم جزو بول کر مراد لی گئی ہے۔ جس سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ نماز میں اس جزو کی اہمیت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ ''قرآن فجر مشہود ہوتا ہے۔'' یعنی اس وقت طبیعت حاضر ہوتی ہے، آدمی تازہ دم ہوتا ہے اور وقت بھی بڑا سہانا اور پرسکون ہوتا ہے۔

اس آیت میں جن چار نمازوں کی طرف مجموعی اشارہ کیا گیا ہے، دوسرے مقامات پر ان اوقات کا واضح تذکرہ کیا گیا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ۔ (ہود ۱۱:۱۱۴)

اور نماز قائم کیجیے دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔

دن کے دونوں کناروں سے واضح طور پر فجر اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں اور ''کچھ رات گزرنے پر'' سے مراد عشا کی نماز ہے،

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۳۰)

اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجیے، سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کی کچھ گھڑیوں میں پھر تسبیح کیجیے اور دن کے کناروں پر۔

''سورج نکلنے سے پہلے'' یعنی نمازِ فجر، غروب ہونے سے پہلے یعنی نمازِ عصر رات کی کچھ گھڑیوں میں یعنی مغرب اور عشا اور دن کے کنارے تین ہیں، صبح، زوالِ آفتاب، اور مغرب۔

(بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

۱۔ فجر کا وقت:

صبح صادق یعنی پَو پھٹنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے۔

۲۔ ظہر کا وقت:

سورج ڈھلنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایہ کے علاوہ اس سے دوگناہ ہو جائے مثلاً ایک لکڑی جو ایک ہاتھ لمبی ہے ٹھیک دوپہر میں اس کا سایۂ اصلی چار انگل تھا، اب جب اس لکڑی کا سایہ دو ہاتھ اور چار انگل ہوگا تو ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا۔ مگر احتیاط یہی ہے کہ نمازِ ظہر اس وقت کے اندر اندر پڑھ لی جائے جب کہ ہر چیز کا سایہ سایۂ اصلی کے علاوہ اس کے قد کے برابر ہو، نمازِ جمعہ کا بھی یہی وقت ہے البتہ ظہر کی نماز موسم گرما میں ذرا تاخیر سے پڑھنا مناسب ہے، لیکن جمعہ کی نماز ہر موسم میں اول وقت پڑھنا ہی افضل ہے۔

۳۔ عصر کا وقت:

ظہر کا وقت ختم ہونے کے وقت سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے کے

(بقیہ حواشی گزشتہ صفحہ)

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۔ (الروم ۳۰:۱۷،۱۸)

پس تسبیح کرو، اللہ کی جب کہ تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو، آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے حمد ہے (اور تسبیح کرو، اس کی) تیسرے پہر اور جب کہ تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔

یہاں تسبیح سے مراد نماز ہے۔ قرآن یوں بھی اجزائے نماز بول کر نماز مراد لیتا ہے اور یہاں مزید قرینہ خود یہ اوقات کی تعیین بھی ہے ورنہ محض پاکی کا عقیدہ رکھنے کے لیے اوقات کی تعیین کے کیا معنی؟

پھر خدا تعالیٰ نے اس حکم کی تشریح کے لیے جبریلؑ امین کو بھیجا اور انھوں نے حاضر ہو کر ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جبریلؑ نے دو مرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے قریب نماز پڑھائی، پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا، اور سایۂ ایک جوتی کے تسمے سے زیادہ دراز نہ تھا۔ پھر عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے اپنے قد کے برابر تھا۔ پھر مغرب کی نماز ٹھیک اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، پھر عشا کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھائی، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے، دوسرے دن انھوں نے ظہر کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا، اور عصر کی نماز اس وقت جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا اور مغرب کی نماز اس وقت جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، اور عشا کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے پر اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر۔ پھر جبریلؑ نے پلٹ کر مجھ سے کہا: ''اے محمدؐ! یہی اوقات انبیاؑ کے پڑھنے کے ہیں، اور نمازوں کے صحیح اوقات ان دونوں کے درمیان ہیں۔ (قرآنی تعلیمات، جلد اول)

وقت تک باقی رہتا ہے، البتہ سورج میں زردی آنے سے پہلے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینا چاہیے۔ سورج میں زردی آجانے کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر اتفاق سے کبھی دیر ہو جائے اور سورج میں زردی آجائے تو نماز قضا نہ کرنی چاہیے بلکہ اس وقت میں ادا کر لیتی چاہیے۔

۴۔ مغرب کا وقت:

سورج ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اور شفق کی سرخی غائب ہونے تک باقی رہتا ہے، مغرب کی نماز ہمیشہ وقت شروع ہوتے ہی پڑھنا مستحب ہے۔

۵۔ عشا کا وقت:

شفق کی سرخی غائب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق تک باقی رہتا ہے، شفق کی سرخی غروبِ آفتاب سے اندازاً سوا گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، لیکن عشا کی نماز احتیاطاً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پڑھنی چاہیے۔ ان فرض نمازوں کے علاوہ تین نمازیں واجب ہیں۔ فرض نمازوں کے ذیل میں ان کے اوقات بھی لکھے جاتے ہیں:

نمازِ وتر کا وقت:

نمازِ عشا کے بعد ہی ساتھ میں نمازِ وتر پڑھ لینا چاہیے۔ البتہ جو لوگ پابندی سے پچھلی رات میں اٹھنے کے عادی ہوں، ان کے لیے آخر شب میں وتر پڑھنا مستحب ہے، اور اگر شبہ ہو کہ شاید آنکھ نہ کھلے تو مستحب یہ ہے کہ نمازِ عشا کے بعد ساتھ ہی میں نمازِ وتر پڑھ لی جائے۔

نمازِ عیدین کا وقت:

جب سورج اچھی طرح نکل آئے اور اس کی زردی ختم ہو کر روشنی تیز ہو جائے تو نمازِ عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوالِ آفتاب تک باقی رہتا ہے، عیدین کی نماز ہمیشہ جلد پڑھنا مستحب ہے[1]۔

---

[1] نماز وتر واجب ہے، شریعت میں صرف تین نمازیں واجب ہیں، وتر کی نماز، عید الفطر کی نماز اور عید الاضحیٰ کی نماز، ہاں وہ نماز بھی واجب ہے جس کی نذر مانی جائے اور ہر نفل نماز بھی شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے، یعنی اس کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر کسی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے تو اس کی قضا پڑھنا ضروری ہے۔

نماز کے یہ اوقات تمام عالم کے لیے ہیں:

نمازوں کے اوقات کی تعیین کے جو قاعدے اوپر بیان کیے گئے ہیں یہ صرف عرب، پاکستان اور ہندوستان ہی کے لیے نہیں ہیں بلکہ دنیا کے جن ممالک میں بھی چوبیس گھنٹے کے اندر طلوع وغروب ہوتا ہے ان میں خواہ دن اور رات چھوٹے ہوں یا بڑے نمازوں کے اوقات ان ہی قاعدوں پر مقرر کیے جائیں گے[1]، البتہ جہاں ظہر وعصر میں یا مغرب اور عشاء میں فصل ممکن نہ ہو وہاں جمع بین الصلوٰتین کرنا ہوگا یعنی ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھی جائے گی، اور مغرب اور عشاء کی نماز بھی ایک ساتھ پڑھی جائے گی۔ البتہ وہ مقامات جہاں دن اور رات چوبیس گھنٹوں سے متجاوز ہوتے ہیں، وہاں گھڑیوں کے حساب سے اوقات مقرر کیے جائیں گے اور ایسے مقامات میں نمازوں کے اوقات مقرر کرنے کے لیے مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ کے اوقات کو معیار بنانا چاہیے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

ا۔ قطبین کے قریب کے ایسے مقامات جہاں دن اور رات میں غیر معمولی تفاوت ہوتا ہے، نماز اور روزے کے اوقات کی تعیین کے سلسلے میں مفکر اسلام علامہ مودودیؒ صاحب کی وہ وضاحت قابل مطالعہ ہے، جو آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمائی ہے، ذیل میں ہم یہ سوال وجواب رسائل ومسائل حصہ دوم سے نقل کرتے ہیں۔

قطبین کے مقامات میں نماز روزے کے اوقات:

سوال: میرا ایک لڑکا ٹریننگ کے سلسلے میں انگلستان گیا ہوا ہے اور روزوں کے اوقات کے لیے ایک اصولی ضابطہ چاہتا ہے، بارش، بادل اور دھند کی کثرت سے وہاں سورج بالعموم بہت کم دکھائی دیتا ہے کبھی دن بہت بڑے ہوتے ہیں کبھی بہت چھوٹے، بعض حالات میں طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب میں بیس گھنٹے کا فصل ہوتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں بیس گھنٹے یا اس سے زائد کا روزہ رکھنا ہوگا؟

جواب: جن ممالک میں چوبیس گھنٹے کے اندر طلوع وغروب ہوتا ہے ان میں خواہ دن اور رات چھوٹے ہوں یا بڑے، نمازوں کے اوقات انھی قاعدوں پر مقرر کیے جائیں گے جو قرآن وحدیث میں بتائے گئے ہیں، یعنی فجر کی نماز طلوعِ آفتاب سے پہلے ظہر کی نماز زوالِ آفتاب کے بعد، عصر کی نماز غروبِ آفتاب سے قبل، اسی طرح روزہ بہرحال صبح صادق کے ظہور پر شروع ہوگا اور غروبِ آفتاب کے معاً بعد افطار کیا جائے گا۔ جہاں ظہر وعصر یا مغرب وعشاء میں فصل ممکن نہ ہو وہاں جمع بین الصلوٰتین کرلیں۔

آپ کے صاحبزادے اپنی سہولت کے لیے انگلستان کی رصدگاہ سے دریافت کرلیں کہ ان کے علاقے میں آفتاب کے طلوع وغروب اور زوال کے اوقات کیا ہیں پھر ان اوقات کے لحاظ سے اپنی نمازوں کے اوقات مقرر کرلیں۔

روزے کے لیے وہاں کے دن کی بڑائی سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، ابن بطوطہ نے روس کے شہر بلغار کے متعلق لکھا ہے کہ گرمی کے زمانے میں جب وہ وہاں پہنچا تو رمضان کا مہینہ تھا، اور افطار کے وقت سے لے کر صبح صادق کے ظہور تک صرف دو گھنٹے کا وقت ملتا تھا، اسی مختصر مدت میں وہاں کے مسلمان افطار بھی کرتے، کھانا بھی کھاتے، اور عشا کی نماز بھی پڑھ لیتے تھے، نماز عشا سے فارغ ہو کر کچھ دیر نہ گزرتی تھی، کہ صبح صادق ظاہر ہو جاتی اور پھر فجر کی نماز پڑھ لی جاتی تھی۔

نماز کی رَکعتیں

۱۔ نمازِ فجر:

پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ[1] پھر دو رکعت نماز فرض۔ احادیث میں فجر کی سنتوں کی بہت تاکید آئی ہے، اگرچہ بعض دوسری سنتوں کی بھی آپؐ نے تاکید کی ہے لیکن فجر کی سنتوں کی تاکید سب سے زیادہ فرمائی اور خود بھی آپؐ اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے، آپؐ کا ارشاد ہے:

فجر کی سنتیں ترک نہ کرنا، چاہے تم کو گھوڑے کچل ڈالیں۔[2]

اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

فجر کی سنتیں میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، بروایت حضرت عائشہؓ)

مسنون نمازوں میں جتنی پابندی اور اہتمام آپؐ فجر کی سنتوں کا فرماتے تھے اور کسی نماز کا نہ فرماتے تھے۔ (بخاری، مسلم، احمد بروایت حضرت عائشہؓ)

اور حضرت حفصہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی سنتیں میرے کمرے میں ادا فرماتے تھے، اور بڑی ہلکی پھلکی پڑھتے تھے۔ (احمد، بخاری، مسلم)

اور فجر کی ان سنتوں میں بالعموم قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔ (احمد طحاوی، ترمذی)

۲۔ نمازِ ظہر:

پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ (ایک سلام سے) پھر چار فرض، پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ، پھر دو رکعت نفل۔

۱؎ سنت مؤکدہ سے مراد وہ نماز ہے جس کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے، جو شخص کسی عذر کے بغیر قصداً اس کو ترک کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سنت غیر مؤکدہ یا نفل سے مراد وہ نماز ہے جو ضروری تو نہیں ہے لیکن اس کے پڑھنے کا بہت اجر و ثواب ہے، موقع، فرصت، اور دل کی آمادگی ہو تو ضرور پڑھنا چاہیے لیکن کوئی نہ پڑھے تو وہ گنہگار نہیں ہے۔

۲؎ (احمد ابوداؤد) اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جان پر بن آئے تب آدمی ان سنتوں کو ادا کرے، جان کے خوف سے تو نماز فرض کا ترک کرنا بھی جائز ہے، دراصل اس انداز بیان سے ان سنتوں کی انتہائی تاکید اور ترغیب مقصود ہے۔

۳۔ نمازِ جمعہ:

پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ (ایک سلام سے) پھر دو رکعت فرض باجماعت پھر چار رکعت[1] سنت مؤکدہ (ایک سلام سے)۔

۴۔ نمازِ عصر:

پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ یا مستحب پھر چار رکعت فرض۔

۵۔ نمازِ مغرب:

پہلے تین رکعت فرض پھر دو رکعت سنت مؤکدہ پھر دو رکعت نفل۔

۶۔ نمازِ عشا:

پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت موکدہ پھر تین رکعت وتر، پھر دو رکعت نفل[2]۔

پانچوں وقت کی نمازوں میں سنت مؤکدہ بارہ ہیں، دو فجر میں، چھ ظہر میں، دو مغرب میں اور دو عشا میں[3]، ان کی تاکید اور فضیلت الگ الگ حدیث میں بہت آئی ہے، انتہائی اہتمام کے ساتھ ان کو ادا کرنا چاہیے۔ جو شخص کسی عذر اور مجبوری کے بغیر ان کو چھوڑے گا، سخت گنہگار ہوگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے ان کی فضیلت یوں بیان فرمائی ہے:

۱۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ صاحبین کے نزدیک جمعہ کے فرضوں کے بعد چھ رکعتیں پڑھنا سنت ہیں۔ پہلے چار رکعتیں (ایک سلام سے) پھر دو رکعتیں (ایک سلام سے) اور دونوں مسلکوں کی تائید میں حدیثیں موجود ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، نماز جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھو، (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۹) اور عبداللہ ابن عمرؓ نماز جمعہ کے بعد گھر آکر دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے، اور فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت اسحقؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر نماز جمعہ کے بعد مسجد میں سنت پڑھی جائے تو چار رکعت پڑھنی چاہیے۔ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔ ''نماز جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھو۔'' اور گھر پڑھی جائے تو دو رکعت پڑھنی چاہیے اس لیے کہ گھر میں آپؐ نے دو رکعت پڑھی ہیں۔ (ترمذی جلد ۱)۔

۲۔ وتر کے بعد جو دو رکعتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کے لیے شب میں اٹھنا دشوار ہو اسے بتادو کہ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے اگر رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے کا موقع مل گیا تو خوب ورنہ یہی دو رکعتیں اس کے حق میں تہجد قرار پائیں گی۔ (مشکوٰۃ)

۳۔ ترمذی، نسائی۔

جو مسلمان بھی فرضوں کے علاوہ ہر روز بارہ رکعتیں اللہ کے لیے پڑھ لیا کرے۔ اس کے لیے اللہ جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

نماز کے مکروہ اوقات

یہ اوقات تین قسم کے ہیں ایک وہ جن میں ہر نماز ممنوع ہے، دوسرے وہ جن میں ہر نماز مکروہ ہے۔ تیسرے وہ جن میں صرف نفل نماز مکروہ ہے۔

وہ اوقات جن میں ہر نماز ممنوع ہے:

یہ اوقات تین ہیں:

(۱) سورج جب نکلنے لگے اور جب تک اس کی زردی اچھی طرح ختم نہ ہو جائے، اور روشنی خوب نہ پھیل جائے۔

(۲) ٹھیک دوپہر کا وقت جب تک سورج ڈھل نہ جائے۔

(۳) سورج میں سرخی آجانے کے بعد سے سورج غروب ہونے کے وقت تک[1]۔

ان تینوں اوقات میں ہر نماز ممنوع ہے چاہے وہ نماز فرض ہو یا واجب، سنت مؤکدہ ہو یا نفل۔ اسی طرح ان اوقات میں سجدہ شکر اور سجدۂ تلاوت بھی ممنوع ہے، اور اگر پہلے سے نماز شروع کر رکھی ہے اور یہ وقت مکروہ آجائے تو وہ نماز باطل ہو جائے گی، البتہ ان تین اوقات میں اگر جنازہ آجائے تو پھر تاخیر نہ کرنی چاہیے۔

وہ اوقات جن میں ہر نماز مکروہ ہے:

(۱) جب پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت ہو، یا ریح خارج ہونے کا تقاضا ہو رہا ہو۔

(۲) شدید بھوک لگی ہوئی ہو اور کھانا سامنے آجائے اور یہ خیال ہو کہ اگر کھانے سے پہلے نماز پڑھی جائے گی تو طبیعت نہ لگے گی ان ضرورتوں کے وقت اگر نماز پڑھی جائے گی، تو نماز تو ہو جائے گی، لیکن پڑھنا مکروہ ہے، ان ضرورتوں سے فارغ ہو

---

[1] اگر اسی دن کی نماز عصر میں کسی وجہ سے تاخیر ہو گئی ہے تو سورج میں سرخی آجانے کے وقت بھی پڑھ لینی چاہیے، قضا نہ کرنی چاہیے۔

کر ہی نماز پڑھنی چاہیے تا کہ یکسوئی اور طبیعت کی آمادگی کے ساتھ پڑھی جا سکے۔

وہ اوقات جن میں صرف نفل نماز مکروہ ہے:

(۱) جب امام خطبہ دینے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا نکاح اور حج کا۔

(۲) فجر کی نماز کے بعد سورج نکل آنے اور اچھی طرح روشنی پھیل جانے کے وقت تک۔

(۳) نمازِ عصر کے بعد سے سورج غروب ہو جانے کے وقت تک۔

(۴) فجر کے وقت فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی دوسری نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۵) جب فرض نماز کے لیے تکبیر کہی جا رہی ہو۔

(۶) نماز عیدین سے پہلے خواہ گھر میں پڑھی جائے یا عیدگاہ میں۔

(۷) نماز عیدین کے بعد عیدگاہ میں نفل نماز پڑھنا۔

(۸) عرفہ میں عصر اور ظہر کی نماز کے درمیان میں اور ان کے بعد بھی۔

(۹) مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز کے درمیان اور ان کے بعد بھی نفل پڑھنا۔

(۱۰) مغرب کے وقت مغرب کی نماز سے پہلے۔

اور یہ بھی مکروہ ہے کہ عشا کی نماز میں زیادہ تاخیر کی جائے..... آدھی رات گزرنے پر پڑھی جائے اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ مغرب کی نماز میں تاخیر کی جائے، اور اس وقت ادا کی جائے جب ستارے اچھی طرح کثرت سے نکل آئیں۔ (علم الفقہ جلد ۲ صفحہ ۱۱)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اذان واقامت کا بیان

اذان واقامت کے معنی:

اذان کے معنی ہیں، خبردار کرنا، اطلاع دینا اور اعلان کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں نماز باجماعت کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے کچھ مخصوص الفاظ کے ذریعے پکارنے اور اطلاع دینے کو اذان کہتے ہیں۔ شروع شروع میں تو وقت کا اندازہ کر کے مسلمان خود مسجد میں جمع ہو جاتے اور نماز باجماعت پڑھ لیا کرتے تھے۔ مگر جب مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اور مختلف مصروفیات رکھنے والے لوگ جب کثیر تعداد میں مسلمان ہونے لگے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کو نمازِ باجماعت کے لیے جمع ہونے کی اطلاع دی جائے، چنانچہ ۱ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اذان کا طریقہ بتایا۔

اقامت کے معنی ہیں کھڑا کرنا، اصطلاح میں نمازِ باجماعت شروع کرنے سے پہلے اذان کے الفاظ دہرانے اور یہ اعلان کرنے کو اقامت کہتے ہیں کہ جماعت کھڑی ہو گئی اسی لیے اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ ''بیشک نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔'' کے الفاظ بھی دہرائے جاتے ہیں۔

اذان کی فضیلت:

اذان امت مسلمہ کی امتیازی علامت ہے۔ حدیث میں اذان کی فضیلت اور عظمت سے متعلق بہت کچھ آیا ہے نمونے کے طور پر یہاں چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

☆ انبیا اور شہدا کے بعد اذان دینے والے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

(علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۱۳)

☆ اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور اس کو جو (انسان اور جن) بھی سنتے ہیں، وہ

سب قیامت کے روز اذان دینے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ جو شخص جنگل میں اپنی بکریاں چراتا ہو اور اذان کا وقت آجائے تو بلند آواز سے اذان کہے کیونکہ جہاں تک اس کی آواز جائے گی قیامت کے روز وہ تمام چیزیں اس کے لیے گواہ ہوں گی۔ (بخاری)

☆ جو آدمی سات سال تک برابر اذان دے، اور وہ محض اجر آخرت کا طالب ہو تو اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔ (جامع ترمذی، ابوداؤد)

☆ قیامت کے دن اذان دینے والوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔ (مسلم)

یعنی اس دن ان کو ایک امتیازی شان اور عزت سے نوازا جائے گا۔

☆ اذان کے وقت شیطان پر خوف اور ہیبت طاری ہوتی ہے اور وہ انتہائی بدحواسی کے عالم میں بھاگتا ہے، جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے وہاں وہ ہرگز نہیں ٹھہرتا۔ (بخاری، مسلم)

☆ جس مقام پر اذان دی جاتی ہے وہاں پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ مقام عذاب اور آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ (طبرانی)

اذان واقامت کا مسنون طریقہ:

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مؤذن پاک صاف ہو کر کسی اونچی جگہ [1] پر قبلے کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو اور شہادت کی انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں دے کر اپنی طاقت بھر بلند آواز سے یہ کلمات کہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ سب سے بڑا ہے۔ چار مرتبہ کہے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دو مرتبہ کہے۔

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ دو مرتبہ کہے۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ آؤ نماز کی طرف۔ داہنے طرف منہ پھیرتے ہوئے دو مرتبہ کہے۔

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ آؤ کامرانی کی طرف۔ بائیں جانب منہ پھیرتے ہوئے دو مرتبہ کہے۔

---

(۱) اگر یہ جگہ مسجد سے علیحدہ ہو تو اچھا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ سب سے بڑا ہے۔ دو مرتبہ کہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ایک مرتبہ۔

فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد دو مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْم۔ نماز نیند سے بہت بہتر ہے۔ بھی کہے اور اَللّٰہُ اَکْبَر کو دو مرتبہ کہہ کر اتنی دیر خاموش رہے کہ سننے والے جواب میں یہ الفاظ دو مرتبہ کہہ سکیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَر کے سوا دوسرے کلمات میں ہر کلمہ کے بعد اتنی دیر خاموش رہے کہ سننے والے وہی کلمہ دُہرا کر جواب دے سکیں۔

اقامت کہنے کا بھی یہی طریقہ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اقامت صف میں کھڑے ہو کر ذرا پست آواز سے پڑھے، اور نہ کانوں میں انگلیاں دے اور نہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح میں دائیں بائیں رخ پھیرے اور ہر وقت کی اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد دو مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کہے۔

اذان کا جواب اور دعائیں:

(۱) جو شخص بھی اذان سنے اس پر واجب ہے کہ اذان کا جواب دے، یعنی جو الفاظ مؤذن سے سنے وہی خود بھی دہرائے، البتہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ [1] کہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جب مؤذّن اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور تم میں سے کوئی اس کے جواب میں کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پھر مؤذّن کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور جواب دینے والا بھی کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پھر مؤذن کہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو جواب دینے والا کہے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پھر مؤذن کہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ تو جواب دینے والا کہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پھر مؤذن کہے حَیَّ عَلَی الْفَلَاح تو سننے والا کہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پھر مؤذن کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ تو جواب دینے والا کہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پھر مؤذن کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو سننے والا جواب میں کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو جس نے یہ کلمات اذان کے جواب میں حضور قلب سے کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

---

(۱) ''حول'' سے مراد ہے معصیت الٰہی سے بچنے کی طاقت اور ''قوۃ'' سے مراد ہے خدا کی فرمانبرداری کی استطاعت یعنی خدا کی مدد اور توفیق کے بغیر نہ ہم گناہ سے بچ سکتے ہیں اور نہ کوئی نیک عمل کر سکتے ہیں۔

(۲) فجر کی اذان میں جب مؤذّن اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے تو سننے والا جواب میں کہے، صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ[1]

(۳) اذان سننے کے بعد درود شریف پڑھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی مؤذن کی اذان سنے تو جو الفاظ مؤذن سے سنے وہ الفاظ خود بھی دہراتا جائے اور پھر مجھ پر درود بھیجے تا کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے خدا اس پر دس بار اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔

(۴) اذان سننے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا مانگی، وہ میری شفاعت کا حقدار ہو گیا۔ (بخاری)

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ ۚ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَا ۚ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔ (بخاری)

اے اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! محمدؐ کو وسیلہ عطا فرما، فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

دعوۃ تامّہ سے مراد توحید کی یہ پکار ہے جو پانچوں وقت ہر مسجد سے بلند ہوتی ہے اور قیامت تک بلند ہوتی رہے گی۔

وسیلہ سے مراد جنت میں قربِ الٰہی کا وہ امتیازی مقام ہے جو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ آپ کا ارشاد ہے:

جب تم میں سے کوئی مؤذن کی اذان سنے تو جو الفاظ مؤذن سے سنے وہی خود بھی دہرائے پھر مجھ پر درود بھیجے، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے خدا اس پر دس بار اپنی رحمت نازل فرماتا ہے پھر اللہ سے میرے لیے ''وسیلہ'' طلب کرے، یہ جنت کا ایک خاص مقام ہے جو خدا کے کسی خاص بندے کے لیے مخصوص ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ

---

(۱) ''تم نے سچ کہا اور بھلائی کی بات کہی۔'' (علم الفقہ جلد ۲)

میں ہی ہوں گا۔ جو میرے لیے ''وسیلے'' کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔(مسلم)

فضیلة سے مراد بھی قربِ الٰہی کا مخصوص ترین مقام ہے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ اور مقامِ محمود سے مراد مقبولیت کا وہ بلند مقام ہے جس پر فائز ہونے والا دنیا اور آخرت میں محمود خلائق ہو، خدا نے قرآن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا وعدہ فرمایا ہے:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ بنی اسرائیل 79:17

عنقریب تمھارا رب تمھیں مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔

(۵) اقامت کا جواب دینا مستحب ہے، واجب نہیں اور جب مکبر کہے **قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة** تو سننے والا کہے **اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا** یعنی خدا اس کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے۔

(٦) کئی اذانوں کی آواز کان میں آئے تو صرف ایک جواب سب کے لیے کافی ہے۔ ہر اذان کا الگ الگ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

(۷) جمعہ کے دن خطبے کی اذان کا جواب دینا واجب نہیں اور مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔[1]

اذان ومؤذن کے آداب:

(۱) اذان مرد کو کہنی چاہیے، عورت کی اذان صحیح نہیں ہے، اگر کسی وقت عورت اذان دے دے تو وہ دوبارہ اذان دینا چاہیے۔

(۲) ایسے آدمی کو اذان کہنی چاہئے جو شریعت کے ضروری مسائل سے واقف ہو، نیک اور پرہیز گار ہو، اور اگر آواز بھی بلند ہو تو زیادہ اچھا ہے۔

(۳) اذان عقلمند اور سمجھدار آدمی کو دینا چاہیے، دیوانے اور مدہوش آدمی کی اذان مکروہ ہے۔ اسی طرح ناسمجھ بچے کی اذان بھی مکروہ ہے۔

(۴) اذان مسجد سے الگ کسی اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑے ہو کر دینا چاہیے البتہ جمعہ کی دوسری اذان جو خطبے سے پہلے دی جاتی ہے، اس کا مسجد میں کہنا مکروہ نہیں ہے۔

---

(۱) علم الفقہ۔

(۵) اذان کھڑے ہوکر دینا چاہیے۔ بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے۔

(۶) اذان کہتے وقت اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں کانوں کے سوراخوں میں دینا مستحب ہے۔

(۷) اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کے الفاظ روانی کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے، اذان کے کلمات اس طرح سانس لے لے کر ادا کرے کہ سننے والا جواب دے سکے۔

(۸) اذان میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتے وقت داہنی جانب منہ پھیرنا اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کہتے وقت بائیں جانب منہ پھیرنا سنت ہے۔ البتہ اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ سینے اور قدم کا رخ قبلہ کی طرف سے نہ پھرنے پائے۔

اذان واقامت کے مسائل

(۱) ''فرضِ عین'' نمازوں کے لیے اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے، چاہے اسی وقت کی نماز ادا کی جارہی ہو یا قضا نماز پڑھی جارہی ہو۔ پڑھنے والے مقیم ہوں یا مسافر ہر صورت میں اذان کہنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ البتہ سفر کی حالت میں جب جماعت میں شریک ہونے والے سب ساتھی موقع پر موجود ہوں تو ایسی صورت میں اذان کہنا مستحب ہے، سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

(۲) اذان اس وقت پڑھنی چاہیے جب نماز کا وقت ہوجائے، نماز کا وقت آنے سے پہلے جو اذان دی گئی وہ صحیح نہیں، وقت ہوجانے پر دوبارہ اذان کہنا چاہیے خواہ وہ کسی وقت کی اذان ہو۔

(۳) اذان عربی زبان میں اور انھی الفاظ میں کہنا ضروری ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائے ہیں۔ نہ تو یہ صحیح ہے کہ غیر عربی زبان میں اذان دی جائے اور نہ یہی صحیح ہے کہ عربی زبان میں مسنون الفاظ کے علاوہ دوسرے لفظوں سے لوگوں کو جمع کیا جائے ان تمام صورتوں میں اگر لوگ اذان سمجھ کر جمع بھی ہوجائیں تب بھی

اذان نہ ہوگی۔ مسنون عربی الفاظ میں اذان کہنا ضروری ہوگا۔

(۴) اذان ہمیشہ عاقل، بالغ اور ہوش مند مرد کو دینا چاہیے۔ عورت کی اذان مکروہِ تحریمی ہے اور اسی طرح دیوانے اور مست آدمی کی اذان بھی مکروہ ہے اور ناسمجھ بچے کی اذان بھی مکروہ ہے۔ اگر کسی وقت کسی عورت نے اذان دے دی یا کسی دیوانے اور ناسمجھ بچے نے اذان دے دی تو اذان دوبارہ کہنی چاہیے۔

(۵) جس مسجد میں نماز باجماعت کا باقاعدہ نظم ہو، اور اس میں باقاعدہ اذان واقامت سے جماعت ہو چکی ہو، تو ایسی صورت میں دوبارہ اذان واقامت سے اس مسجد میں جماعت کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر نماز باجماعت کا کوئی باقاعدہ نظم نہ ہو، نہ کوئی امام مقرر ہو اور نہ مؤذن، تو پھر اذان واقامت پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ افضل ہے۔

(۶) فرضِ عین نمازوں کے علاوہ دوسری نمازوں مثلاً نماز جنازہ، نمازِ عیدین اور نفل وواجب نمازوں کے لیے اذان کہنا مسنون نہیں۔

(۷) اذان دیتے میں باتیں کرنا، یا سلام کا جواب دینا درست نہیں اگر کبھی اتفاق سے سلام کا جواب دے دیا تو خیر اور اگر باتیں شروع کر دیں تو ایسی صورت میں اذان دوبارہ کہنی چاہیے۔

(۸) جمعہ کی پہلی اذان سنتے ہی تمام کام کاج چھوڑ کر مسجد میں جانا واجب ہے۔ اذان سننے کے بعد بدستور اپنے کاموں میں مصروف رہنا اور کاروبار کرنا حرام ہے۔

(۹) جب کسی کے کان میں اذان کی آواز پہنچے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اور چاہے پاک ہو یا جنابت کی حالت میں ہو بہر حال اس کو چاہیے کہ اذان کی طرف متوجہ ہو جائے، اگر چل رہا ہو تو مستحب یہ ہے کہ کھڑا ہو جائے اور اذان سننے کے دوران اذان کا جواب دینے کے سوا کسی اور کام میں مشغول نہ ہو، یہاں تک کہ نہ سلام کا جواب دے، اور اگر قرآنِ پاک کی تلاوت میں مشغول ہو تو پڑھنا روک دے۔ (۱)

(۱۰) جو شخص اذان دے، اقامت بھی اسی کا حق ہے، ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا

---

(۱) علم الفقہ جلد ۲۔

جائے، یا خود ہی چاہے کہ دوسرا شخص اقامت کہے تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا درست ہے۔

(۱۱) مؤذن کو جس مسجد میں فرض پڑھنے ہوں، اسی مسجد میں اذان کہے، ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں ایک فرض نماز کے لیے اذان کہنا مکروہ ہے۔

(۱۲) کئی مؤذنوں کا ایک ساتھ اذان دینا بھی جائز ہے۔

(۱۳) بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔

اذان کا جواب نہ دینے کی حالتیں:

اذان کا جواب دینا واجب ہے لیکن سات حالتوں میں جواب نہ دینا چاہیے۔

(۱) نماز کی حالت میں۔

(۲) خطبہ سننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا کسی اور چیز کا۔

(۳) حیض ونفاس کی حالت میں۔

(۴) علم دین پڑھنے پڑھانے کے دوران۔

(۵) بیوی سے ہم بستری کی حالت میں۔

(۶) پیشاب پاخانہ کی حالت میں۔

(۷) کھانا کھانے کی حالت میں۔

نماز واجب ہونے کی شرطیں:

نماز واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو نماز واجب نہ ہوگی۔

(۱) اسلام۔ یعنی نماز مسلمان پر واجب ہے، کافر پر واجب نہیں۔

(۲) بلوغ۔ جب تک لڑکا یا لڑکی بالغ نہ ہو جائے اس پر نماز واجب نہیں ہوتی۔

(۳) عقل وہوش۔ اگر کوئی دیوانہ ہو یا بے ہوش ہو یا ہر وقت مست اور مدہوش رہتا ہو اس پر نماز واجب نہیں۔

(۴) عورتوں کا حیض ونفاس سے پاک ہونا، حیض ونفاس کی حالت میں عورتوں پر نماز فرض نہیں۔

(۵) نماز کا وقت پایا جانا۔ یعنی نماز کا اتنا وقت مل جائے کہ آدمی اس وقت کی نماز ادا کر سکے یا کم از کم اتنا ہو کہ آدمی طہارت حاصل کر کے تکبیر تحریمہ ہی کہہ سکے اگر اوپر کی چاروں شرطیں پائی گئیں لیکن نماز کا اتنا وقت نہ مل سکا۔ تو اس وقت کی نماز واجب نہ ہوگی۔

نماز کے فرائض

نماز صحیح ہونے کے لیے چودہ چیزیں ایسی ضروری ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی رہ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ان چودہ چیزوں کو نماز کے فرائض کہتے ہیں۔ ان میں سات چیزیں تو نماز سے پہلے فرض اور ضروری ہیں ان کو شرائط نماز کہتے ہیں اور سات چیزیں نماز کے اندر فرض اور ضروری ہیں ان کو ارکانِ نماز کہتے ہیں۔

شرائط نماز

شرائط نماز سات ہیں، اگر نماز سے پہلے ان میں سے کوئی ایک شرط بھی رہ گئی تو نماز نہ ہوگی۔

(۱) بدن کا پاک ہونا:

یعنی بدن پر اگر کوئی حقیقی نجاست لگی ہو تو اس کو بھی شرعی ہدایت کے مطابق دور کیا جائے اور اگر وضو کی ضرورت ہو تو وضو کر لیا جائے اور غسل کی حاجت ہو تو غسل کر لیا جائے۔ اگر بدن نجاستِ حقیقی اور حکمی دونوں سے پاک نہ ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ (۱)

(۲) لباس کا پاک ہونا:

یعنی جو کپڑے وغیرہ پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھے ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے۔ قمیص، پائجامہ، عمامہ، ٹوپی، کوٹ، شیروانی، چادر، کمبل، موزے، دستانے، غرض نمازی کے

---

(۱) نجاستِ حکمیہ اور نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونے کے طریقے اور تفصیلی مسائل ''کتاب الطہارۃ'' میں بیان ہو چکے ہیں۔

جسم پر جو بھی لباس ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے۔

(۳) نماز کی جگہ کا پاک ہونا:

یعنی نماز پڑھنے والے دونوں قدموں اور گھٹنوں، اور ہاتھوں اور سجدے کی جگہ پاک ہونا ضروری ہے، چاہے یہ خالی زمین ہو یا کوئی فرش، چٹائی اور مصلّٰی وغیرہ بچھایا گیا ہو..... اگرچہ نماز صحیح ہونے کے لیے تو صرف اتنی ہی جگہ کا پاک ہونا ضروری اور شرط ہے، لیکن ایسی جگہ بھی نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے جو پاک ہو لیکن اس کے قریب ہی غلاظت ہو اور سخت تعفن پھیل رہا ہو۔

(۴) ستر چھپانا:

یعنی جسم کے ان حصوں کو چھپانا، جن کا چھپانا مرد اور عورت کے لیے فرض ہے، مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے اور عورت کے لیے ہتھیلی پاؤں اور چہرے کے علاوہ پورے جسم کا چھپانا فرض ہے۔ (۱) البتہ پاؤں کھولنے میں اس کا لحاظ رہے کہ ٹخنے نہ کھلنے پائیں، اس لیے کہ عورت کے لیے ٹخنوں کا چھپانا ضروری ہے۔

(۵) نماز کا وقت ہونا:

یعنی جس نماز کے لیے جو وقت مقرر ہے، اس وقت کے اندر نماز پڑھی جائے، وقت آنے سے پہلے نماز پڑھی جائے گی تو نماز بالکل نہ ہوگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھی جائے گی تو نماز قضا ہوگی، ادا نہ ہوگی۔

(۶) استقبال قبلہ:

یعنی قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، اگر کسی واقعی معذوری اور مجبوری کے بغیر کوئی شخص قبلے کے علاوہ کسی دوسری جانب رخ کر کے نماز پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔

---

(۱) یہ ایک ایسا فرض ہے جس کا اہتمام نماز کے اندر بھی ضروری ہے اور نماز کے باہر بھی ہر وقت ضروری ہے، اور نماز کے اندر فرض ہونے کے باوجود اس کو شرائط میں اس لیے شمار کیا گیا کہ یہ نماز کا جز نہیں ہے۔

(۷) نیت کرنا:

یعنی دل میں خاص اس فرض نماز کا ارادہ کرنا جو پڑھنا ہو، اور اگر کسی وقت کی قضا نماز پڑھنا ہو تو یہ ارادہ کرنا کہ فلاں دن اور فلاں وقت کی نماز پڑھتا ہوں، البتہ نفل اور سنت کے لیے یہی نیت کافی ہے کہ سنت یا نفل پڑھتا ہوں۔ دل کے ارادے کا اظہار کرنے کے لیے زبان سے بھی نیت دھرانا اچھا ہے لیکن ضروری نہیں۔

اگر امام کے پیچھے نماز پڑھنا ہو تو اس کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔

ارکانِ نماز

نماز کے اندر جو چیزیں فرض ہیں ان کو ارکانِ نماز کہتے ہیں۔ ارکان نماز سات ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ:

یعنی نماز شروع کرتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَر یا اس کے ہم معنی مثلاً اَللّٰہُ اَعْظَمُ یا اَللّٰہُ اَعْلٰی ایسا جملہ کہنا جس سے خدا کی عظمت اور بڑائی کا اظہار ہوتا ہو، کسی اور مفہوم مثلاً دعا و استغفار وغیرہ کا اظہار نہ ہوتا ہو۔ اس تکبیر کے بعد چلنا پھرنا، کھانا پینا، اور بات چیت کرنا وغیرہ سب کچھ حرام ہو جاتا ہے اس لیے اس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

(۲) قیام کرنا:

یعنی نماز میں سیدھا کھڑا ہونا، نماز میں اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے جتنی دیر میں اس قدر قرآن کی قرأت ہو سکے جو فرض ہے، یہ واضح رہے کہ قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے، نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے۔

(۳) قرأت پڑھنا:

یعنی نماز میں کم از کم ایک آیت پڑھنا، [1] خواہ آیت بڑی ہو یا چھوٹی مگر یہ ضرور ہے

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وقت کوئی ایک ہی آیت پڑھ کر نماز پوری کر لے تو نماز درست ہوگی اور دہرانے کی ضرورت نہ ہوگی لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ آدمی ایک ہی آیت کی عادت ڈالے اور ایک ہی آیت پڑھے۔

کہ وہ آیت دو لفظوں سے مرکب ہو، جیسے اَللّٰہُ الصَّمَدْ اور اگر آیت میں ایک ہی لفظ جیسے صٓ، قٓ، مُدْهَامَّتٰنِ ہ تو فرض ادا نہ ہوگا۔ (۱)

فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے، چاہے پہلی دو رکعتوں میں قرأت ہو یا آخری دو میں یا درمیانی دو میں یا پہلی اور آخری میں ہر صورت میں یہ فرض ادا ہو جائے گا اور نفل، وتر اور سنت کی ساری رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

(۴) رکوع کرنا:

ہر رکعت میں ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے، رکوع سے مراد یہ ہے کہ آدمی اس قدر جھک جائے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

(۵) سجدہ کرنا:

ہر رکعت میں دو سجدے کرنا فرض ہے۔

(۶) قعدہ اخیرہ:

یعنی نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ سے عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھا جا سکے۔

(۷) اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا:

یعنی نماز کے سارے ارکان ادا کرنے کے بعد کوئی ایسا فعل کیا جائے جو نماز کے منافی ہو اور جس سے نماز ختم ہو جائے۔ (۲)

واجباتِ نماز

واجباتِ نماز سے مراد وہ ضروری باتیں ہیں جن کا ادا کرنا نماز میں ضروری ہے اگر ان

---

(۱) یہ مسلک امام ابو حنیفہؒ کا ہے امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک چھوٹی آیت پڑھنے سے فرض ادا نہ ہوگا۔ ان کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں پڑھنا یا ایک بڑی آیت پڑھنا فرض ہے۔ (علم الفقہ بحوالہ مراقی الفلاح)۔

(۲) قیام کے علاوہ یہ سارے ارکان ہر نماز میں فرض ہیں چاہے فرض نماز ہو یا نفل وواجب، البتہ قیام صرف فرض اور واجب نمازوں میں فرض ہے۔

میں سے کوئی چیز بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے، اور اگر بھولے سے کوئی چیز چھوٹنے کے بعد سجدۂ سہو نہ کیا جائے یا قصداً کوئی چیز چھوڑ دی جائے، تو نماز کا لوٹانا واجب ہوتا ہے۔ واجباتِ نماز چودہ ہیں:

(۱) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا۔

(۲) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی ساری رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۳) سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور، واجب، سنت، اور نفل نمازوں کی تمام رکعتوں میں کوئی دوسری سورت پڑھنا، چاہے پوری سورت پڑھے، یا ایک بڑی آیت پڑھے یا تین چھوٹی آیتیں پڑھے۔

(۴) سورۂ فاتحہ کو دوسری سورت سے پہلے پڑھنا، اگر کوئی شخص پہلے دوسری سورت پڑھ کر بعد میں سورہ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

(۵) قرأت، رکوع اور سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا۔

(۶) قومہ کرنا، یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ کرنا یعنی دونوں سجدوں کے درمیان باطمینان سیدھا بیٹھ جانا۔

(۸) تعدیلِ ارکان یعنی رکوع اور سجدے کو پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ اچھی طرح ادا کرنا۔

(۹) قعدۂ اولیٰ یعنی تین اور چار رکعات والی نمازوں میں دو رکعات کے بعد اَلتَّحِیَّاتُ پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔

(۱۰) دونوں قعدوں میں ایک بار اَلتَّحِیَّاتُ پڑھنا۔

(۱۱) امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں، مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں جمعہ اور عیدین میں، تراویح اور رمضان کے مہینے میں وتروں میں بلند آواز سے قرأت کرنا، اور ظہر و عصر اور مغرب اور عشا کی آخری رکعتوں میں آہستہ آواز سے قرأت کرنا۔

(۱۲) نماز کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے الفاظ کے ساتھ ختم کرنا۔

(۱۳) نمازِ وتر میں قنوت کے لیے تکبیر کہنا اور دعائے قنوت پڑھنا۔

(۱۴) دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا۔

نماز کی سنتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں فرض اور واجب کے علاوہ بھی بعض باتوں کا اہتمام فرمایا لیکن ان کی ایسی تاکید ثابت نہیں ہے جیسی تاکید فرض اور واجبات کی ثابت ہے، ان کو نماز کی سنتیں کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کے چھوٹنے سے نہ تو نماز ٹوٹتی ہے اور نہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے لیکن پھر بھی ہر نمازی کو نماز میں ان باتوں کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا اہتمام فرمایا ہے اور نماز درحقیقت وہی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے زیادہ سے زیادہ مشابہ ہو۔

نماز میں اکیس سنتیں ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، مردوں کو کانوں کی لو تک[1] اور عورتوں کو دونوں شانوں تک اور عذر کی حالت میں مردوں کے لیے بھی شانوں تک اٹھانا صحیح ہے۔[2]

(۲) تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر کھلی رکھنا اور دونوں ہتھیلیوں اور انگلیوں کا فرخ قبلے کی طرف رکھنا۔

(۳) تکبیر تحریمہ کہنے کے فوراً بعد مردوں کو ناف[3] کے اوپر اور عورتوں کو سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا اور ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں

---

(۱) حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے شانوں تک ہاتھ اٹھانا ہی مسنون ہے۔

(۲) ابوداؤد میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سردی کے موسم میں چادر کے اندر سینے تک ہاتھ اٹھائے ہیں۔

(۳) حضرت امام شافعیؒ اور علمائے اہل حدیث کے نزدیک مردوں کے لیے بھی سینے پر ہاتھ باندھنا مسنون ہے، البتہ علمائے اہل حدیث کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ناف پر ہاتھ باندھنا حدیث سے ثابت نہیں ہے، مصنف ابن ابی شیبہ میں علقمہ کے ذریعے وائل بن حجر سے ایک روایت منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا، اور اس حدیث کے سب راوی بھی معتبر ہیں اور حضرت علقمہ اور ابن حجر کی ملاقات بھی ثابت ہے، علامہ فرنگی محلیؒ نے ''القول الحازم'' میں اس مسئلے پر وضاحت سے گفتگو کی ہے۔

ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لیں اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر بچھا کر رکھیں۔ یہی طریقہ مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے البتہ عورتوں کے لیے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا مسنون نہیں ہے۔

(۴) تکبیر تحریمہ کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔

(۵) امام کے لیے تکبیر تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تمام تکبیریں بلند آواز سے کہنا۔

(۶) ثناء پڑھنا، (۱) یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنا۔

(۷) تعوذ پڑھنا (یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا)۔

(۸) ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم پڑھنا۔

(۹) فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۱۰) آمین کہنا، امام بھی آمین کہے اور اکیلا نماز پڑھنے والا بھی اور امام جن نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو ان میں سورۂ فاتحہ ختم ہونے پر سارے مقتدی بھی آمین کہیں۔

(۱۱) ثناء، تعوذ، بسم اللہ اور آمین سب کو آہستہ کہنا (۲) یا اونچا کہنا۔

---

(۱) حدیث سے ذیل کی دعا پڑھنا بھی ثابت ہے:

(۱) اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ مِنَ الْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔ (بخاری)

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی دوری تو نے مشرق اور مغرب میں کر رکھی ہے، اے اللہ! تو مجھے گناہوں سے ایسا پاک وصاف کر دے، جس طرح سفید کپڑا دھل کر میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو دھو ڈال، پانی سے، برف اور اولوں سے۔

(۲) اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

میں نے اپنا رخ پوری یکسوئی کے ساتھ متوجہ کر لیا ہے اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اطاعت گزاروں میں اس کا سب سے پہلا اطاعت گزار ہوں۔ (علم الفقہ جلد ۲)

(۲) حنفیہ کا مسلک یہی ہے کہ آہستہ سے آمین کہی جائے، ایک روایت میں امام مالکؒ کا بھی یہی قول منقول ہے اور امام شافعیؒ کا اخیر قول بھی یہی ہے، البتہ حدیث سے آہستہ پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا دونوں ثابت ہیں، اس لیے یہ ہرگز صحیح نہیں کہ اس بنیاد پر گروہ بندی کی جائے اور ایک دوسرے کو لعنت ملامت کی جائے۔ جب دونوں باتیں حدیث سے ثابت ہیں تو جو جس طریقے کو اپنی سمجھ کے مطابق سنت سمجھ کر اس کی اتباع کر رہا ہو اس کی قدر کرنی چاہیے نہ کہ تحقیر و تذلیل۔

(۱۲) قرأت میں مسنون طریقے کا اہتمام رکھنا، جن جن نمازوں میں جس قدر قرآن پڑھنا سنت ہے اسی کے موافق پڑھنا۔

(۱۳) رکوع اور سجدے میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھنا۔ یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا۔

(۱۴) رکوع میں سر اور کمر کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑ لینا۔

(۱۵) قومے میں امام کا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا اور مقتدی کا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا، اور منفرد کا دونوں کہنا۔

(۱۶) سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر رکھنا، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی کو زمین پر رکھنا۔

(۱۷) جلسے اور قعدے میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ زانوں پر رکھنا۔

(۱۸) التّحیات میں لَآ اِلٰہَ کہتے وقت داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

(۱۹) قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا۔

(۲۰) درود شریف کے بعد کوئی مسنون دعا پڑھنا۔

(۲۱) پہلے دائیں جانب سلام پھیرنا، پھر بائیں جانب سلام پھیرنا۔

نماز کے مستحبات

نماز میں پانچ باتیں مستحب ہیں ان کا اہتمام کرنا بہتر اور باعث ثواب ہے اور چھوڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں۔

(۱) مرد اگر چادر وغیرہ اوڑھے ہوئے ہوں تو تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھاتے وقت چادر وغیرہ سے ہاتھ باہر نکال لینا، اور عورتوں کو دوپٹے وغیرہ کے اندر ہی سے باہر

نکالے بغیر تکبیر تحریمہ کہنا۔

(۲) کھڑے ہونے کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر رکھنا اور رکوع کی حالت میں دونوں پیروں پر، اور جلسے اور قعدے کی حالت میں اپنے زانوؤں پر اور سلام پھیرتے وقت اپنے شانوں پر نظر رکھنا۔

(۳) اگر نمازی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو رکوع اور سجود میں تین بار سے زیادہ تسبیح پڑھنا۔

(۴) کھانسی کو جہاں تک ہو سکے روکنا۔

(۵) جمائی آئے تو منہ کو بند رکھنے کی کوشش کرنا اور اگر منہ کھل جائے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو چھپا لینا۔

مفسداتِ نماز

مفسداتِ نماز سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مفسداتِ نماز پندرہ ہیں، نماز کی حفاظت کے لیے ان کا یاد کرنا ضروری ہے۔

(۱) نماز میں گفتگو کرنا۔ تھوڑی سی گفتگو کی جائے یا زیادہ ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی اور نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا، گفتگو کرنے کی پانچ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

☆ پہلی صورت: کسی آدمی سے خود بات کی جائے یا اس کی بات کا جواب دیا جائے، چاہے اپنی زبان میں بات کی جائے یا عربی زبان میں، یا خود قرآنِ پاک کے الفاظ میں، ہر صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً

یحییٰ نامی شخص سے قرآن کے الفاظ میں کہا: یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ [1] یا کسی خاتون سے کہا یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ [2] یا کسی جانے والے سے قرآن کے الفاظ میں پوچھا، فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ [3] یا کسی کو حکم دیا۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ [4] یا کسی

---

(۱) اے یحییٰ اپنی کتاب پکڑو۔

(۲) اے مریم اپنے پروردگار کی فرمانبردار رہو، اس کے حضور سجدہ ریز رہنا اور جھکنے والوں کی معیت میں اس کے حضور جھکی رہنا۔

(۳) پس تم کہاں جا رہے ہو؟

(۴) اپنی کتاب پڑھو۔

سے رنج وغم کی خبر سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [1] پڑھ دیا۔
یا کسی کی چھینک سنی اور یَرْحَمُكَ اللّٰہُ [2] کہہ دیا۔ یا کوئی تعجب کی بات سنی اور سُبْحَانَ اللّٰہِ [3] کہہ دیا۔ یا کوئی خوشی کی خبر سنی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ [4] کہہ دیا۔

یا کسی پر نظر پڑی کہ وہ کوئی نازیبا بات کہہ رہا ہے یا کوئی بیہودہ حرکت کر رہا ہے اور کہہ دیا اَللّٰہُ یَھْدِیْكَ [5] یا کسی کو سلام کیا، یا سلام کرنے والے کا جواب دیا۔ یا نماز کے باہر کسی نے دعا مانگی اور دعا سن کر اٰمین [6] کہا۔ یا اللہ کا نام سن کر جَلَّ جَلَالُہٗ [7] کہا۔ یا نبی اکرم ﷺ کا نام سنا اور درود شریف پڑھ لیا۔ یا کسی خاتون نے بچے کو گرتے دیکھا اور بسم اللہ کہہ دیا۔

غرض یہ کہ کسی طرح بھی اگر کسی شخص سے گفتگو کر لی یا اس کی کسی حرکت یا بات پر متوجہ ہو کر جواب دے دیا، تو نماز ٹوٹ جائے گی اور دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

☆ دوسری صورت: کسی جانور سے متوجہ ہو کر کچھ کہہ دیا، مثلاً نماز پڑھنے میں نظر پڑی کہ مرغی یا بلی کھانے کی چیز میں منہ ڈال رہی ہے اور اس کو ڈانٹنے اور بھگانے کے لیے کچھ کہہ دیا، اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

☆ تیسری صورت: خود اپنے طور پر زبان سے کچھ کلمات کہہ دینا۔ چاہے اپنی زبان میں کچھ کہے یا عربی زبان میں کہے۔ بہر حال نماز ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر کوئی ایسا کلمہ یا کلمات کہے جو قرآنِ مجید میں موجود ہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ کلمہ اس شخص کا تکیہ کلام ہو تو قرآن کا لفظ ہونے کے باوجود نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً کسی کا تکیہ کلام نَعَمْ ہے تو اگرچہ یہ لفظ قرآن میں موجود ہے پھر بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔

☆ چوتھی صورت: دعا اور ذکر کرنا، دعا اور ذکر چاہے اپنی زبان میں ہو یا عربی زبان

---

(۱) ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔
(۲) اللہ تم پر رحم فرمائے۔
(۳) واہ واہ پاکی اور برتری اللہ ہی کے لیے ہے۔
(۴) شکر و تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔
(۵) اللہ تجھے ہدایت دے۔
(۶) اے خدا قبول فرما۔
(۷) بزرگ و برتر ہے اس کی ذات۔

میں ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر قرآن وحدیث میں آئی ہوئی دعاؤں یا اذکار میں سے کوئی دعا بے موقع مانگی یا بے موقع ذکر کیا، تو نماز فاسد نہ ہوگی، [1] اور اس چیز کی دعا سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی جو انسانوں سے بھی مانگی جا سکتی ہے، چاہے عربی زبان میں مانگے۔

☆ پانچویں صورت: کوئی شخص حالتِ نماز میں کسی دوسرے شخص کو جو قرآن غلط پڑھ رہا ہے لقمہ دے دے، چاہے یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو یا نماز سے باہر تلاوت کر رہا ہو، نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر غلط پڑھنے والا خود اسی شخص کا امام ہو تو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر مقتدی قرآن میں دیکھ کر لقمہ دے، یا دوسرے شخص سے صحیح سن کر اپنے امام کو لقمہ دے، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام لقمہ لے لے تو امام کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

(۲) حالتِ نماز میں قرآن پاک دیکھ کر تلاوت کرنا، اس سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(۳) شرائطِ نماز میں سے کوئی شرط ختم ہو جائے، چاہے وہ نماز کی صحت کی شرط ہو یا نماز کے وجوب کی، بہر حال نماز ٹوٹ جائے گی، مثلاً طہارت باقی نہ رہے، وضو ٹوٹ جائے، یا غسل کی حاجت ہو جائے یا حیض کا خون آ جائے، یا کپڑے نجس ہو جائیں یا جائے نماز نجس ہو جائے یا کسی عذر اور مجبوری کے بغیر کوئی قبلے سے منہ پھیر لے، یا ستر کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں رکوع یا سجدہ کیا جا سکے، یا کسی وجہ سے ہوش وحواس جاتے رہیں، یا دیوانگی اور بے ہوشی کا دورہ پڑ جائے یا کسی وجہ سے آدمی مدہوش ہو جائے، غرض یہ کہ اگر کوئی ایک شرط بھی ختم ہو گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴) فرائضِ نماز میں سے کوئی فرض چھوٹ جائے، چاہے بھولے سے چھوٹ جائے یا قصداً کوئی ترک کر دے، مثلاً قیام نہیں کیا یا رکوع اور سجدہ چھوڑ دیا، یا قرأت

---

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی اتفاق سے ایسی غلطی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ نہ یہ کہ کوئی قصداً ایسا کرنے لگے اور اس کی عادت ڈال دے کہ رکوع وسجود میں یا قعود وقیام میں جو چاہے ذکر ودعا کے الفاظ پڑھنے لگے تو یہ ہرگز صحیح نہیں۔

بالکل ہی نہ کی، خواہ سہواً ایسا ہو جائے یا قصداً ہو، ہر حال میں نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

(۵) واجباتِ نماز میں سے کوئی ایک یا سب قصداً چھوڑ دینا۔

(٦) واجباتِ نماز بھولے سے چھوٹ گئے لیکن سجدہ سہو نہیں کیا، تب بھی نماز لوٹانا ضروری ہے۔

(۷) کسی عذر اور صحیح ضرورت کے بغیر کھانسنا، ہاں اگر کسی بیماری کی وجہ سے بے اختیار کھانسی آجائے، یا کوئی حلق صاف کرنے کے لیے کھانسے، یا مقتدی اس لیے کھانس دے کہ امام اپنی غلطی سمجھ لے، یا کوئی اس لیے کھانسے کہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر اس طرح کی کسی صحیح ضرورت اور معذوری کے بغیر کوئی کھانسے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۸) کسی رنج وغم یا تکلیف ودرد شدید مصیبت میں آہ وبکا کرنا، یا اف، اوہ، اینہ بے اختیاری میں کبھی کوئی آواز نکل گئی یا خوفِ خدا سے لرز کر، یا قبر وحشر کی سختی کا تصور کر کے، یا جہنم کی ہولناکی کو یاد کر کے اگر کوئی رو پڑے، یا قرآن کی تلاوت سے شدید متاثر ہو کر کوئی رونے لگے یا آہ نکل جائے تو ان صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۹) نماز کی حالت میں قصداً یا بھولے سے کچھ کھا پی لے، مثلاً جیب میں کوئی کھانے کی چیز رکھی تھی، بے خیالی میں نکال کر کھالی یا جانتے بوجھتے کھالی، ہر حال میں نماز فاسد ہو جائے گی، ہاں اگر کبھی دانتوں میں سے کوئی معمولی سا ریزہ جو چنے کے دانے سے کم ہو نکلا اور نمازی نے نگل لیا تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔[1]

(۱۰) کسی عذر کے بغیر نماز میں، چند قدم چلنا پھرنا، اس سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(۱۱) عمل کثیر کرنا: یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس کو دیکھ کر دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا ہے، مثلاً کوئی دونوں ہاتھوں سے کپڑے درست کرنے لگے یا

---

(۱) مگر قصداً ایسا کرنا بھی غلط ہے۔ منہ اچھی طرح صاف کر کے نماز کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔

کوئی خاتون نماز میں چوٹی باندھنے لگے، یا نماز کی حالت میں بچے نے دودھ پی لیا۔ تو ان صورتوں میں نماز ٹوٹ جائے گی۔

(۱۲) قرآن پاک کی تلاوت میں کوئی بڑی غلطی کرنا، جس سے معنی بدل جائیں، یا تکبیر میں کسی نے اللہ کے الف کو کھینچ کر پڑھ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱)

(۱۳) بالغ آدمی کا قہقہہ مار کر یا آواز سے ہنسنا۔

(۱۴) کسی دیوار پر کچھ لکھا تھا، یا کوئی پوسٹر لگا تھا، (۲) یا کسی خط پر نظر پڑی اور زبان سے پڑھ لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی، ہاں اگر زبان سے پڑھے بغیر مطلب سمجھ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۵) عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونا بشرطیکہ وہ اتنی دیر کھڑی رہے جتنی دیر میں ایک سجدہ یا رکوع کیا جاتا ہے تو نماز ٹوٹ جائے گی، ہاں اگر کوئی ایسی کم سن لڑکی کھڑی ہو جائے جس کی طرف رغبت نہ ہوتی ہو، یا عورت ہی کھڑی ہو جائے لیکن درمیان میں پردہ حائل ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

مکروہاتِ نماز

مکروہاتِ نماز سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی البتہ مکروہ ہو جاتی ہے، اس لیے ان چیزوں سے بچنے کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

مکروہاتِ نماز اٹھائیس ہیں:

(۱) کپڑوں کا معروف طریقے کے خلاف پہننا، مثلاً کسی نے سر پر چادر ڈال کر دونوں طرف یوں ہی لٹکا لی شانے پر نہیں ڈالی، یا قمیص اور شیروانی کی آستینوں میں ہاتھ ڈالے بغیر یونہی کندھے پر ڈال لی، یا مفلر وغیرہ گلے میں ڈال کر اس کے دونوں کنارے لٹکا لیے۔

(۲) کپڑوں کو گرد سے بچانے کے لیے سمیٹنا یا ہاتھوں کا جھاڑنا، یا سجدے کی جگہ سے

---

(۱) اس لیے کہ الف کو کھینچ کر پڑھنے کی صورت میں معنے ہوں گے کیا اللہ بہت بڑا ہے۔

(۲) مسجدوں میں ایسی جگہوں پر کچھ لکھنا یا پوسٹر لگانا مناسب نہیں جہاں نمازیوں کی بے اختیار نگاہ پہنچتی ہو۔

کنکریاں وغیرہ ہٹانے کے لیے بار بار پھونکنا یا ہاتھ چلانا۔ (۱)

(۳) اپنے لباس، ڈاڑھی، بٹن، سر کے بال یا دانتوں سے کھیلنا یا منہ میں انگلی دینا یا حالتِ قیام میں کلائی پر انگلیاں بجانا یا بے ضرورت بدن کھجانا۔ (۲)

(۴) ایسا معمولی لباس وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا، جس کو پہن کر آدمی بازار، یا کسی مجلس اور سوسائٹی میں جانا پسند نہ کرے، مثلاً بعض لوگ کسی بچے کی ٹوپی سر پر رکھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، بعض تنکوں کی گھٹیا ٹوپی اسی خاطر مسجد میں رکھے رہتے ہیں، حالانکہ ایسی ٹوپی پہن کر کسی محفل میں شرکت وہ ہرگز گوارا نہ کریں گے۔

(۵) سستی اور بے پروائی میں ننگے سر نماز پڑھنا، اگر گھر میں عاجزی اور خاکساری کی وجہ سے ننگے سر آدمی نماز پڑھے تو مکروہ نہیں ہے لیکن مسجد میں بہتر یہی ہے کہ پورے لباس سے آراستہ ہو کر نماز پڑھے۔

(۶) پیشاب، پاخانہ یا خروج ریح کی حاجت ہونے کی حالت میں ضرورت رفع کیے بغیر نماز پڑھنا۔

(۷) مردوں کو اپنے بالوں کا جوڑا وغیرہ باندھ کر نماز پڑھنا۔

(۸) انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

(۹) نماز میں کمر یا کولھے پر ہاتھ رکھنا۔

(۱۰) قبلے کی طرف سے منہ پھیر کر یا کن انکھیوں سے بغیر کسی شدید ضرورت کے ادھر ادھر دیکھنا۔

(۱۱) سجدے میں دونوں کلائیوں کو کہنیوں تک زمین سے لگا لینا۔ (۳)

(۱۲) کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کیے ہوئے ہو۔

(۱۳) امام کا محراب کے بالکل اندر کھڑا ہونا۔ اگر قدم محراب سے باہر ہوں اور سجدہ وغیرہ محراب میں کرے تو مکروہ نہیں۔

---

(۱) اگر ایک بار کنکریاں وغیرہ ہٹالیں، یا منہ سے پھونک کر جگہ صاف کر لی تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲) ان چیزوں میں اکثر لوگ مبتلا ہوتے ہیں توجہ کے ساتھ ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ آدمی شعور کے ساتھ نماز پڑھے اور ہر حال میں خشوع وخضوع پیدا کرے۔

(۳) ایسا کرنا صرف مردوں کے لیے مکروہ ہے، عورتوں کو کہنیاں زمین پر بچھی ہوئی رکھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

(۱۴) جمائی روک سکنے کی حالت میں نہ روکنا اور قصداً جمائی لینا۔

(۱۵) ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جس پر جاندار کی تصویر ہو، یا ایسے مصلے پر نماز پڑھنا جس میں سجدے کی جگہ جاندار کی تصویر ہو یا ایسے مقام پر نماز پڑھنا جہاں سر کے اوپر یا دائیں بائیں جاندار کی تصویر ہو۔

(۱۶) اگلی صف میں جگہ موجود ہوتے ہوئے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

(۱۷) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

(۱۸) آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا، اگر نماز میں جی لگانے اور خشوع وخضوع کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے آنکھیں بند کی جائیں تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

(۱۹) صرف پیشانی یا صرف ناک پر سجدہ کرنا، یا ٹوپی کنارے یا عمامے کے پیچ پر سجدہ کرنا۔

(۲۰) نماز کی حالت میں کسی معذوری کے بغیر پلتھی مار کر چار زانو بیٹھنا یا دونوں ہاتھ اور کولھے زمین پر رکھ کر اور دونوں زانو کھڑے کر کے سینے اور پیٹ سے لگا کر بیٹھنا۔

(۲۱) کسی ضرورت کے بغیر صرف امام کا کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا، اگر کچھ مقتدی بھی ساتھ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مقتدیوں کا بلا ضرورت اونچے مقام پر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔

(۲۲) حالتِ قیام میں قرأت پوری کیے بغیر جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت پوری کرنا۔

(۲۳) فرض نمازوں میں قرآنِ پاک کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا، مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ اللھب پڑھی جائے یا بیچ میں کوئی تین آیت والی سورۃ چھوڑ کر آس پاس کی سورتیں پڑھ لی جائیں۔ مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ الماعون پڑھی اور دوسری میں سورۂ الکافرون پڑھی اور بیچ میں سورۃ الکوثر چھوڑ دی جو تین آیت کی سورۃ ہے، اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک سورۃ کی کچھ آیتیں پہلی رکعت میں پڑھیں، پھر دو آیتیں چھوڑ کر آگے سے دوسری رکعت میں کچھ آیتیں پڑھ لیں، اور اسی طرح یہ

بھی مکروہ ہے کہ ایک رکعت میں اس طرح دو سورتیں پڑھی جائیں کہ بیچ کی ایک سورۃ یا ایک سے زیادہ چھوٹی یا بڑی چھوڑ دی جائیں یا دوسری رکعت میں پہلی رکعت سے زیادہ لمبی قرأت کی جائے یا نماز میں پڑھنے کے لیے کوئی خاص سورۃ مقرر کر لی جائے اور ہمیشہ وہی پڑھی جائے۔ اگر کبھی بھولے سے خلافِ ترتیب قرأت ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ (۱)

(۲۴) نماز کی سنتوں میں سے کسی سنت کا ترک کرنا۔

(۲۵) سجدے کی حالت میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھانا۔

(۲۶) نماز میں آیتوں یا سورتوں یا تسبیحوں کا انگلیوں پر شمار کرنا۔

(۲۷) نماز میں انگڑائی لینا یا سستی اتارنا۔

(۲۸) منہ میں کچھ دبا کر نماز پڑھنا، بشرطیکہ اس سے قرأت کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اگر قرأت میں رکاوٹ ہو تو پھر نماز نہ ہوگی۔

وہ صورتیں جن میں نماز توڑ دینا جائز یا واجب ہے:

(۱) نماز پڑھتے میں ریل روانہ ہونے لگی اور ریل میں سامان رکھا ہے اور بچے وغیرہ سوار ہیں تو نماز توڑ کر بیٹھ جانا درست ہے۔

(۲) نماز پڑھتے میں سانپ سامنے آ گیا، یا بچھو، بھڑ، یا اور کوئی موذی کیڑا کپڑوں میں گھس گیا، تو نماز توڑ کر اس موذی کو مار دینا درست ہے۔

(۳) مرغی یا کبوتر یا کسی اور پالتو جانور کو پکڑنے کے لیے بلی آ گئی اور اندیشہ ہے کہ اگر نماز توڑ کر بلی کو نہ بھگایا تو یہ پکڑ کر مار ڈالے گی، تو اس خوف سے نماز توڑ دینا درست ہے۔

(۴) اگر نماز پوری کرنے میں قابل لحاظ مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہے، مثلاً کوئی خاتون نماز پڑھ رہی ہیں اور چولھے پر ہانڈی چڑھی ہے، جس کے ابلنے یا جل جانے کا خوف ہے، یا مسجد میں کوئی نماز پڑھ رہا ہے۔ اور جوتا، چھتری یا کوئی دوسرا سامان ایسی جگہ رکھا ہے کہ چوری ہو جانے کا اندیشہ ہے یا کوئی خاتون گھر ہی میں پڑھ

---

(۱) واضح رہے کہ یہ ساری صورتیں صرف فرض نمازوں میں مکروہ ہیں۔ تراویح کی نماز یا دوسرے نوافل میں ساری صورتیں مکروہ نہیں ہیں۔

رہی ہیں اور گھر کا دروازہ بند کرنا بھول گئیں۔ جس کی وجہ سے کچھ چوری ہو جانے کا خوف ہے یا گھر میں، کتا، بلی، بندر گھس آیا ہے اور اندیشہ ہے کہ کوئی نقصان کر دے گا۔ غرض جن صورتوں میں بھی قابل لحاظ نقصان [1] کا اندیشہ ہو، نماز توڑ دینا درست ہے، اور اگر بہت معمولی نقصان کا خوف ہو تو پھر نماز پوری کر لینا ہی بہتر ہے۔

(۵) اگر نماز میں پیشاب پاخانے کا زور محسوس ہو تو نماز توڑ کر پہلے حاجت پوری کر لینی چاہیے پھر وضو کر کے نماز پڑھنی چاہیے۔

(۶) کوئی اندھا آدمی جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے یا ندی، نہر کا ایسا کنارہ ہے جس میں گر جانے سے ڈوبنے اور مرنے کا خوف ہے، تو اس کو بچانے کے لیے نماز توڑ دینا فرض ہے، اگر خدانخواستہ وہ گر گیا اور زخمی ہو گیا یا مر گیا تو یہ نمازی گنہگار ہوگا۔

(۷) نماز پڑھنے میں کسی بچے کے کپڑوں میں آگ لگ گئی، یا کوئی نادان بچہ چھت کے کنارے پہنچ گیا، یا گھر میں بندر یا لنگور آ گیا اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ دودھ پیتے بچے کو اٹھا نہ لے جائے، یا کسی معصوم بچے نے تیز چھری یا بلیڈ وغیرہ ہاتھ میں اٹھا لیا اور اندیشہ ہے کہ اپنا کوئی عضو کاٹ لے یا کسی دوسرے بچے کا ہاتھ پیر کاٹ دے، یا ریل اور موٹر وغیرہ سے کسی بچے یا بڑے کے دب جانے کا ڈر ہو، یا کسی کو چور، ڈاکو یا دشمن زخمی کر رہا ہے، یا کسی پر کوئی موذی درندہ حملہ آور ہو گیا، غرض اس طرح کی تمام صورتوں میں آفت رسیدہ کو تباہی اور ہلاکت سے بچانے کے لیے نماز توڑ دینا فرض ہے، اگر نہ توڑے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔

(۸) اگر ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کسی مصیبت میں پکاریں تو ان کی مدد کو پہنچنے کے لیے فرض نماز کو توڑ دینا واجب ہے، اور اگر ان کی مدد کے لیے قریب کوئی موجود ہو یا وہ یونہی بلا ضرورت بلا رہے ہوں تو پھر فرض نماز نہ توڑنا چاہیے اور اگر نفل یا سنت نماز پڑھ رہا ہو اور انھیں معلوم نہ ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے اور ایسے میں بغیر کسی ضرورت کے یونہی بلائیں تب بھی نماز توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے۔

---

(۱) قابل لحاظ نقصان کا اندازہ ہر شخص خود ہی کر سکتا ہے ویسے عام طور پر تیس، چالیس روپے کا نقصان قابل لحاظ ہی ہے۔

نماز پڑھنے کا پورا طریقہ

جب نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو پہلے یہ اطمینان کر لیجیے کہ شرائط نماز میں سے کوئی شرط کم تو نہیں ہے، پھر یکسوئی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو کر یہ تصور باندھیے کہ آپ خدا کے حضور میں کھڑے ہیں، توجہات کو سمیٹے اور کامل یکسوئی حاصل کرنے کے لیے شعور کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھ لیجیے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ○ الانعام79:6

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○ الانعام162-163:6

میں نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ یقیناً میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے عالموں کا رب ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں، مجھے اسی کا حکم ہوا ہے اور میں اطاعت گزاروں میں سب سے پہلا اطاعت گزار ہوں۔

پھر بالکل سیدھے کھڑے ہو کر نماز کی نیت کیجیے یعنی دل میں یہ ارادہ کیجیے کہ آپ فلاں وقت کی نماز پڑھ رہے ہیں اور اتنی رکعتیں پڑھ رہے ہیں، نیت تو دراصل دل کے ارادے ہی کا نام ہے اور یہی ضروری ہے، البتہ آپ اس ارادے کا اظہار اگر لفظوں میں زبان سے بھی کر دیں تو بہتر ہے مثلاً یہ کہ ''میں مغرب کی تین رکعت نماز پڑھتا ہوں'' اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو یہ نیت بھی ضرور کریں کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ (۱)

---

(۱) زبان سے نیت کا اظہار کرنا بہتر تو ہے لیکن اس کے لیے بس اتنا کہنا بالکل کافی ہے، کہ میں فلاں وقت کی اتنی رکعتیں پڑھتا ہوں مثلاً ظہر کی چار رکعت فرض پڑھتا ہوں، اور سنت یا نفل ہو تو یہ کہنا کہ ظہر کی دو رکعت سنت یا نفل پڑھتا ہوں اس کے علاوہ جو نیت کی لمبی لمبی عبارتیں عام طور پر مشہور ہیں وہ غیر ضروری ہیں بلکہ بعض اوقات تو ان سے نماز میں خلل بھی پڑتا ہے، مثلاً ایک شخص امام کے پیچھے شروع سے موجود ہے، اقامت ختم ہوتے ہی امام نے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دی اور یہ نیت کی طویل عبارت ادا کرنے ہی میں لگا رہا، نتیجہ یہ کہ تکبیر اولیٰ میں امام کے ساتھ شرکت سے محروم رہا، یا مثلاً امام رکوع میں ہے، مقتدی تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہو سکتا ہے لیکن وہ کھڑا ہوا نیت کی عبارت دہرا رہا ہے اور رکوع سے اٹھ کر قومے میں آ گیا اور وہ رکعت اس کو نہ مل سکی۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ نیت کے یہ مختصر الفاظ جو ضروری ہیں ان کے ادا کرنے پر ہی اکتفا کیا جائے اور خواہ مخواہ غیر ضروری اضافے کر کے اپنے کو پریشانی میں مبتلا نہ کیا جائے۔

تکبیر کہنا:

کھڑے ہونے میں خیال رہے، نہ تو بالکل تن کر کھڑے ہوں اور نہ جھک کر بلکہ جسم کو اپنی حالت پر چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں اور پیروں کے درمیان کم از کم چار انگل کا فاصلہ ضرور ہو۔ نگاہ سجدے کے مقام پر رکھیے اور نیت کے ساتھ ہی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھایئے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلے کی طرف رہیں اور انگلیاں اپنے حال پر کشادہ رہیں، اور پھر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھ لیجیے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رہے، اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑ لیا جائے اور باقی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر ملی ہوئی بچھی رہیں۔ [1] ہاتھ باندھتے ہی یہ دعا یعنی ثنا پڑھیے:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ [2]

تو پاک و برتر ہے اے اللہ! اور تو ہی تعریف کے لائق برکت اور بلندی والا ہے تیرا نام اور تیری شان بہت اونچی ہے، اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

ثناء کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ [3] اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ [4] پڑھیے۔

سورۂ فاتحہ و قرأت قرآن:

پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر آمین کہیے اور آپ مقتدی ہیں تو ثنا کے بعد خاموش رہ کر امام کی

---

(۱) اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں سینے پر ہاتھ باندھیں اور اسی طرح وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت اور مرد دونوں ثانوں تک ہاتھ اٹھائیں۔

(۲) اہل حدیث اس کے بجائے یہ دعا بھی پڑھتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی دوری مشرق اور مغرب میں ہے۔ اے اللہ مجھے گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ستھرا ہو جاتا ہے، اے اللہ میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں سے دھو دے۔

(۳) میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی مردود شیطان سے۔

(۴) شروع اللہ کے نام سے جو بہت زیادہ رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔

قرأت سنیے [1] اور جب امام سورۂ فاتحہ ختم کر لے تو آہستہ سے آمین کہیے، [2] پھر قرآن کی کوئی سورۃ یا کچھ آیتیں پڑھیے۔ کم از کم تین چھوٹی آیتیں ضرور پڑھیے۔

رکوع کرنا:

قرأت کر لینے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتے ہوئے رکوع میں جائیے۔ [3] رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر کشادہ انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑ لیجیے اور دونوں ہاتھ سیدھے تنے ہوئے رکھیے۔ جھکنے میں خیال رکھیے کہ نہ تو سر کمر سے بہت زیادہ نیچا ہو جائے اور نہ اونچا رہے بلکہ سر اور کمر ایک سطح میں بالکل برابر رہے اور سمجھ سمجھ کر کم از کم تین بار یہ دعا پڑھیے۔

تسبیح رکوع پڑھنا:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم۔ [4] پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا۔

تین بار سے زائد پانچ، سات، نو یا اور زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں [5] لیکن تعداد بہر حال طاق ہونی چاہیے۔

قومہ کرنا:

رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ [6] کہتے ہوئے اٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیے اور ہاتھ لٹکتے چھوڑ دیجیے اور یہ تحمید پڑھیے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ [7] اگر آپ مقتدی ہوں

---

(۱) اہل حدیث امام کے پیچھے بھی آہستہ آہستہ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

(۲) جن نمازوں میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے ان میں اہل حدیث امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

(۳) اہلِ حدیث رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرتے ہیں یعنی شانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

(۴) اہل حدیث اس دعا کے بجائے یہ دعا بھی پڑھتے ہیں اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ۔

پاک و برتر ہے تو اے اللہ، ہمارے رب، حمد و تعریف کا مستحق ہے، اے اللہ میری مغفرت فرما دے۔

(۵) زیادہ تعداد میں تسبیح پڑھنا اسی وقت مناسب ہے جب آپ تنہا نماز پڑھ رہے ہوں، اور جب آپ امامت کر رہے ہوں تو مقتدیوں کا خیال رکھیے اور تسبیح اتنی زیادہ نہ پڑھیے کہ مقتدی پریشانی محسوس کریں۔

(۶) اے ہمارے رب تمام حمد و تعریف تیرے ہی لیے ہے۔

(۷) اہل حدیث اس موقع پر: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ بہت ہی زیادہ پاکیزہ تعریفیں اور برکت بھری تعریفیں، بھی پڑھتے ہیں۔

توصرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھے اور امام ہوں تو صرف سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پڑھیے اور اکیلے پڑھ رہے ہوں تو تسمیع اور تحمید دونوں پڑھیے۔

سجدہ کرنا:

اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جایئے سجدہ اس طرح کیجیے کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھیے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک پھر پیشانی، چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رہے اور انگوٹھے کان کے مقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رہیں اور سب کا رخ قبلے کی طرف رہے، دونوں کہنیاں اور کلائی زمین سے اٹھی ہوئی رہے، کہنیاں پسلیوں سے بھی الگ رہیں اور پیٹ بھی رانوں سے الگ رہے اور زمین سے اتنا اونچا ہو کہ بکری کا چھوٹا سا بچہ درمیان سے نکل سکے، اور دونوں پیر انگلیوں کے سہارے زمین پر ٹکے رہیں، اٹھیں نہیں اور پیر کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف رہے۔

سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى (۱) ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے۔

جلسہ کرنا:

پھر تکبیر کہتے ہوئے، پہلے پیشانی پھر ہاتھ اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جایئے۔ بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دایاں پیر بدستور کھڑا رکھیے اور بایاں پیر بچھا کر اس پر دوزانوں ہو کر بیٹھ جایئے اور ہاتھ دونوں زانوؤں پر اس طرح رکھیے کہ ان کی انگلیاں گھٹنوں پر ہوں، (۲) پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں جایئے اور پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ بھی کیجیے، دونوں سجدے کرنے کے بعد تکبیر کہتے ہوئے دوسری رکعت کے لیے سیدھے کھڑے ہو

---

(۱) اہل حدیث اس دعا کے بجائے، وہ دعا بھی پڑھتے ہیں جس کا ذکر رکوع کے ذیل میں آیا یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ، احادیث میں اور بھی بہت سی دعائیں منقول ہیں مثلاً سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ پاک وبرتر بے عیب فرشتوں اور روح الامین کا پروردگار یا یہ دعا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبَهٗ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ اے اللہ میرے سارے گناہ چھوٹے، بڑے، پہلے کے بعد کے، کھلے چھپے بخش دے۔

(۲) جلسے کی حالت میں پڑھنے کے لیے بھی حدیث میں دعائیں آتی ہیں، اور اہل حدیث ان دعاؤں کے پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، مثلاً یہ دعا پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ۔ (ابوداؤد)

اے اللہ میری بخشش فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے روزی عنایت کر۔

جایئے [1] اور پھر بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ اور قرأت کر کے دوسری رکعت پوری کیجیے۔

قعدہ کرنا:

پھر پہلی رکعت کی طرح رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ کیجیے اور دوسرے سجدے سے اٹھ کر قعدے میں بیٹھ جایئے۔ قعدے میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہے جو جلسے میں بیٹھنے کا بیان کیا گیا ہے، پھر اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تشہد پڑھیے۔

تشہد پڑھنا:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ساری تعریفیں، ساری عبادتیں، اور ساری پاکیزہ باتیں اللہ کے لیے ہیں، سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ! اور اس کی رحمت اور برکتیں ہوں آپؐ پر، اور سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے سارے ہی نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

لَا اِلٰهَ کہتے ہوئے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اور دوسری انگلیوں کو بند کر کے کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیجیے اور اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت کلمہ کی انگلی گرا دیجیے اور پھر سلام پھیرنے کے وقت تک انگلیاں اسی طرح رکھیے۔

اگر چار رکعت والی نماز پڑھ رہے ہوں تو اَلتَّحِيَّاتُ پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لیے تکبیر کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جایئے اور اسی طرح بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھیے۔ اگر سنت یا نفل پڑھ رہے ہوں، تو تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا قرآن کی کچھ آیتیں بھی پڑھیے اور اگر فرض پڑھ رہے ہوں تو تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن کا کچھ حصہ نہ پڑھیے بلکہ صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلے جایئے اور چوتھی رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد قعدے میں بیٹھ کر اَلتَّحِيَّات پڑھیے اور التحیات کے بعد درود شریف پڑھیے۔

---

(۱) اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت میں دونوں سجدے کرنے کے بعد ذرا بیٹھ کر پھر کھڑا ہونا چاہیے۔ سجدے سے ایک دم اٹھ کھڑا ہونا صحیح نہیں۔

درود شریف پڑھنا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے اللہ! سلام ورحمت بھیج محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر، جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر بلاشبہ تو اپنی ذات میں خوبیوں والا اور بڑی شان والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر، جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر بلاشبہ تو اپنی ذات میں بڑی خوبیوں والا اور بڑی شان والا ہے۔

درود کے بعد کی دعا:

درود پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھیے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بڑا ہی ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش دے، پس تو مجھے اپنی خصوصی بخشش سے بخش دے اور میرے حال پر رحم فرما، بے شک تو بہت ہی بخشنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

یا یہ دعا پڑھیے، یا دونوں پڑھیے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذابِ جہنم سے اور عذابِ قبر سے، اور مسیحِ دجال کے فتنے سے، اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے، اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں، گناہ سے اور جان لیوا قرض سے۔

سلام کہنا:

یہ دعا پڑھنے کے بعد نماز ختم کرنے کے لیے پہلے داہنی جانب منہ پھیرتے ہوئے کہیے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، (تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو) پھر اسی طرح بائیں

جانب منہ پھیرتے ہوئے کہیے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ اور یہ الفاظ کہتے ہوئے یہ خیال کرنا چاہیے کہ میری یہ سلامتی اور رحمت کی دعا نماز میں شریک ہونے والے سارے نمازیوں کے لیے اور فرشتوں کے لیے ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر جو جائز دعائیں چاہیں مانگ سکتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بہت سی دعائیں اور اذکار ثابت ہیں، ان دعاؤں اور اذکار کا ضرور اہتمام کیجیے۔ چند دعائیں یہ ہیں:

(۱) اَسْتَغْفِرُ اللهَ، اَسْتَغْفِرُ اللهَ، اَسْتَغْفِرُ اللهَ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ (مسلم)

میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں، میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں، میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں، اے اللہ! تو سراسر سلامتی ہے، سلامتی کا فیضان چاہتا ہوں، اے اللہ! تو سراسر سلامتی ہے، سلامتی کا فیضان تجھی سے ہے، تو نہایت خیر و برکت والا ہے، اے بزرگی والے اور احسان و نوازش والے!

(۲) ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا معاذ! مجھے تم سے محبت ہے پھر فرمایا میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد ان کلمات کو ترک نہ کرنا ہر نماز کے بعد یہ کلمات ضرور پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔ (ریاض الصالحین)

اے اللہ! تو ہماری مدد فرما، اپنی یاد اور اپنے شکر کے لیے اور اپنی اچھی بندگی کے لیے۔

(۳) لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (بخاری، مسلم)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تنہا وہی معبود ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کے لیے ہے اور حمد و شکر کا مستحق وہی ہے۔ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، اے اللہ! تو جو عطا فرمائے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور تو جو نہ دے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کسی عظمت والے کی عظمت تیرے مقابلے میں کام نہیں آسکتی۔

(۴) سُبْحَانَ اللهِ ۳۳ بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ بار، اَللهُ اَكْبَرُ ۳۳ بار اور پھر ایک بار لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (۱)

---

(۱) صحیح مسلم عن ابی ہریرہؓ۔ اور ایک روایت میں ہے۔ ''اللہ اکبر'' ۳۴ بار۔

اللہ پاک و برتر ہے۔ ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اسی کا حق ہے، حمد و شکر اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

خواتین کی نماز کا طریقہ:

نماز کے بیشتر ارکان ادا کرنے کا طریقہ تو خواتین کے لیے بھی وہی ہے، البتہ خواتین کی نماز میں چھ چیزوں کے ادا کرنے کے طریقے میں تھوڑا سا فرق ہے اور اس فرق کی بنیادی وجہ یہ تصور ہے کہ نماز میں خواتین کے ستر اور پردے کا زیادہ سے زیادہ لحاظ ہو سکے۔ وہ چھ چیزیں جن کے ادا کرنے میں فرق ہے یہ ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا: خواتین کو ہمیشہ، سردی ہو یا گرمی چادر یا دوپٹے وغیرہ کے اندر ہی اندر تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا چاہیے۔ دوپٹے وغیرہ سے ہاتھ باہر نہ نکالنا چاہیے نیز ہاتھ صرف شانوں تک اٹھانا چاہیے۔ کانوں تک نہ اٹھانا چاہیے۔

(۲) ہاتھ باندھنا: خواتین کو ہمیشہ سینے پر ہاتھ باندھنا چاہیے۔ سینے کے نیچے ناف پر نہ باندھنا چاہیے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑنے کے بجائے صرف داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہیے۔

(۳) رکوع: خواتین کو رکوع میں صرف اتنا جھکنا چاہیے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، اور گھٹنوں کو کشادہ انگلیوں سے پکڑنے کے بجائے صرف ملی ہوئی ہونی چاہییں۔

(۴) سجدہ: خواتین کو سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے ملا ہوا رکھنا چاہیے اور کہنیاں اور کلائی زمین پر ٹکا لینا چاہیے۔ اور دونوں پیروں کو کھڑا نہ رکھنا چاہیے بلکہ گرا لینا چاہیے۔

(۵) قعدہ اور جلسہ: قعدہ یا جلسے میں دونوں پیروں کو داہنی جانب نکال کر بیٹھنا چاہیے کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر رہے۔

(۶) قرأت: خواتین کو ہمیشہ آہستہ آواز میں قرأت کرنی چاہیے کسی نماز میں بھی ان کو بلند آواز سے قرأت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمازِ وتر کا بیان

نماز وتر پڑھنے کا طریقہ:

نماز عشا کے بعد جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو وتر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہوتی ہیں۔ وتر کی نماز واجب ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

جو شخص وتر نہ پڑھے اس کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں[1]

وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت ہے[2]۔ اکثر فقہائے صحابہ تین ہی رکعت پڑھتے تھے۔

نماز وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ فرض نمازوں کی طرح پہلے دو رکعت نماز پڑھیے پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی سورت یا چند آیتیں پڑھیے اور پھر دونوں ہاتھ تکبیر کہتے ہوئے کانوں تک اسی طرح اٹھایئے جس طرح تکبیر تحریمہ میں اٹھاتے ہیں اور پھر ہاتھ باندھ کر یہ دعائے قنوت آہستہ آواز سے پڑھیے[3]۔

دعائے قنوت:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

۱۔ ابوداؤد، حاکم۔ اسی تاکید کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ اس کو واجب کہتے ہیں، البتہ اہل حدیث امام شافعی اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک وتر کی نماز سنت ہے۔

۲۔ امام شافعیؒ اور اہل حدیث ایک رکعت کے قائل ہیں اور اہلِ حدیث کے نزدیک تین، پانچ، سات اور نو تک پڑھنا بھی جائز ہے، اس لیے کہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہے اور پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی تین یا پانچ رکعت ایک سلام سے پڑھنا چاہے تو بیچ میں کہیں تشہد میں نہ بیٹھے، آخری رکعت میں بیٹھے اور التحیات اور درود پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر سات یا نو رکعت ایک سلام سے پڑھنا چاہے تو آخری ایک رکعت سے پہلے التحیات میں بیٹھے اور صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور پھر ایک رکعت پڑھ کر التحیات اور درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

۳۔ اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے بجائے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھنی چاہیے۔

اے اللہ ہم تجھ ہی سے مدد کے طالب اور تجھ ہی سے مغفرت کے خواستگار ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں، اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی اچھی تعریفیں کرتے ہیں، اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں تیری ناشکری نہیں کرتے، اور جو تیری ناشکری اور نافرمانی کرے اس کو چھوڑ دیتے ہیں، اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیری ہی نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لپکتے ہیں اور تیرا حکم بجالانے کے لیے مستعد رہتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بلاشبہ تیرا عذاب کافروں کو مل کر رہے گا۔"

اگر اس کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھ لی جائے تو بہتر ہے[1]۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ، اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ، وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

اے اللہ! تو مجھے ہدایت سے نواز کر ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما اور مجھے عافیت بخش کر عافیت یافتہ لوگوں میں شامل فرما اور میری سرپرستی فرما کر ان لوگوں میں شامل فرما جن کی تو نے سرپرستی فرمائی اور مجھے ان چیزوں میں برکت عطا فرما جو تو نے مجھے عنایت فرمائی ہیں اور مجھے اس شر سے بچا جس کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے کیونکہ تو ہی فیصلہ فرمانے والا اور تجھ پر کسی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، وہ ہرگز ذلیل نہیں ہوسکتا جس کی تو سرپرستی فرمائے اور وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا جس کو تو اپنا دشمن قرار دے لے، تو بڑی ہی برکت والا ہے۔ اے ہمارے رب اور بہت ہی بلند و برتر، اور درود و سلام ہو پیارے نبیؐ پر اور ان کی آل اولاد پر۔

اگر دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کسی سستی کے بغیر جلد از جلد یاد کرنے کی کوشش کی جائے اور جب تک یاد نہ ہو جائے، اس وقت دعائے قنوت کے بجائے یہ دعا پڑھتا رہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

---

[1] اہل حدیث یہی دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ (نماز محمدیؐ از مولانا محمد جوناگڑھی مرحوم)

یا اگر یہ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اے اللہ! میری مغفرت فرما۔ تین مرتبہ کہہ لے۔

وتر کا سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ۔ پاک و برتر ہے بادشاہ حقیقی، عیوب سے پاک۔

یہ دعا تین مرتبہ پڑھے اور تیسری مرتبہ ذرا بلند آواز سے پڑھ کر یہ کلمات بھی کہے۔ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ۔ پروردگار فرشتوں کا اور جبریل امین کا۔ (ابوداؤد اور نسائی)

نمازِ وتر میں سورۂ فاتحہ کے بعد قرآنِ پاک کا کوئی حصہ بھی پڑھ سکتے ہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی دوسری رکعت میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں تین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

قنوتِ نازلہ [1]

قنوت نازلہ سے مراد وہ دعا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کی ہلاکت خیزیوں سے نجات پانے، دشمن کا زور توڑنے اور اس کے تباہ ہونے کے لیے پڑھی ہے، اور آپؐ کے بعد صحابۂ کرام نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے [2]۔

اہل اسلام جب کبھی سخت حالات میں گھرے ہوئے ہوں اور شب و روز کے ہنگامی مصائب اور دشمن کے خوف و دہشت سے ان کی زندگی اجیرن بن گئی ہو، ہر طرف دشمنانِ اسلام کا زور ہو اور وہ ملت اسلامیہ کو تباہ کرنے اور اس کا نور بجھانے کے لیے اہل اسلام پر دردانگیز مظالم کر رہے ہوں، ایسے یاس انگیز حالات سے نجات پانے، دشمن کا زور توڑنے

---

[1] حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مسلمان قیدیوں کی نجات اور اہل کفر کی ہلاکت کیلئے) متواتر ایک مہینے تک عشاء کی نماز میں قنوت پڑھی۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ایک دن آپؐ نے یہ دعا نہیں پڑھی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ پڑھنے کے وجہ پوچھی۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ مسلمان قیدی رہا ہو کر آگئے ہیں۔ (ابوداؤد)

[2] حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپؐ نے مسیلمہ کذاب سے جنگ کے زمانے میں دعائے قنوت پڑھی اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی پڑھی اور اسی طرح حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اپنے زمانہ جنگ میں دعائے قنوت پڑھی۔ (غنیۃ المستملی)

اور خدا سے اس کی ہلاکت کی درخواست کرنے کے لیے قنوتِ نازلہ پڑھنا مسنون ہے۔

قنوت نازلہ کے مسائل

(۱) قنوتِ نازلہ تمام جہری نمازوں میں پڑھنا جائز ہے[۱]۔ بالخصوص فجر کی نماز میں پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲) اگر مقتدیوں کو دعائے قنوتِ نازلہ یاد ہو تو بہتر یہ ہے کہ امام بھی آہستہ پڑھے، اور سارے مقتدی بھی آہستہ آہستہ پڑھیں لیکن آج کے دَور میں چونکہ بالعموم مقتدیوں کو دعائیں یاد نہیں ہوتیں، اس لیے مناسب یہ ہے کہ امام بآواز بلند پڑھے[۲] اور ہر ہر فقرے پر ٹھہرے اور مقتدی ہر ہر فقرے پر آہستہ آہستہ آمین کہتے جائیں۔

(۳) آخری رکعت میں رکوع سے اٹھنے کے بعد امام اور مقتدی سب ہاتھ باندھ لیں[۳]۔ امام قنوت پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاتھ باندھ کر قنوتِ نازلہ پڑھنا مسنون ہے۔

(۴) تنہا نماز پڑھنے والے بھی دعائے قنوت پڑھ سکتے ہیں اور خواتین بھی اپنی نمازوں میں قنوتِ نازلہ پڑھ سکتی ہیں[۴]۔

دعائے قنوتِ نازلہ:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ،

۱؎ علامہ طحاویؒ نے صرف نمازِ فجر میں قنوتِ نازلہ پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور صاحب شامی نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے، البتہ، عینی شرح ہدایہ نے تمام جہری نمازوں میں پڑھنے کی صراحت کی ہے، عینی شرح ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں:

ان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلٰوۃ الجھر وبہ قال الاکثرون واحمد۔

اگر مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت نازل ہو تو امام تمام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے، اکثر علمائے امت اسی کے قائل ہیں اور امام احمد ابن حنبل کی بھی یہی رائے ہے۔ (قنوتِ نازلہ اور اس کے متعلقہ مسائل از مولانا مفتی محمد عنایت اللہ صاحب مرحوم)

۲؎ حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قنوتِ نازلہ بلند آواز سے پڑھی۔ (بخاری)

۳؎ اگر کوئی ہاتھ باندھنے کے بجائے ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھے یا کوئی ہاتھ چھوڑ کر پڑھے جیسا کہ امام محمد کا قول ہے تو حدیث کی رو سے اس کی بھی گنجائش ہے، اس لیے ان مسائل میں بحث و مباحثہ کرنا اور جھگڑنا ہرگز مناسب نہیں۔

۴؎ ''قنوتِ نازلہ اور اس کے متعلقہ مسائل'' مرتبہ: مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم۔

وَبَارِكْ لَنَا فِيمَا اَعْطَيْتَ، وَقِنَا شَرَّ مَاقَضَيْتَ، اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَايَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَايَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَانْصُرْنَا عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ۔ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ، وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ، وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ۔ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ، وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ، وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ

اے اللہ! تو ہمیں ہدایت سے نواز کر ان لوگوں میں شامل فرما جن کو تو نے ہدایت بخشی ہے، اور ہمیں عافیت بخش کر ان لوگوں میں شامل فرما جن کو تو نے عافیت بخشی ہے اور ہماری سرپرستی فرما کر ان لوگوں میں شامل فرما جن کی تو نے سرپرستی فرمائی ہے، اور ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے اس میں برکت عطا فرما، اور ہمیں اس شر سے محفوظ رکھ جس کا تو نے فیصلہ فرمالیا ہے کیونکہ فیصلہ تو ہی فرماتا ہے اور تجھ پر کسی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، وہ ہرگز ذلیل وخوار نہیں ہوسکتا جس کی تو سرپرستی فرمائے، اور وہ کبھی عزت نہیں پاسکتا، جس کو تو اپنا دشمن قرار دے لے، تو بڑا ہی برکت والا ہے اے ہمارے رب اور بہت ہی بلند وبرتر، ہم تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں اور تیرے حضور توبہ کرتے ہیں اور اللہ کی رحمت ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

اے اللہ! ہماری مغفرت فرما۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں اور مسلم مردوں اور مسلم عورتوں کی مغفرت فرما ان کے دلوں کو باہم جوڑ دے، ان کے باہمی تعلقات کو درست فرمادے، اور ہماری مدد فرما اپنے دشمنوں اور اہل اسلام کے دشمنوں کے مقابلے میں۔ اے اللہ! تو ان کافروں پر لعنت فرما جو تیری راہ سے روکتے ہیں، جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، جو تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں، اے اللہ! تو ان میں باہم اختلاف پیدا فرمادے اور ان کے قدم ڈگمگادے، اور ان پر اپنا وہ عذاب نازل فرما جس کو تو اپنے مجرموں کے سروں سے نہیں ٹالتا۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نفل[1] نمازوں کا بیان

پانچ وقت کی فرض نمازوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ جن نوافل کا اہتمام فرماتے تھے

ان کا ذکر تو اوپر پنج وقتہ نمازوں کے ذیل میں تفصیل سے آچکا ہے۔ ان کے علاوہ بھی نبی اکرم ﷺ مختلف اوقات میں بہت سی نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے، اور احادیث میں ان نوافل کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ دراصل نوافل کی کثرت ہی سے بندہ خدا کا قرب پاتا اور اس کے یہاں بلند مرتبوں پر فائز ہوتا ہے۔ مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی کوئی نفل نمازیں پڑھنی چاہے اور جتنی چاہے وہ خیر و برکت ہی کا ذریعہ ہیں، البتہ کچھ مخصوص نوافل آپؐ نے خاص خاص اوقات میں بھی پڑھے ہیں اور ان کی الگ الگ فضیلتیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ ذیل میں انھی مخصوص نوافل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صلوٰۃ تہجد:

تہجد کی نماز سنت ہے، نبی اکرم ﷺ ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس کے التزام کی ترغیب دیتے تھے، قرآن میں نبی اکرم ﷺ کو اس کی خصوصی تاکید فرمائی گئی ہے اور چونکہ امت کو نبی اکرم ﷺ کی پیروی کا حکم ہے اس لیے تہجد کی یہ تاکید بالواسطہ ساری امت کے لیے ہے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

بنی اسرائیل 79:17

اور شب کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کیجیے یہ آپ کے لیے خدا کا مزید فضل ہے۔ قریب ہے کہ خدا آپ کو (دونوں عالم میں) پسندیدہ مرتبے پر فائز فرمائے۔

تہجد کا اہتمام کرنے والوں کو قرآن نے محسن اور متقی قرار دیا ہے اور ان کو خدا کی رحمت اور آخرت کی ابدی نعمتوں اور بھلائیوں کا مستحق قرار دیا ہے۔

---

[1] فرض کے مقابلے میں جب نفل بولا جاتا ہے، تو اس سے مراد ہر وہ نماز ہوتی ہے جو فرض اور واجب کے علاوہ ہو، چاہے وہ سنت مؤکدہ ہو یا سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہو۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ "مُحْسِنِيْنَ" كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

الذاریات 51:18-15

بلاشبہ متقی لوگ، باغوں اور چشموں میں (عیش کر رہے) ہوں گے اور جو جو نعمتیں ان کا پروردگار ان کو دے رہا ہوگا' ان کو لے رہے ہوں گے۔ بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا کی زندگی میں) احسان کی روش پر تھے، وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے، اور سحر کے اوقات میں استغفار کیا کرتے تھے۔

حقیت یہ ہے کہ تہجد کی نماز نفس واخلاق کا تزکیہ کرنے اور راہِ حق میں صبر وثبات کی قوت فراہم کرنے کا لازمی اور مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا۔ المزمل 73:6

بلاشبہ شب کا اٹھنا، نفس کو خوب ہی روندنے والا ہے اور نہایت ہی درست ہے اس وقت کا ذکر۔

خدا نے ایسے بندوں کو اپنا محبوب بندہ بتایا ہے اور ان کی نیکی اور ایمان[1] کی گواہی دی۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ ..... وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ الفرقان 25:64

اور خدا کے (محبوب) بندے..... وہ ہیں جو اپنے پروردگار کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے شب بسر کرتے ہیں۔

مومنوں کا یہی امتیازی وصف انھیں کفر کی یلغار کے مقابلے میں چٹان کی طرح جماتا، اور فتح ونصرت سے ہمکنار کرتا ہے، بدر کے میدان میں حق کا بول بالا کرنے والے بے سروسامان مجاہدین کی بے مثال کامرانی کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ وہ شب کی آخری گھڑیوں میں خدا کے حضور گڑگڑانے والے اور اس سے اپنے قصوروں کی معافی مانگنے والے تھے۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ○

آلِ عمران 3:17

یہ لوگ استقامت دکھانے والے ہیں، راستباز ہیں، فرمانبردار ہیں، راہِ خدا میں فیاض ہیں، اور

---

[1] الم سجدہ۔ آیت ۱۵، ۱۶

شب کی آخری گھڑیوں میں خدا سے اپنے قصوروں کی معافی چاہنے والے ہیں۔
خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تہجد کی فضیلت میں بہت کچھ فرمایا ہے۔
حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینے سے تشریف لائے، تو ان کی زبان مبارک سے جو پہلے کلمات میں نے سنے وہ یہ تھے۔

لوگو! سلام پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، رشتوں کو جوڑے رکھو اور جب لوگ سو رہے ہیں تو تم شب میں نمازیں پڑھو، تو تم (ہر خطرے سے) سلامت جنت میں داخل ہو گے۔

(حاکم، ابن ماجہ، ترمذی)

اور حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
تہجد کی نماز کا التزام کرو، یہ نیک لوگوں کی خصلت ہے، اور خدا سے تمھیں قریب کرنے والی گناہوں کو مٹانے والی اور گناہوں سے بچانے والی ہے، اور جسم سے بیماریوں کو بھگانے والی ہے۔

اور ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز شب میں پڑھی جانے والی تہجد کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم، احمد)

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: شب کی آخری گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اور کہتا ہے، ہے کوئی پکارنے والا جو مجھے پکارے تو میں اس کی سنوں، مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں، مجھ سے گناہوں کی بخشش چاہے تو میں اسے بخش دوں۔ (صحیح بخاری)

نماز تہجد کا وقت:

تہجد کے معنی ہیں، نیند توڑ کر اٹھنا، قرآن میں شب کے کچھ حصے میں تہجد کی جو تاکید کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ رات کے کچھ حصے میں سونے کے بعد پھر اٹھ کر نماز پڑھی جائے۔ تہجد کا مسنون وقت یہی ہے کہ نماز عشاء کے بعد آدمی سو رہے اور پھر نصف شب کے بعد اٹھ کر نماز پڑھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی آدھی رات کو، کبھی اس سے کچھ پہلے یا بعد نیند سے بیدار ہوتے،

اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی چند آیتیں پڑھتے[1] اور وضو اور مسواک کر کے نماز شروع فرماتے۔

نمازِ تہجد کی رکعتیں:

تہجد کی رکعتوں کی تعداد کم از کم دو ہے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت تک منقول ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر معمول یہی تھا کہ دو دو رکعت کر کے آٹھ رکعت پڑھا کرتے تھے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ آٹھ رکعت پڑھی جائیں لیکن ضروری نہیں۔ حالات اور موقع کے لحاظ سے جتنی پڑھنی ممکن ہوں اتنی پڑھ سکتے ہیں۔

نمازِ تراویح:

تراویح کی نماز مرد اور عورت کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔ البتہ مردوں کے لیے تراویح کی جماعت بھی مسنون ہے، تراویح کی رکعتیں بیس ہیں[2]، حضرت عمرؓ نے بیس رکعت تراویح جماعت سے پڑھنے کا نظم فرمایا تھا اور پھر بعد کے دور میں خلفائے راشدین نے بھی بیس ہی رکعت پڑھیں۔

۱۔ آیتیں یہ ہے: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ أَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ آل عمران 3:190-194

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کے آنے جانے میں ان ہوشمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے کار نہیں بنایا ہے تو پاک اور برتر ہے اس سے کہ عبث کام کرے، پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا، اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہو گا، مالک! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا، اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو، ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی، پس اے ہمارے آقا! جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما، جو برائیاں ہم میں ہیں انھیں دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر، خداوند! جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کیے ہیں ان کو پورا کر، اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال۔ بیشک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

۲۔ اہل حدیث کے نزدیک سنت یہ ہے کہ تراویح آٹھ رکعت پڑھی جائیں ان کے نزدیک تہجد کی نماز میں نبی اکرمؐ نے کبھی آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی ہیں۔ اور یہ وہی تہجد کی مسنون نماز ہے جو رمضان میں نبی اکرمؐ نے بھی اول وقت میں پڑھی ہے، اور صحابۂ کرامؓ نے بھی، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ رمضان میں اس عبادت میں شریک ہو سکیں۔

تراویح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز تراویح سنت کی نیت باندھ کر اسی طرح نماز ادا کیجیے جس طرح دوسرے نوافل یا سنتیں ادا کرتے ہیں اور ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھیے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی ہیں۔ بیٹھنے کے دوران کچھ ذکر و تسبیح کرنا بہتر ہے، خاموش بھی بیٹھ سکتے ہیں۔

تراویح کا وقت نماز عشا کے بعد نمازِ فجر سے پہلے تک ہے۔ احادیث میں تراویح کی بڑی فضیلت آئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جس نے ایمانی کیفیت اور محض اجر آخرت کے لیے رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھی۔ اللہ تعالیٰ اس کے وہ سارے گناہ بخش دے گا جو اس سے ہو چکے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

نماز چاشت:

چاشت کی نماز مستحب ہے، جب سورج اچھی طرح نکل آئے اور روشنی خوب پھیل جائے تو چاشت کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال سے پہلے پہلے تک باقی رہتا ہے، اس وقت میں آدمی کو اختیار ہے کہ چاہے چار رکعت نفل ادا کرے یا چار سے زیادہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار رکعت بھی پڑھی ہیں اور چار رکعت سے زیادہ بھی پڑھی ہیں، نمازِ چاشت کی نیت اس طرح کرنی چاہیے۔

''میں نے نیت کی کہ چاشت کی نماز چار رکعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ادا کروں۔''

تحیۃ المسجد:

تحیۃ المسجد سے مراد وہ نماز ہے، جو مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے پڑھنا مسنون ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد جایا کرے، تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔

مسجد چونکہ خدا کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہے، اس لیے اس کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں داخل ہوتے ہی آدمی خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جائے اور اگر کوئی داخل ہونے کے بعد فرض نماز پڑھ لے یا اور کوئی سنت یا واجب نماز ادا کر لے تو وہی تحیۃ المسجد کے قائم

مقام بھی ہوجائے گی۔تحیۃ المسجد دو رکعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو سے زیادہ بھی۔

تحیۃ الوضو:

وضو سے فارغ ہو کر وضو کا پانی خشک ہونے سے پہلے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں اور اگر کوئی چار رکعت پڑھ لے تب بھی کوئی حرج نہیں، تحیۃ الوضو کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پورے خلوص سے پڑھ لیا کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

غسل کے بعد بھی ان دو رکعتوں کا پڑھنا سنت ہے، اس لیے کہ غسل کے ساتھ وضو بھی ہو ہی جاتا ہے۔

نوافل سفر:

سفر کے لیے روانہ ہوتے وقت بھی یہ مستحب ہے کہ آدمی گھر سے دو رکعت نماز پڑھ کر نکلے اور سفر سے واپس آنے پر بھی یہ مستحب ہے کہ دو رکعت نماز مسجد میں ادا کرنے کے بعد آدمی گھر میں داخل ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے، تو پہلے مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا فرما لیتے تھے۔ (صحیح مسلم)

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز اپنے پیچھے نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ (طبرانی)

سفر کے دران میں بھی اگر آدمی کسی مقام پر ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو یہ مستحب ہے کہ وہاں پہلے دو رکعت نماز ادا کر لے۔ (شامی وغیرہ)

صلوٰۃ الاوّابین:

صلوٰۃ الاوّابین بعد مغرب پڑھی جاتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑی فضیلت بتائی ہے اور پڑھنے کی ترغیب دی ہے نمازِ اوابین مغرب کے بعد دو دو رکعت کر کے چھ

رکعت پڑھنا چاہیے۔ یہ نماز مستحب ہے۔

صلوٰۃ التسبیح:

اس نماز کو صلوٰۃ التسبیح اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

پاک و برتر ہے اللہ اور ساری حمد و تعریف اسی کے لیے ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنا مستحب ہے اور احادیث میں اس کا بڑا اجر و ثواب بتایا گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی چار رکعت پڑھی ہیں، بہتر یہ ہے کہ چاروں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں، اگر کوئی دو دو رکعت کر کے چار رکعت پڑھ لے، تب بھی درست ہے۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت صلوٰۃ التسبیح کی نیت کر کے ہاتھ باندھ لے اور ثنا کے بعد پندرہ مرتبہ تسبیح پڑھے،

پھر تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھے، پھر دس بار تسبیح پڑھے۔

پھر رکوع میں رکوع کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھے۔

پھر رکوع سے اٹھ کر، تسبیح اور تحمید کے بعد قومے میں دس بار تسبیح پڑھے۔

پھر سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے۔

سجدے سے اٹھ کر جلسے میں دس بار پھر تسبیح پڑھے۔

اور پھر دوسرے سجدے میں بھی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے۔

پھر دوسری رکعت میں اسی طرح ثنا کے بعد پندرہ مرتبہ، قرأت کے بعد دس مرتبہ، سجدوں کے درمیان جلسے میں دس مرتبہ، پھر اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی، یعنی ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ اور پوری نماز میں تین سو مرتبہ پڑھے۔ تسبیح کا شمار رکھنے کے

لیے انگلی کے پوروں پر نہ گنے بلکہ انگلیوں کے دبانے سے مدد لے اور کسی موقع کی تسبیحیں بھول جائے تو سجدے میں پورا کر لے اور اگر پہلے سجدے کی تسبیح بھول جائے تو جلسے میں پوری نہ کرے، اس لیے کہ جلسے کو سجدے سے زیادہ طویل نہ ہونا چاہیے بلکہ ایک سجدے کی چھوٹی ہوئی تسبیح دوسرے سجدے میں پوری کرنی چاہیے۔

صلوٰۃِ توبہ:

ہر انسان خطا کار ہے، جب کوئی گناہ ہو جائے تو نادم ہو کر خدا کے حضور گڑگڑانے اور اپنے گناہ کی معافی مانگنے کے لیے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ پاک صاف ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، پھر خدا سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے تو اللہ اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۡ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ آل عمران 135:3

اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی ان سے کوئی فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انھیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔

صلوٰۃ کسوف و خسوف:

کسوف[1] اور خسوف کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے، کسوف میں جماعت سے پڑھنا سنت ہے البتہ اس کے لیے اذان یا اقامت نہ ہونا چاہیے لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہو تو دوسرے ذرائع سے جمع کر لینا چاہیے۔

---

[1] سورج میں گہن لگنے کو کسوف کہتے ہیں اور چاند میں گہن لگنے کو خسوف کہتے ہیں اور جب خسوف کے مقابلے میں اس کے ساتھ کسوف بولتے ہیں تو اس سے مراد محض سورج گہن ہوتا ہے۔

نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ آلِ عمران جیسی بڑی بڑی سورتیں[1] پڑھنا اور لمبے لمبے رکوع یا سجود کرنا سنت ہے، نماز کے بعد امام دعا میں مشغول ہو جائے، اور مقتدی امام کی دعا پر آمین آمین کہتے جائیں اور جب گہن ختم ہو جائے تو دعا بھی ختم کر دینی چاہیے ہاں اگر گہن ختم ہونے سے پہلے کسی نماز کا وقت آ جائے تو پھر دعا کو چھوڑ کر نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

خسوف میں جماعت کرنا مسنون نہیں تنہا اپنے اپنے طور پر دو رکعت پڑھنا مسنون ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: سورج اور چاند خدا کی دو نشانیاں ہیں، کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ان میں گہن نہیں لگتا، جب تم دیکھو کہ ان میں گہن لگ گیا ہے تو خدا کو پکارو، اس سے دعائیں کرو، اور نماز پڑھو، یہاں تک کہ سورج یا چاند صاف ہو جائے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے، یعنی آفتاب کے عین طلوع اور غروب کے وقت یا عین زوال کے وقت اگر سورج گہن ہو تو نماز نہ پڑھی جائے، صرف ذکر و تسبیح میں مشغول رہا جائے اور فقیروں، محتاجوں کو صدقہ و خیرات دینے کا اہتمام کیا جائے، ہاں اگر ان ممنوع اوقات کے بعد بھی کسوف باقی رہے، تو پھر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

نماز کسوف میں قرأت بلند آواز سے کرنا مسنون ہے۔

اسی طرح خوف و ہراس، آفات و مصائب اور رنج و الم کے مواقع پر بھی نوافل پڑھنا مسنون ہے، مثلاً سخت طوفانی آندھی آ جائے، بارش کثرت سے ہونے لگے، زلزلے آنے لگیں، بجلیاں گریں، عام بیماری اور طاعون پھیل جائے، دشمن کا خوف و ہراس ہو، فساد اور تباہی کا اندیشہ ہو، غرض اس طرح کے تمام آفات و حادثات میں نماز پڑھنا مسنون ہے، اور یہ نماز اپنے اپنے طور پر تنہا پڑھنی چاہیے۔

صلوٰۃ حاجت:

جب بندے کو کوئی حاجت یا ضرورت درپیش ہو، خواہ اس کا تعلق براہِ راست خدا سے ہو، مثلاً کسی امتحان میں کامیابی مطلوب ہے یا کسی مکان یا دوکان کی ضرورت ہے یا

---

[1] پہلی رکعت میں سورۂ عنکبوت اور دوسری رکعت میں سورۂ روم پڑھی جائے تو بہتر ہے مگر ضروری نہیں۔

کوئی ایسی ضرورت ہو جس کا تعلق دوسرے انسان سے بھی ہو مثلاً اسلام پسند خاتون سے نکاح مقصود ہے یا کسی کے یہاں کوئی ملازمت مطلوب ہے۔ غرض جو بھی حاجت ہو، اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ آدمی دو رکعت نماز (صلوٰۃ الحاجۃ) پڑھے۔ پھر خدا کی حمد وثنا کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْئَالُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَاهَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَاحَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ○ (ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور بہت ہی کرم فرمانے ولا ہے، پاک و برتر ہے خدا عرش عظیم کا مالک، شکر و تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (اے اللہ!) میں تجھ سے ان چیزوں کی بھیک مانگتا ہوں، جو تیری رحمت کو لازم کرتی ہیں اور تیری بخشش و مغفرت کا سبب بنتی ہیں، میں ہر بھلائی میں حصہ کا طالب اور ہر گناہ سے سلامتی کا خواستگار ہوں (اے اللہ!) تو میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی دکھ اور غم دور کیے بغیر نہ چھوڑ اور میری کوئی حاجت جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہو پوری کیے بغیر نہ رہنے دے، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!

اس دعا کے بعد جو ضرورت اور حاجت درپیش ہو وہ خدا کے حضور رکھی جائے۔ یہ نماز حاجت روائی کے لیے مجرب ہے۔

ایک بار ایک نابینا صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ میری بینائی کے لیے خدا سے دعا کیجیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گر تم صبر کرو، تو بہت اجر پاؤ گے اور اگر کہو تو میں دعا کروں، انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ آپؐ دعا فرما دیجیے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ نماز سکھائی۔ (علم الفقہ، جلد دوم)

صلوٰۃ استخارہ:

استخارہ کے معنی ہیں خیر اور بھلائی چاہنا، جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو، مثلاً کہیں

نکاح کا پیغام بھیجنا، آئے ہوئے پیغام کو قبول یا رد کرنا، کسی سفر پر روانہ ہونا، کوئی نیا کاروبار شروع کرنا، کسی سے کوئی معاملہ یا معاہدہ کرنا، کسی مکان، دوکان یا یا زمین کو خریدنا یا فروخت کرنا، کسی ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنا، یا ملازمت کے لیے درخواست دینا یا قبول کرنا، وغیرہ اور ذہن متردّد ہو کہ معلوم نہیں کس پہلو کو اختیار کرنے میں میرے لیے بھلائی اور خیر ہے تو ایسی صورت میں قلب کو کسی ایک پہلو پر مطمئن اور یکسو کرنے کے لیے دو رکعت نفل اور استخارے کی مسنون دعا پڑھنا مستحب ہے، اور استخارے کے بعد جس فیصلے کی طرف قلب کا میلان اور طبیعت کی رغبت محسوس ہو، ان شاء اللہ اس کو اختیار کرنے میں کبھی نامرادی نہ ہوگی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: استخارہ کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا اور مشورہ کرنے والا کبھی پشیمان نہیں ہوتا اور کفایت سے کام لینے والا کبھی کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ (طبرانی)

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا سے استخارہ کرنا، اولادِ آدم کی سعادت ہے اور قضائے الٰہی پر راضی ہو جانا بھی اولادِ آدم کی سعادت ہے اور اولادِ آدم کی بدبختی یہ ہے کہ وہ خدا سے استخارہ نہ کرے، اور خدا کی قضا پر ناخوش ہو۔ (طبرانی)

استخارے کا طریقہ:

استخارے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی اہم کام درپیش ہو اور ذہن کو کسی ایک رخ پر یکسوئی نہ ہو تو مکروہ اور ممنوع اوقات[1] کے علاوہ جب بھی موقع ہو، دو رکعت نمازِ استخارہ عام نفل نمازوں کی طرح پڑھے، پھر مستحب یہ ہے کہ خدا کی حمد وثنا کی جائے اور درود شریف پڑھ لیا جائے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی دعائے استخارہ پڑھ لی جائے اور دعا کے بعد قبلہ رو ہو کر سو جائے، بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ اسی طرح نمازِ استخارہ پڑھی جائے اور پھر جس طرف قلب مائل ہو، اس کو قضائے الٰہی سمجھ کر اختیار کر لیا جائے[2]۔

---

[1] وہ اوقات جن میں نماز مکروہ یا ممنوع ہے۔

[2] بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر خواب میں سفید یا سبزی دیکھے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ کام میرے حق میں بہتر ہے اور اس کو کر لینا چاہیے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام برا ہے اور اس کام سے باز رہنا چاہیے۔

اگر کسی وجہ سے نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو مثلاً جلدی ہو یا کوئی خاتون حیض اور نفاس کی حالت میں ہو تو صرف دعا پڑھنے پر اکتفا کرے، اور پھر جس پہلو پر طبیعت کو اطمینان اور یکسوئی محسوس ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

استخارہ کی دعا:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح ہمیں قرآنِ پاک کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی طرح ہر کام میں استخارے کی تعلیم بھی دیتے تھے، فرماتے: جب تم میں سے کوئی کسی اہم معاملے میں فکر مند ہو تو دو رکعت نفل پڑھے اور پھر دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدُرُ وَلَا اَقْدُرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ط

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ[1] خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ۔ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ، وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بنیاد پر خیر کا طلبگار ہوں، اور تیری قدرت کے ذریعے تجھ سے تیرے زبردست فضل وکرم کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ تو قدرت والا ہے اور مجھے ذرا قدرت نہیں تو علم والا ہے اور مجھے علم نہیں، اور تو غیب کی ساری باتوں کو خوب جانتا ہے۔

اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بہتر ہے، میرے دین ودنیا کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے تو میرے لیے اسے مقدر فرما، اور میرے لیے اس کو آسان کر اور میرے لیے اس کو مبارک بنادے اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے برا ہے، میرے دین ودنیا کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے، تو اس کا کام مجھ سے دور رکھ، اور مجھے اس سے بچائے رکھ، اور میرے لیے خیر اور بھلائی مقدر فرما جہاں کہیں بھی ہو، اور پھر مجھے اس پر راضی اور یکسوئی فرمادے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

[1] یہاں ھٰذَا الْاَمْرَ کے بجائے اپنی حاجت اور ضرورت کا نام لے، یا ھٰذَا الْاَمْرَ کہتے وقت اپنی درپیش حاجت کا تصور کرے۔

مسجد کا بیان

مسجد، اسلامی زندگی کا محور:

مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانے کے بعد خدا کے رسولؐ کو سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ خدا کی عبادت کے لیے مسجد تعمیر کریں۔ آپ کی قیام گاہ کے قریب ہی، سہل اور سہیل دو یتیم بچوں کی کچھ زمین تھی۔ آپؐ نے دونوں کو بلا کر ان سے وہ زمین خرید لی اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ صحابۂ کرام کے ساتھ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تعمیر کے کاموں میں برابر لگے رہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مبارک ہاتھوں سے کام کرتے اور اینٹ پتھر اٹھاتے دیکھ کر ایک صحابی نے کہا:

لَئِنْ قَعَدْنَا وَالنَّبِیُّ یَعْمَلُ لَذَاكَ مِنَّا الْعَمَلُ الْمُضَلِّلُ

اگر ہم یونہی بیٹھے رہیں اور خدا کے نبیؐ اپنے ہاتھوں سے کام کریں تو ہماری یہ روش تو ہمیں گمراہ کر ڈالے گی۔

اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃِ

خدایا حقیقی زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما (اور انھیں وہاں کی زندگی میں کامیاب و کامران فرما)۔

دراصل مسجد اسلامی زندگی کا ایک ایسا محور ہے جس کے گرد ہی مسلمانوں کی پوری زندگی گردش کرتی ہے، اس کے بغیر کسی اسلامی بستی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلے اس کا اہتمام کیا اور خود اپنے ہاتھوں سے اینٹ پتھر ڈھو کر اس کی تعمیر فرمائی۔

مسلمانوں میں دینی روح کو بیدار رکھنے، ان میں ملی وجود کا حقیقی شعور پیدا کرنے اور ان کے شیرازے کو مجتمع رکھنے کا اصل ذریعہ یہی ہے کہ مسجدوں کو حیاتِ اسلامی کا محور بنایا جائے اور ان میں نمازِ باجماعت کا نظام قائم کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت کی گئی تھی کہ مصر میں کچھ عمارتوں کو مخصوص کر کے ان میں نمازِ باجماعت کا

نظام قائم کرو اور ان کو مسلمانوں کی زندگی کے لیے محور و مرکز قرار دے کر اپنی منتشر قوتوں کو ان کے ذریعے مجتمع کرو۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ یونس87:10

اور ہم نے موسیٰ ؑ اور ان کے بھائی کو وصیت کی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے چند عمارتیں مہیا کرو، ان کو قبلہ ٹھہرالو اور نماز قائم کرو۔

خدا کے رسول ؐ نے مسجد تعمیر کرنے اور اس کو آباد رکھنے کی طرح طرح سے رغبت دی ہے۔ آپ ؐ کا ارشاد ہے: جس نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسجد تعمیر کی، اس کے لیے اللہ جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (بخاری، ترمذی)

مسجد تعمیر کرنے سے مراد مسجد کی عمارت بنانا ہے لیکن مسجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ اس میں خدا کی عبادت کی جائے اور نماز باجماعت کا نظم قائم کیا جائے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر یہ مقصد پورا نہ ہو تو دوسری عمارتوں کی طرح محض ایک عمارت ہی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص عرشِ الٰہی کے سایے میں ہوگا جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔ (بخاری)

یعنی کسی وقت مسجد کا دھیان اس کے دل سے نہ ہٹتا ہو، ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کا بے چینی سے انتظار کرتا ہو۔

مسلمانوں کی دینی زندگی کو بیدار رکھنے کے لیے مسجد کی ضرورت اور غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الوفات میں نڈھال پڑے ہیں لیکن اسی حال میں اٹھتے ہیں اور دو آدمیوں کے سہارے اپنے مبارک قدموں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں پہنچتے ہیں، اور مسجد میں جماعت سے نماز ادا فرماتے ہیں۔ (بخاری)

خدا کو اپنی اس بھری دنیا میں زمین کے وہی حصے سب سے زیادہ عزیز ہیں جن پر خدا کی مسجدیں آباد ہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مومنوں کو مسجدوں سے غیر معمولی تعلق نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خدا کے نزدیک ان بستیوں میں سب سے زیادہ محبوب مقام ان کی مسجدیں ہیں، اور

سب سے زیادہ مبغوض مقام ان بستیوں کے بازار ہیں۔ (مسلم)

ایک موقع پر تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت وضاحت سے شغف اور تعلق اور مسجد کی دیکھ بھال کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے اور یہ ہدایت فرمائی ہے کہ مسلمانوں کے معاشرے میں جو لوگ مسجدوں سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں اور مسجد کی خدمت ان کا محبوب مشغلہ ہے وہ صاحب ایمان لوگ ہیں، تم ان کے ایمان پر گواہ رہو اور ظاہر ہے مسلم معاشرے میں ایسے ہی لوگ قدر و عظمت کے لائق ہیں۔ انھی کی پیروی دین و دنیا کی سعادت ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کو مسجد سے شغف ہے اور وہ اس کی دیکھ بھال میں لگا رہتا ہے تو گواہ رہو کہ وہ صاحب ایمان ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ التوبہ 18:9

یعنی خدا کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

مسجد کے آداب:

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھنا چاہیے اور پھر درود شریف پڑھ کر وہ دعا پڑھنی چاہیے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو سکھائی ہے، آپ کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ط (صحیح مسلم)

اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(۲) مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے دو رکعت نفل تحیۃ المسجد پڑھنا چاہیے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) مسجد میں سکون، عاجزی اور وقار کے ساتھ اس طرح بیٹھنا چاہیے کہ دل پر خدا کی عظمت اور ہیبت چھائی ہوئی ہو، مسجد میں شور و غوغا کرنا، ہنسی مذاق کرنا، دنیوی حالات پر تبصرے کرنا، خرید و فروخت[1] کرنا اور اسی طرح دنیا کی دوسری باتیں کرنا

---

[1] البتہ اعتکاف کی حالت میں معتکف کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی واقعی ضرورت کے لیے خرید و فروخت کر لے۔

مسجد کی حرمت اور تعظیم کے خلاف ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور امت کو اس سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجد میں خالص دنیا کی باتیں کریں گے، تم ایسے لوگوں کی بات چیت میں شریک نہ ہونا، اللہ ایسے (غافل) لوگوں کی نماز قبول نہیں فرماتا۔

مسجد کی عظمت وحرمت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ڈرتا لرزتا اس میں داخل ہو اور نہایت سکون اور انکساری کے ساتھ جہاں جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے۔ یہ بھی انتہائی غلط ہے کہ آدمی لوگوں کے اوپر سے پھاند کر اور لوگوں کو ہٹا ہٹا کر آگے جائے، اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ آدمی امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے اور رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑے، دوڑنا احترام مسجد کے خلاف ہے۔ رکعت ملے یا نہ ملے، مسجد میں نہایت سنجیدگی اور وقار کے ساتھ دبے پاؤں چلنا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے: تمھارے لیے ضروری ہے کہ سکون اور وقار اختیار کرو۔

(۴) مسجد میں بدبودار چیزیں لے کر یا بدبودار چیز کھا کر نہ جانا چاہیے، آپؐ نے فرمایا: لہسن، پیاز کھا کر کوئی ہماری مسجد میں نہ آئے۔ اس لیے کہ جس چیز سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے، اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۵) مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں کو بھی نہ لے جانا چاہیے جو پیشاب پاخانہ کے لیے نہ کہہ سکیں، اور اندیشہ ہو کہ یہ کہے بغیر پیشاب پاخانہ کریں گے یا تھوکیں گے اور مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔ اسی طرح ان کم عقلوں اور دیوانوں کو بھی مسجد میں نہ آنے دینا چاہیے جو پاکی ناپاکی کا شعور نہ رکھتے ہو۔ (ابن ماجہ)

(۶) مسجد کو گزرگاہ نہ بنانا چاہیے، مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کے بعد مسجد کا یہ حق ہو جاتا ہے کہ آدمی اس میں نماز پڑھے، یا بیٹھ کر کچھ ذکر و تلاوت کرے، ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے یونہی غفلت کے ساتھ گزر جانا مسجد کی بے حرمتی ہے اگر کبھی بھولے سے کوئی داخل ہو جائے تو یاد آنے کے بعد

واپس ہوجانا چاہیے۔

(۷) اگر کوئی چیز گم ہوجائے تو مسجد میں زور زور سے اس کا اعلان نہ کرنا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں اگر کوئی شخص اس طرح اعلان کرتا تو آپؐ ناراض ہوتے اور فرماتے:

لَارَدَّاللهُ عَلَيْكَ ضَالَّتَكَ۔ (بخاری)

خدا تجھ کو تیری گم شدہ چیز نہ دلوائے۔

(۸) مسجد سے دلی تعلق اور محبت رکھنی چاہیے اور ہر نماز کے وقت نہایت ذوق وشوق کے ساتھ مسجد جانا چاہیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

قیامت کے ہیبت ناک دن میں جب عرشِ الٰہی کے سوا کہیں کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن سات قسم کے آدمی عرشِ الٰہی کے سایے میں ہوں گے ان میں ایک وہ ہوگا جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔ (بخاری)

یعنی اس کو مسجد سے انتہائی شغف ہو اور ہر وقت اس کو مسجد ہی کا دھیان رہتا ہو۔ ایک وقت کی نماز سے فارغ ہوکر آئے تو دوسرے وقت کی نماز کے لیے گھڑیاں گنتا رہتا ہو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: صبح وشام مسجدوں کی طرف جانے والوں کے لیے اللہ صبح وشام مہمانی کا سامان تیار کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اور آپؐ نے فرمایا: جو شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہے، تو اس کے مسجد پہنچنے پر خدا ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کہ کسی مسافر کی سفر سے واپسی پر گھر والے اس سے مل کر خوش ہوتے ہیں۔ (ابن خزیمہ)

اور آپؐ نے فرمایا: صبح کے اندھیرے میں جو لوگ مسجد جاتے ہیں۔ قیامت کے روز ان کے ساتھ کامل روشنی ہوگئی۔ (طبرانی)

حضرت سعید بن مسیبؒ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور گھر سے نماز کے لیے نکلا تو اس کے ہر داہنے قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور بائیں قدم پر ایک گناہ مٹ جاتا ہے۔ مسجد چاہے دور ہو یا نزدیک۔ پھر مسجد میں

پہنچنے کے بعد اگر پوری نماز جماعت سے ادا کی تو پورا اجر وثواب ملے گا، اور اگر کچھ نماز ہو جانے کے بعد جا کر جماعت میں شریک ہوا اور سلام پھر جانے کے بعد اپنی نماز پوری کر لی۔ تب بھی پورا اجر وثواب ملے گا اور اگر مسجد میں پہنچتے پہنچتے جماعت ختم ہوگئی اور اس نے اپنی نماز تنہا مسجد میں ادا کی۔ تب بھی پورا اجر وثواب ملے گا۔ (ابوداؤد)

(۹) مسجد میں خوشبو وغیرہ کا اہتمام کرنا اور مسجد کو پاک صاف رکھنا بھی مسجد کا حق ہے اور خدا کی نظر میں یہ جنت والوں کا کام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مسجد میں جھاڑ پونچھ کا اہتمام رکھنا، مسجد کو پاک صاف رکھنا، مسجد سے کوڑا کرکٹ باہر پھینکنا، مسجد میں خوشبو کا انتظام کرنا، خاص طور پر جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو میں بسانا یہ تمام کام جنت میں لے جانے والے ہیں۔ (ابن ماجہ، طبرانی)

اور آپؐ نے فرمایا: مسجد سے کوڑا کرکٹ صاف کرنا حسین آنکھوں والی حور کا مہر ہے۔ (طبرانی)

یعنی جو شخص مسجد کو صاف ستھرا رکھنے کا اہتمام کرتا ہے وہ درحقیقت حسین حوروں کا مہر مہیا کر رہا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی اچانک اس کا انتقال ہوگیا، لوگوں نے اس کو زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوئے دفن کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی اطلاع نہ کی۔ جب آپؐ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا اور آپؐ کو اطلاع دی گئی کہ وہ تو مر گئی اور اس کو معمولی واقعہ سمجھتے ہوئے دفن کر دیا گیا، تو آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی۔ اور آپؐ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اس کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور فرمایا: اس خاتون کا سب سے اچھا عمل یہ تھا کہ یہ مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ وغیرہ)

(۱۰) مسجد کے صحن میں وضو کرنا، یا کلی کرنا، یا وضو کرنے کے بعد مسجد میں ہاتھ جھاڑ کر چھینٹے پھینکنا مکروہ ہے، بعض لوگ وضو کرنے کے بعد چہرے اور کلائیوں پر ہاتھ پھیر پھیر کر مستعمل پانی کے قطرے مسجد میں گراتے ہیں۔ ایسا کرنا بھی مسجد کی بے

ادبی ہے۔اسی طرح اگر کسی کے پیر یا لباس وغیرہ میں مٹی، کیچڑ لگ جائے تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون یا مسجد کے پردے اور چٹائی وغیرہ سے پونچھنا بھی مکروہ ہے۔

(۱۱) جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں بھی مسجد میں نہ جانا چاہیے کسی ناگزیر ضرورت اور واقعی مجبوری کے بغیر ایسی حالت میں مسجد کے اندر جانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۱۲) مسجد میں سونا، بے کار لیٹ کر وقت گزارنا، یا بیٹھ کر وقت گنوانا مکروہ ہے، البتہ مسافروں کو ٹھہرنے اور سونے کی اجازت ہے اور ان لوگوں کو تو مسجد میں وقت گزارنا اور سونا ہی چاہیے جو اعتکاف میں ہوں۔

(۱۳) مسجد میں ایسا لباس پہن کر نہ جانا چاہیے جس میں ستر کھلا ہوا ہو، مثلاً نیکر پہن کر یا تہمد اوپر چڑھا کر نہ جانا چاہیے۔ بلکہ لباس سے آراستہ ہو کر ادب کے ساتھ داخل ہونا چاہیے۔

(۱۴) مسجد کا دروازہ بند نہ کرنا چاہیے تا کہ جس وقت جو شخص چاہے جا کر نماز ادا کر لے، البتہ جہاں سامان وغیرہ چوری ہونے کا اندیشہ ہو، وہاں مسجد کا دروازہ بند کر سکتے ہیں لیکن نماز کے وقت بہر حال دروازہ کھلا رہنا چاہیے۔ عام حالات میں مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۵) مسجد میں اذان اور جماعت کا باقاعدہ نظم قائم کرنا چاہیے اور ایسے لوگوں کو اذان دینے اور امامت کرنے کے لیے مقرر یا منتخب کرنا چاہیے جو مسجد میں آنے والے تمام نمازیوں میں بحیثیت مجموعی دین واخلاق کے اعتبار سے افضل ہوں، جہاں تک ہو سکے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اذان وامامت کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب ہو جو محض اجرِ آخرت کی طلب میں یہ فریضہ انجام دیں۔

حضرت عثمان ابن ابی العاص ؓ کہتے ہیں کہ

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے اپنی قوم کا امام بنا دیجیے۔

آپؐ نے فرمایا: تم اس کے امام ہو، تم کمزوروں کا خیال رکھنا، اور ایسا مؤذن مقرر

کرنا، جواذان دینے کا معاوضہ نہ لے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

(۱۶) مسجد کو آباد رکھنے کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیے۔ مسجد کو آباد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں خدا کی عبادت کی جائے اور لوگ ذکر و فکر اور تلاوت و نوافل میں مشغول ہوں، خدا کا ارشاد ہے:

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ النور 36:24

ان عمارتوں میں جن کی نسبت خدا کا یہ حکم ہے کہ ان کو اونچا اٹھایا جائے، اور ان میں خدا کے نام کا ذکر کیا جائے۔

یعنی مسجدوں کا یہ حق ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم کی جائے اور ان میں ذکر و فکر اور عبادت الٰہی کا اہتمام کیا جائے۔ یہ مومنوں کا حق اور فریضہ بھی ہے اور ان کے ایمان کی شہادت بھی، قرآن میں ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ التوبہ 18:9

اللہ کی مسجدوں کو تو وہی آباد رکھتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

اور خدا کے رسول کا ارشاد ہے: اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت میں لگا ہوا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔

اس لیے کہ خدا کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ التوبہ 18:9

یعنی خدا کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

لیکن آج کے دور میں عام طور پر لوگ مسجدوں کو نقش و نگار سے سجانے اور رنگ و روغن سے آراستہ کرنے کا تو غیر معمولی اہتمام کرتے ہیں بلکہ اس کے لیے چندہ تک فراہم کرتے ہیں جو اور بھی برا ہے لیکن مسجد کو آباد رکھنے اور خدا کی عبادت کی سعادت حاصل کرنے سے غافل رہتے ہیں، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مجھے مسجدوں کو بلند اور شاندار بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

اور حضرت ابن عباسؓ نے یہ روایت سنانے کے بعد لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:
تم لوگ اپنی مسجدوں کی سجاوٹ اور آرائش اسی طرح کرنے لگو گے جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں میں کرتے ہیں۔

مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھنا چاہیے[1] اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔
اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل و کرم کا طالب ہوں۔

(۱۷) مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا، اور جنسی ضرورت پوری کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔
اگر کسی نے گھر میں مسجد بنالی ہو تو پورے گھر پر مسجد کے احکام نافذ نہ ہوں گے صرف اتنا ہی حصہ مسجد کے حکم میں ہوگا جو نماز کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اسی طرح وہ مقامات بھی مسجد کے حکم میں نہیں ہیں جو نمازِ عیدین کے لیے یا نماز جنازہ کے لیے مقرر کر لیے گئے ہیں۔

(۱۸) عام حالات میں کسی پیشہ ور کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر اپنا کام کرے، البتہ اگر ایسا آدمی مسجد کی حفاظت کے لیے مقرر ہو اور مسجد کی حفاظت کی غرض سے مسجد میں بیٹھ کر ضمنی طور پر اپنا کام کرے مثلاً کوئی درزی سلائی کا کام کرے یا کوئی کاتب کتابت کا کام کرے تو یہ جائز ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

[1] لیکن جب جوتا پہنے تو پہلے داہنے پیر میں ہی پہنے۔

نماز باجماعت کا بیان

جماعت کی تاکید وفضیلت:

قرآن وسنت میں نماز باجماعت کی جو تاکید اور فضیلت آئی ہے، اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فرض نماز تو جماعت ہی سے پڑھنے کے لیے ہے، اور اسلامی سوسائٹی میں جماعت کے بغیر فرض نماز پڑھنے کا کوئی تصور ہی نہ ہونا چاہیے الا یہ کہ واقعی کوئی معذوری ہو۔

قرآن میں ہدایت ہے:

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ البقرہ 43:2

اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

مفسرین نے بالعموم اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نماز جماعت سے ادا کرنا چاہیے[1]۔

دین میں نمازِ باجماعت کی غیر معمولی اہمیت اور تاکید کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جنگ کے میدان میں جب دشمن سے ہر لمحہ خونریز جنگ کا اندیشہ ہو اس وقت بھی یہ تاکید ہے کہ نماز الگ الگ نہ پڑھی جائے بلکہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔

قرآن میں نہ صرف یہ ہدایت ہے کہ نمازِ باجماعت پڑھی جائے بلکہ اس جماعت کا طریقہ بھی قرآن میں بتایا گیا ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ النساء 102:4

اور (اے نبیؐ!) جب آپ مسلمانوں کے درمیان ہوں اور (حالتِ جنگ) میں انھیں نماز

---

[1] معالم التنزیل، خازن، تفسیر کبیر وغیرہ۔

پڑھانے کھڑے ہوں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپؐ کے ساتھ کھڑا ہو اور اسلحہ لیے رہے۔ پھر جب وہ سجدہ ادا کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آ کر آپؐ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی چوکنا رہے اور اپنا اسلحہ لیے رہے۔

جماعت کی تاکید وفضیلت اور برکت سے متعلق نبی اکرم ﷺ نے بھی بہت کچھ فرمایا ہے، اس کی اہمیت اور برکتوں کا تذکرہ کر کے آپؐ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کے ترک کرنے پر لرزہ خیز وعیدیں بھی سنائی ہیں۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

منافقوں پر کوئی نماز، فجر اور عشا کی نماز سے زیادہ شاق نہیں ہے، اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ان دونوں نمازوں کا کیا اجر وثواب ہے تو وہ ان نمازوں کے لیے ہر حال میں حاضر ہوتے چاہے انھیں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑتا۔

اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا:

میرا جی چاہتا ہے کہ کسی مؤذن کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے لیے اقامت کہے اور کسی کو حکم دوں کہ وہ میری جگہ امامت کرے، اور میں خود آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں اور ان لوگوں کو جلا ڈالوں، جو اذان سننے کے بعد بھی گھروں سے نہیں نکلتے۔ (بخاری، مسلم)

نیز آپؐ نے فرمایا: نمازِ باجماعت پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اور حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص چالیس دن تک ہر نماز پابندی سے جماعت کے ساتھ اس طرح ادا کرے کہ اس کی تکبیرِ اولیٰ بھی فوت نہ ہو تو اس کے لیے دو برأتوں کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، (یعنی دو چیزوں سے اس کی حفاظت اور نجات کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دیتا ہے) ایک تو جہنم کی آگ سے برأۃ ونجات اور دوسرے منافقت سے برأۃ وحفاظت۔ (جامع ترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

اے مسلمانو! خدا نے تمھارے لیے ''سننِ ہدیٰ'' مقرر فرمائی ہیں۔ (یعنی وہ طریقے فرمائے ہیں جن پر چل کر ہی امت ہدایت پر قائم رہ سکتی ہے) اور یہ پنجگانہ نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھنا انھی ''سننِ ہدیٰ'' میں سے ہیں اور اگر تم اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں آدمی جماعت چھوڑ کر اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے۔ تو تم اپنے نبیؐ کی سنت کو چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نبیؐ کی سنت چھوڑ دو گے تو راہِ ہدایت سے بھٹک جاؤ گے۔ (مسلم)

حضرت ابی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اگر لوگوں کو نمازِ باجماعت کا اجر وثواب معلوم ہو جائے تو وہ خواہ کسی حال میں ہوں جماعت کے لیے دوڑے دوڑے آئیں، جماعت کی پہلی صف ایسی ہے جیسے پاک فرشتوں کی صف، تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں دو آدمیوں کی جماعت بہتر ہے، پھر جتنے آدمی زیادہ ہوں[1]، اتنی ہی یہ جماعت خدا کی نظر میں زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔ (ابوداؤد)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دو، جو اندھیری راتوں میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتے ہیں، کہ قیامت کے روز ان کو کامل روشنی نصیب ہوگی۔ (ترمذی)

اور حضرت عثمانؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص عشا کی نماز جماعت سے ادا کرے اس کو آدھی رات تک کی عبادت کا اجر وثواب دیا جائے گا اور جو شخص فجر کی نماز جماعت سے ادا کرے۔ اس کو پوری رات کی عبادت کا اجر وثواب دیا جائے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اذان سننے کے بعد جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے نہ آئے اور اس کو کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی وہ نماز قبول نہیں جو اس نے تنہا پڑھی ہے۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا، عذر سے کیا مراد ہے.....؟

---

[1] توراۃ میں ہے کہ امت محمدیہؐ کی نمازِ باجماعت میں جتنے آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر جماعت کے ہر شخص کو اجر وثواب زیادہ ملے گا یعنی ہزار افراد ہوں گے تو ہر نمازی کو ہزار نمازوں کا اجر وثواب ملے گا۔ (علم الفقہ بحوالہ بحر الرائق)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوف ہو یا بیماری۔ (ابوداؤد)

حضرت اسودؒ کا بیان ہے کہ ایک روز ہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر تھے، کہ نماز کی پابندی اور فضیلت کا تذکرہ چھڑا، اس پر حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دن نماز کا وقت ہوا تو اذان ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ ہم نے کہا ابوبکرؓ بہت ہی نرم دل آدمی آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے، تو خود کو سنبھال نہ سکیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے۔

آپؐ نے پھر حکم دیا کہ ابوبکرؓ سے کہو نماز پڑھائیں۔

ہم لوگوں نے پھر وہی جواب دیا تو فرمایا تم تو مجھ سے ویسی بحث کر رہی ہو جیسی یوسفؑ سے خواتینِ مصر کر رہی تھیں، ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

خیر ابوبکرؓ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے، اس دوران میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ افاقہ محسوس ہوا تو آپؐ دو آدمیوں کے سہارے مسجد کی طرف چلے، میری نگاہ میں اب تک وہ پورا نقشہ موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جا رہے تھے، یعنی پیروں میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں اور جما سکیں، مسجد میں ابوبکرؓ نماز شروع کر چکے تھے، انھوں نے چاہا کہ پیچھے ہٹ آئیں مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اور انھیں سے نماز پڑھوائی۔ (صحیح بخاری)

جماعت کا حکم:

(۱) پانچوں وقت کی نماز میں جماعت واجب ہے، چاہے کسی وقت مسجد کے بجائے کسی اور جگہ مثلاً گھر، یا جنگل میں نماز ادا کرنی پڑے، گھر میں نماز با جماعت پڑھنا جائز تو ہے لیکن کسی واقعی مجبوری کے بغیر ایسا نہ کرنا چاہیے، مسجد میں ہی نماز جماعت سے پڑھنی چاہیے۔

(۲) جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے، یعنی جماعت کے بغیر نہ جمعہ ہو سکتا ہے اور نہ عیدین کی نماز۔

(۳) رمضان میں تراویح کی نماز میں جماعت سنت مؤکدہ ہے، اگرچہ ایک قرآن پاک جماعت کے ساتھ تراویح میں پڑھا جاچکا ہو۔

(۴) نمازِ کسوف میں بھی جماعت سنت مؤکدہ ہے۔

(۵) رمضان میں وتر کی نماز میں جماعت مستحب ہے۔

(۶) نمازِ خسوف میں جماعت مکروہِ تحریمی ہے۔

(۷) عام نوافل میں بھی جماعت مکروہ ہے اگر فرضوں کی طرح اس میں لوگوں کو پکارنے کے لیے اذان واقامت کا اہتمام کیا جائے، البتہ کسی وقت کسی اہتمام کے بغیر چند آدمی جمع ہوکر نفل نماز جماعت سے ادا کرلیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جماعت واجب ہونے کی شرطیں:

جماعت واجب ہونے کی چار شرطیں ہیں:

(۱) مرد ہونا: خواتین کے لیے جماعت سے نماز ادا کرنا واجب نہیں۔

(۲) بالغ ہونا: نابالغ بچوں پر جماعت سے نماز ادا کرنا واجب نہیں۔

(۳) عاقل ہونا: مست، بے ہوش اور دیوانے آدمی پر جماعت واجب نہیں۔

(۴) ان عذروں کا نہ ہونا جن کی موجودگی میں جماعت ترک کرنے کی اجازت ہے۔

ترک جماعت کے عذر:

جن عذروں کی موجودگی میں جماعت ترک کرنے کی اجازت ہے ان کی چار قسمیں ہوسکتی ہیں۔ ان عذروں میں ترکِ جماعت کی اجازت تو ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ جہاں تک ہو جماعت سے ہی نماز پڑھنے کی کوشش کی جائے۔

(۱) نمازی مسجد تک جانے سے معذور ہو، مثلاً

۱۔ ایسا کمزور ہو کہ چلنے پھرنے کی سکت نہ ہو۔

۲۔ کوئی ایسی بیماری ہو کہ چلنے سے معذور ہو۔

۳۔ نابینا یا لنگڑا ہو یا پاؤں کٹا ہوا ہو۔ ان صورتوں میں اگر کوئی پہنچانے والا مل

سکے تب بھی جماعت واجب نہیں۔

(۲) مسجد جانے میں غیر معمولی زحمت ہو یا بیماری ہو جانے کا اندیشہ ہو، مثلاً

۱۔ سخت بارش ہو رہی ہو۔

۲۔ سخت سردی پڑ رہی ہو اور اندیشہ ہو کہ باہر نکلنے میں بیماری ہو جائے گی۔

۳۔ سخت اندھیرا ہو اور راستہ نہ دکھائی دیتا ہو۔

۴۔ سخت آندھی چل رہی ہو اور شب کا وقت ہو۔

۵۔ مسجد کے راستے میں کیچڑ ہو۔

۶۔ سواری چھوٹ جانے کا خوف ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ دوسری سواری کا انتظار کرنے میں غیر معمولی زحمت اور نقصان ہوگا۔

۷۔ کسی مریض کی تیمارداری کر رہا ہو اور یہ خوف ہو کہ اس کی غیر موجودگی میں مریض کو غیر معمولی زحمت اور تکلیف ہوگی۔

(۳) جان و مال کا سخت خطرہ ہو، مثلاً

۱۔ مسجد کے راستے میں کوئی موذی جانور سانپ یا درندہ وغیرہ ہو۔

۲۔ دشمن گھات میں لگا ہوا ہو۔

۳۔ راستے میں چور، ڈاکو وغیرہ کا خطرہ ہو یا گھر سے مال و اسباب کے چوری ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(۴) کوئی ایسی بشری حاجت درپیش ہو کہ اس کو پورا کیے بغیر نماز میں دل نہ لگنے کا خوف ہو، مثلاً

۱۔ بھوک لگی ہوئی ہو اور کھانا سامنے آ گیا ہو، یا مل سکتا ہو۔

۲۔ پیشاب پاخانے کی حاجت ہو۔

صف بندی کے مسائل:

(۱) جماعت میں صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کا انتہائی اہتمام کرنا چاہیے آپؐ کی

ہدایت ہے:

آپؐ ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا کرتے گویا آپؐ اس کے ذریعے تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو خیال ہوا کہ ہم آپؐ کی یہ بات بخوبی سمجھ چکے ہیں، پھر ایک دن آپؐ باہر آئے اور نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، تکبیر کہنا چاہتے تھے کہ ایک شخص پر آپؐ کی نگاہ پڑی کہ اس کا سینہ صف سے کچھ آگے کو نکلا ہوا ہے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا اور برابر کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی پاداش میں خدا تمھارے رخ ایک دوسرے کے خلاف کر دے۔'' (مسلم)

(۲) پہلے اگلی صفوں کو مکمل کرنا چاہیے تا کہ اگر کوئی کمی رہے تو آخر کی صفوں میں رہے۔

(۳) امام کے پیچھے امام سے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو زیادہ علم و بصیرت والے ہوں، پھر ان سے قریب وہ ہوں جو سوجھ بوجھ میں ان سے قریب ہوں اور پھر وہ لوگ، جو عقل و دانش میں ان سے قریب ہوں۔

(۴) امام کے پیچھے مردوں کی صف بنائی جائے پھر بچوں کی صف بنائی جائے اور سب کے پیچھے خواتین کی صف بنائی جائے۔

(۵) مقتدی امام کے دونوں طرف اس طرح کھڑے ہوں کہ امام درمیان میں رہے ایسا نہ ہو کہ امام کے ایک طرف زیادہ افراد ہوں اور دوسری طرف کم۔

(۶) اگر ایک ہی مقتدی ہو چاہے وہ بالغ مرد ہو یا نابالغ لڑکا ہو، اس کو امام کے داہنی جانب ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ ایک مقتدی کو امام کے پیچھے یا بائیں جانب کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

(۷) ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے اگر دو مقتدی ہوں اور وہ امام کے دائیں بائیں کھڑے ہوں تو یہ مکروہ تنزیہی ہے' اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ دو سے زیادہ مقتدی ہونے کی صورت میں امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔ (علم الفقہ، بحوالہ درمختار، شامی)

(۸) اگر شروع میں ایک ہی مقتدی ہو اور بعد میں اور مقتدی آ جائیں تو یا تو امام کے برابر کھڑے ہونے والے مقتدی کو پیچھے کی صف میں کھینچ لیں اور امام کے پیچھے صف بنالیں یا پھر امام آگے بڑھ کر کھڑا ہو جائے تا کہ مقتدی مل کر اس کے پیچھے ایک صف میں کھڑے ہو جائیں۔

(۹) اگر صفیں مکمل ہوں تو بعد میں آنے والا صف کے پیچھے تنہا نہ کھڑا ہو بلکہ اگلی صف میں سے کسی کو کھینچ کر اپنے برابر کھڑا کر لے مگر کسی جاننے والے کو کھینچے تا کہ وہ برا نہ مانے۔

(۱۰) اگلی صفوں میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے کی صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

خواتین کی جماعت:

(۱) صرف خواتین کی جماعت یعنی مقتدی بھی خواتین ہوں اور امام بھی خاتون ہو جائز ہے۔ مکروہ نہیں ہے[1]۔

(۲) خواتین کی امامت کوئی خاتون کر رہی ہو تو وہ بیچ میں کھڑی ہو صف سے آگے نہ کھڑی ہو، چاہے ایک مقتدی ہو یا کئی مقتدی ہوں۔

(۳) کسی مرد کے لیے صرف خواتین کی امامت جائز ہے۔ بشرطیکہ جماعت میں کوئی ایک مرد موجود ہو یا خواتین میں کوئی محرم خاتون موجود ہو، مثلاً ماں ہو، بہن ہو، بیوی ہو، البتہ جب کوئی مرد یا محرم خاتون جماعت میں نہ ہو تو مرد کے لیے صرف خواتین کی امامت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۴) اگر مقتدی کوئی خاتون ہو چاہے وہ بالغ ہو یا نابالغ، اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ وہ ایک ہو یا ایک سے زائد، ایک ہونے کی صورت میں بھی امام کے ساتھ نہ کھڑی ہوں بلکہ پیچھے کھڑی ہو۔

سُترہ:

(۱) اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں سامنے سے لوگ گزرتے ہوں تو اس

---

[1] علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۹۴، حضرت ام ورقہ بنت نوفل کہتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ان سے ملنے کے لیے ان کے گھر تشریف لاتے تھے آپؐ نے ان کے لیے ایک مؤذن بھی مقرر فرما دیا تھا جو ان کی نماز کے لیے اذان دیا کرتا تھا، اور وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرتی تھیں۔ (ابوداؤد)

کے لیے مستحب ہے کہ اپنے سامنے کوئی ایسی چیز کھڑی کر لے جو ایک گز کے لگ بھگ اونچی ہو، اور کم از کم ایک انگلی کے برابر موٹی ہو۔

(۲) نماز کے آگے سے نکلنا گناہ ہے لیکن سُترہ قائم ہو جانے کے بعد نکلنے میں کوئی گناہ نہیں۔ لیکن سُترہ اور نمازی کے درمیان سے نہ گزرے۔

(۳) امام اگر اپنے سامنے سترہ کھڑا کر لے تو امام کا سُترہ سارے مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے، امام کے سامنے سُترہ قائم ہو جانے کے بعد آگے سے نکلنا گناہ نہیں ہے۔

جماعت کے مسائل

(۱) اگر کوئی شخص اپنے قریب کی مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ جماعت ہو چکی ہو تو اس کے لیے دوسری مسجد میں جماعت حاصل کرنے کی کوشش کرنا مستحب ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ گھر آ کر گھر والوں کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھے۔

(۲) جماعت صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مقتدی اور امام دونوں کے نماز پڑھنے کا مقام ایک ہو چاہے حقیقتاً ایک ہو مثلاً ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں دونوں نماز پڑھ رہے ہوں، یا حکماً ایک ہو، مثلاً امام مسجد میں کھڑا ہے اور مقتدی مسجد سے باہر سڑک پر یا اپنے گھروں میں کھڑے ہیں، لیکن درمیان میں صفیں مسلسل ہیں۔

(۳) اگر امام مسجد کے اندر ہو اور مقتدی مسجد کی چھت پر کھڑے ہوں یا کسی کا گھر مسجد سے ملا ہوا ہو اور مقتدی اپنی چھت پر کھڑے ہوں لیکن درمیان میں اتنی جگہ خالی نہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکیں تو جماعت صحیح ہو گی۔

(۴) اگر کوئی شخص فرض تنہا پڑھ چکا ہو اور پھر دیکھے کہ وہی فرض جماعت سے ہو رہے ہیں تو اس کو چاہیے کہ جماعت میں شامل ہو جائے البتہ، فجر، عصر اور مغرب کی جماعت میں شرکت نہ کرے اس لیے کہ فجر اور عصر کے بعد نماز مکروہ ہے اور مغرب میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی یہ دوسری نماز نفل ہو گی اور نفل نماز میں تین رکعتیں منقول نہیں ہیں۔

(۵) کوئی شخص فرض نماز پڑھ رہا ہو اور پھر وہی جماعت سے ہونے لگیں تو اس کو چاہیے کہ نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے، ہاں اگر فجر کی نماز میں دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو اور کسی دوسرے وقت کی نماز میں تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو پھر نماز پوری کر لے۔ نماز پوری کرنے کے بعد اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو اور ظہر یا عشا کا وقت ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے۔

(۶) اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لے۔

(۷) اگر کوئی شخص ظہر یا جمعے کی پہلی چار رکعت سنت مؤکدہ شروع کر چکا ہو اور اس دوران امام فرضوں کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ دو رکعت سنت پڑھ کر ہی سلام پھیر دے، اور پھر فرضوں کے بعد ان سنتوں کو پڑھ لے۔

(۸) جب امام فرض نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو جائے تو پھر سنتیں نہ پڑھی جائیں۔ ہاں اگر یہ یقین ہو کہ فرضوں کی کوئی رکعت نہ جائے گی تو پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ فجر کی سنتیں چونکہ بہت زیادہ مؤکد ہیں۔ اس لیے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر جماعت سے ایک رکعت ملنے کی امید ہو تب بھی پڑھ لی جائیں اور اگر ایک رکعت ملنے کی بھی امید نہ ہو تو پھر نہ پڑھی جائیں۔

(۹) جب جماعت سے فرض ہو رہے ہوں، اس وقت اگر کوئی سنتیں پڑھنا چاہے تو مسجد سے علیحدہ جگہ میں پڑھے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر جماعت کی صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشے میں پڑھے اور اگر اس کا بھی امکان نہ ہو تو پھر سنتیں نہ پڑھے، جماعت میں شامل ہو جائے۔ اس لیے کہ جس جگہ فرض کی نماز جماعت سے ہو رہی ہو وہاں کوئی دوسری نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۰) اگر کسی وقت تاخیر ہو جائے اور پوری جماعت ملنے کی امید نہ ہو، تب بھی مسجد ہی میں جا کر جماعت میں شرکت کرنی چاہیے۔ توقع ہے کہ جماعت ہی کا اجر و ثواب

ملے گا بلکہ جماعت ہو چکی ہو، تب بھی خدا سے امید ہے کہ وہ جماعت کا اجر وثواب بخشے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر وہ (جماعت کے ارادے سے) مسجد گیا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ جماعت ہو چکی ہے، تو خدا اس بندے کو بھی ان لوگوں کی طرح جماعت کا اجر وثواب عطا فرمائے گا جو جماعت میں شریک ہوئے اور جماعت سے نماز ادا کی، اور اس سے ان لوگوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (ابوداؤد، نسائی)

(۱۱) جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو وہ رکعت مل گئی ہے۔ البتہ رکوع نہ مل سکے تو پھر سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت نہیں ملی۔

(۱۲) امام کے سوا ایک بھی دوسرا آدمی نماز میں شریک ہو جائے تو عام نمازوں میں جماعت صحیح ہو جاتی ہے البتہ جمعہ کی جماعت کے لیے ضروری ہے کہ امام کے سوا کم از کم دو آدمی اور ہوں ورنہ جمعہ کی جماعت نہ ہوگی۔

جماعت ثانیہ کا حکم:

مسجد میں حسب معمول پہلی جماعت ہو جائے اور پھر کچھ لوگ جو جماعت میں شامل نہ ہو سکے ہوں وہ مل کر دوسری جماعت کریں تو بعض صورتوں میں یہ جماعتِ ثانیہ جائز ہے اور بعض صورتوں میں مکروہ ہے۔

(۱) مسجد میں اگر حسب معمول پہلی جماعت ہو چکی ہو اور کوئی اپنے گھر یا میدان میں دوسری جماعت کرے تو یہ جائز ہے نہ اس میں کوئی کراہت ہے اور نہ کوئی اختلاف۔

(۲) ایسی مسجد میں جو عام رہ گزر پر ہو، جس میں نہ امام مقرر ہو اور نہ مؤذن اور نہ نماز کا کوئی وقت ہی متعین ہو، یعنی وہ محلے کی مسجد نہ ہو تو اس میں جماعتِ ثانیہ جائز ہے۔

(۳) اگر پہلی جماعت پورے اہتمام کے ساتھ بلند آواز سے اذان واقامت کہہ کر نہ پڑھی گئی ہو تو ایسی صورت میں جماعتِ ثانیہ پڑھنا جائز ہے۔

(۴) اگر پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلے کے نہ ہوں اور نہ مسجد کے معاملات اور انتظام میں ان لوگوں کا کوئی دخل ہو تو ایسی صورت میں بھی جماعتِ ثانیہ جائز ہے۔

(۵) اگر جماعتِ ثانیہ کی ہیئت بدل دی جائے تو کسی کراہت کے بغیر جماعت ثانیہ جائز ہے، ہیئت بدلنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلی جماعت میں امام نے جہاں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی تھی، جماعتِ ثانیہ میں امام وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ کھڑا ہو[1]۔

(۶) اوپر کے حالات وشرائط نہ پائے جانے کی صورت میں جماعتِ ثانیہ مکروہ ہوگی۔ یعنی کسی محلے کی مسجد میں محلے والوں نے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ بلند آواز سے اذان واقامت کہہ کر جماعت سے حسبِ معمول نماز پڑھی، پھر اسی مسجد میں جماعت کے بعد کچھ لوگ پہنچے۔ اور انھوں نے اس طرح جماعتِ ثانیہ سے نماز پڑھی کہ جماعت کی ہیئت بھی نہ بدلی تو ایسی صورت میں جماعتِ ثانیہ مکروہِ تحریمی ہوگی۔

امامت کا بیان

امام کا انتخاب:

نماز کی امامت عظیم ترین دینی منصب اور گراں ترین ذمہ داری ہے۔ یہ گویا رسولؐ کی جانشینی کا مقام ہے، اس لیے امام کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے اور ایسے شخص کو یہ فریضہ سونپنا چاہیے جو بحیثیت مجموعی تمام نمازیوں سے زیادہ اشرف اور افضل ہو، جو علم وتقویٰ، ایثار وقربانی اور دین کی بصیرت وحکمت میں سب سے بہتر ہو، جو مسجد میں مسلمانوں کا امام بھی بن سکے، اور عملی زندگی میں ان کا رہنما اور قائد بھی بن سکے۔

مرض الموت میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد تک جانے سے معذور تھے تو آپؐ نے

---

[1] علم الفقہ جلد ۲، بحوالہ ردالمختار، امام ابو یوسف کے نزدیک اگر جماعت کی ہیئت بدل دی جائے تو جماعتِ ثانیہ مکروہ نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کون ہے جو اس کے ساتھ احسان کرے، ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ البتہ کسی مسجد میں یہ شکل پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ پابندی کے ساتھ دوسری جماعت کا اہتمام ہونے لگے۔

اپنی نیابت کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو منتخب کیا، جو بحیثیت مجموعی تمام امت میں سب سے زیادہ افضل تھے۔ خواتین نے دوبار یہ معذرت بھی کی کہ ابوبکرؓ نہایت نرم دل ہیں خود کو سنبھال نہ سکیں گے لیکن آپؐ نے تین بار یہی فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

اور پھر ابوبکرؓ ہی نے نماز پڑھائی۔ دراصل نماز دینی زندگی کا سرچشمہ ہے، نماز میں خدا کے حضور مسلمانوں کی نمایندگی کا مستحق وہی ہے جو اس منصب کا اہل ہو اور بحیثیت مجموعی دینی اوصاف میں سب سے زیادہ افضل ہو۔

حضرت ابومسعودؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کا امام وہ شخص بنے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو، اگر اس وصف میں سب برابر ہوں، تو پھر وہ شخص امامت کرے جو سنت و شریعت کا زیادہ جاننے والا ہو، اور اگر اس وصف میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو، اور اگر اس وصف میں بھی سب یکساں ہوں تو جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔ (صحیح مسلم)

''زیادہ قرآن پڑھنے والا'' وہ شخص ہے جس کو قرآن سے خصوصی شغف ہو، جو زیادہ تلاوت کر سکتا ہو اور قرآن کا حافظ ہو، اور اچھا قرآن پڑھ سکتا ہو، جو قرآن پر غور و فکر بھی کرتا ہو اور جس نے قرآن کی دعوت و حکمت کو اچھی طرح جذب بھی کیا ہو، اور اگر اس خوبی میں سب برابر ہوں تو پھر اس شخص کو امام بنایا جائے جو سنت و شریعت سے زیادہ واقف ہو اور دین کے احکام و مسائل زیادہ جانتا ہو۔

ہجرت میں مقدم ہونے سے مراد ایسا شخص ہے جو دین کی راہ میں سبقت کرنے اور دین کے لیے ایثار و قربانی میں سب سے زیادہ پیش پیش رہتا ہو، اور اگر ان تمام اوصاف میں سارے نمازی برابر ہوں تو پھر اس شخص کو ترجیح دی جائے جو زیادہ معمر ہو۔

امامت کے مسائل

(۱) کسی خاتون کے لیے جائز نہیں کہ وہ مردوں کی امامت کرے۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی خاتون کسی مرد کی امامت نہ کرے۔ (ابن ماجہ)

(۲) اگر خواتین کی امامت خاتون کر رہی ہو تو وہ بیچ میں کھڑی ہو صف کے آگے نہ کھڑی ہو، چاہے مقتدی خاتون ایک ہو، یا ایک سے زائد ہوں۔

(۳) امام کے لیے ضروری ہے کہ مقتدیوں کی ضرورت اور معذوریوں کا لحاظ رکھتے ہوئے قرأت مختصر کرے اور رکوع و سجود بھی زیادہ لمبے نہ کرے، مقتدیوں کا خیال نہ کرتے ہوئے لمبی لمبی سورتیں پڑھنا اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کرنا مکروہِ تحریمی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت ہے:

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے تو اس کو چاہیے کہ ہلکی پھلکی نماز پڑھائے۔ اس لیے کہ مقتدیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں۔ کمزور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی، البتہ جب کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو جتنی چاہے طویل پڑھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت معاذؓ عشا کی نماز میں طویل سورتیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت پہنچی۔ آپؐ حضرت معاذؓ پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا:

معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔

اور پھر ہدایت فرمائی کہ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اور وَالضُّحٰى اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى جیسی سورتیں پڑھا کرو۔ (بخاری و مسلم)

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

میں نماز پڑھانا شروع کرتا ہوں اور یہ خیال کرتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھاؤں کہ میرے کان میں کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، اس وجہ سے کہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے سے ماں کے دل کو کتنا دکھ ہوگا۔ (بخاری)

(۴) امام کی تکبیر مقتدیوں تک پہنچانے اور منتقل کرنے کے لیے جائز ہے کہ بیچ میں کچھ مکبر مقرر کر دیئے جائیں جو امام کی تکبیر سن کر تکبیر کہیں اور ان کی تکبیر پر مقتدی رکوع اور سجود اور دوسرے ارکان ادا کریں۔

(۵) فاسق، بدکار اور بدعتی آدمی کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے ہاں اگر کسی وقت ایسے لوگوں کے علاوہ کوئی شخص موجود نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

(۶) ہر فقہی مسلک والے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، اگر امام کی نماز اپنی فقہ کے اعتبار سے صحیح ہو جائے تو سارے مقتدیوں کی نماز صحیح ہو گی چاہے، مقتدی کوئی بھی مسلک رکھتے ہوں۔

(۷) اگر کوئی شخص مغرب، عشا یا فجر کی نمازِ فرض تنہا پڑھ رہا ہو اور اس کے پیچھے کوئی دوسرا شخص آ کر مقتدی بن جائے تو اس امام پر واجب ہے کہ اب بلند آواز سے قرأت کرے، اور اگر سورہ فاتحہ یا اس کے بعد کی سورت پڑھ چکا ہے تب بھی بلند آواز سے دوبارہ پڑھے اس لیے کہ ان نمازوں میں امام کے لیے جہری قرأت کرنا واجب ہے، البتہ سورۂ فاتحہ مکرر پڑھنے کی صورت میں سجدۂ سہو کرنا واجب ہوگا۔

(۸) کسی ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے جس کی بیماری سے عام طور پر لوگ نفرت اور گھن کرتے ہیں مثلاً جذام ہو یا برص ہو یا اسی طرح کی کوئی اور سخت بیماری ہو۔

(۹) کسی ایسے حسین نوجوان کو جس کی ڈاڑھی نہ نکلی ہو، امام بنانا مکروہِ تنزیہی ہے۔

(۱۰) جس شخص کی امامت سے مقتدی رضامند نہ ہوں، اس کو امامت نہ کرنی چاہیے۔ قوم کی رضامندی کے خلاف امامت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۱) اگر کسی وقت کسی کے گھر پر جماعت سے نماز پڑھی جا رہی ہو تو وہاں صاحب خانہ ہی امامت کا حقدار ہے البتہ وہ خود کسی کو آگے بڑھا دے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو تو وہ مقرر امام ہی امامت کا مستحق ہے۔ البتہ وہ خود دوسرے کو امام بنا دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۱۲) اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو سارے نمازیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی چاہے، نماز فاسد ہونے کی بات دورانِ نماز معلوم ہو یا نماز کے بعد معلوم ہو۔ نماز کے بعد معلوم ہونے کی صورت میں امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کو اطلاع کرے تاکہ وہ اپنی نمازیں دوبارہ پڑھ سکیں۔

(۱۳) امام کی ذمہ داری ہے کہ مقتدیوں کو صفیں سیدھی اور درست رکھنے کی ہدایت کرے، نیز ہدایت کرے کہ لوگ مل مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑیں۔

(۱۴) مرد صرف خواتین کی امامت بھی کرسکتا ہے مگر اس صورت میں جب کہ خواتین میں اس کی کوئی محرم خاتون بھی ہو یا پھر ان خواتین کے علاوہ ایک مرد بھی شریک ہو۔

مشینی امامت کا حکم:

ٹیپ ریکارڈر میں کسی امام کی آواز کو محفوظ کرکے یا گراموفون کے ذریعے نمازِ باجماعت کا ریکارڈ بنا کر اس کی اقتدا میں نماز باجماعت پڑھنا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ریڈیو پر کوئی شخص دور دراز مقام سے امامت کرا رہا ہو تو اس کی اقتدا میں نماز باجماعت پڑھنا بھی جائز نہیں[1]۔

---

[1] مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بھی ایک سوال کے جواب میں اس موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے، ذیل میں ہم یہ سوال وجواب نقل کرتے ہیں:

سوال: ریڈیو ایک ایسا آلہ ہے جو ایک شخص کی آواز کو سینکڑوں میل دور پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح گراموفون کے ریکارڈوں میں انسانی آواز کو محفوظ کرلیا جاتا ہے، اور پھر اسے خاص طریقوں سے دہرایا جاسکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی امام ہزاروں میل کے فاصلے سے بذریعہ ریڈیو امامت کرائے یا کسی آواز کو گراموفون ریکارڈ میں منضبط کرلیا گیا ہو اور اسے دہرایا جائے تو کیا ان آلاتی آوازوں کی اقتدا میں نماز کی جماعت کرنا جائز ہے۔

جواب: ریڈیو پر ایک شخص کی امامت میں دور دراز کے مقامات کے لوگوں کا نماز پڑھنا یا گراموفون کے ذریعے نماز کا ریکارڈ اور پھر کسی جماعت کا اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا اصولاً صحیح نہیں ہے۔ اس کے وجوہ آپ غور کریں تو خود آپ کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔

امام کا کام محض نماز پڑھانا ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایک طرح سے مقامی جماعت کا رہنما ہے، اس کا کام یہ ہے کہ اپنے مقام کے لوگوں سے شخصی ارتباط قائم کرے، ان کے اخلاق ومعاملات، اور مقامی حالات پر نظر رکھے اور جب موقع وضرورت اپنے خطبوں میں یا دوسرے مفید مواقع پر اصلاح وارشاد کے فرائض انجام دے، یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں کی دوسری چیزوں کے ساتھ اس ادارے میں بھی اب انحطاط رونما ہوگیا ہے لیکن بہرحال نفس ادارہ کو تو اپنی اصلی صورت پر قائم رکھنا ضروری ہے اگر ریڈیو پر نمازیں ہونے لگیں یا گراموفون سے امامت وخطابت کا کام لیا جانے لگے تو امامت کی اصل روح ہمیشہ کے لیے فنا ہوجائے گی۔

نماز دوسرے مذاہب کی طرح محض ''پوجا'' نہیں ہے لہٰذا اس کی امامت سے شخصیت کو خارج کردینا اور اس میں 'مشینیت'' پیدا کردینا دراصل اس کی قدر و قیمت ضائع کردینا ہے۔

علاوہ بریں اگر کسی مرکزی مقام سے کوئی شخص ریڈیو یا گراموفون کے ذریعے سے امامت وخطابت کے فرائض انجام دے اور مقامی امامتوں کا خاتمہ کردیا جائے تو یہ ایک ایسی مصنوعی یکسانیت ہوگی جو اسلام کی جمہوری روح کو ختم کردے گی اور اس کی جگہ ڈکٹیٹرشپ کو ترقی دے گی۔ یہ چیز ان نظامات کے مزاج سے مناسبت رکھتی ہے، جن میں پوری پوری آبادیوں کو ایک مرکز سے کنٹرول کرنے اور تمام لوگوں کو ایک لیڈر کا بالکلیہ تابع بنادینے کا اصول اختیار کیا گیا ہے، جیسے فاشزم اور کمیونزم، لیکن اسلام ایک مرکزی امام یا امیر کے اقتدار کو ایسا ہمہ گیر بنانا نہیں چاہتا کہ مقامی لوگوں کی باگ ڈور بالکل اس کے ہاتھوں میں چلی جائے اور خود ان کے اندر اپنے مفاد کو سوچنے، اپنے معاملات کو سمجھنے اور ان کو طے کرنے کی صلاحیت ہی نشوونما نہ پاسکے۔

نبی اکرمؐ کی قرن ''خیر القرون'' میں ''امام'' محض پجاری کی حیثیت نہ رکھتے تھے جن کا کام چند مذہبی مراسم کو ادا کردینا ہو بلکہ وہ مقامی لیڈر کے طور پر مقرر کیے جاتے تھے، ان کا کام تعلیم وتزکیہ اور اصلاحِ تمدن ومعاشرت تھا اور مقامی جماعتوں کو اس غرض کے لیے تیار کرنا تھا کہ وہ بڑی اور مرکزی جماعت کی فلاح وبہبود میں اپنی قابلیتوں کے مطابق حصہ لیں، ایسے اہم مقاصد ریڈیو سیٹ یا گراموفون سے کیوں کر پورے ہوسکتے ہیں۔ آلات انسان کا بدل کبھی نہیں ہوسکتے بلکہ مددگار ہوسکتے ہیں۔ ان وجوہ سے میں سمجھتا ہوں کہ ''مشینی امامت'' اسلام کی روح کے بالکل خلاف ہے۔ (رسائل ومسائل حصہ اول، صفحہ ۱۵۶، از ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

مقتدی کے احکام

مقتدی کے احکام یہ ہیں:

(۱) مقتدی کی نماز صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ یہ بھی نیت کرے کہ میں اس امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہوں، نیت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ زبان سے اظہار بھی کرے محض دل سے ارادہ کرنا کافی ہے۔

(۲) مقتدی کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کے پیچھے کھڑا ہو، یا اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو، اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ آگے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے۔

(۳) مقتدیوں پر واجب ہے کہ وہ نماز کے سارے فرائض اور واجبات میں امام کی اتباع کریں، البتہ نماز کی سنتوں میں امام کی موافقت کرنا ضروری نہیں، پس اگر امام شافعی مسلک کو مانتا ہو اور رکوع میں جاتے اور اٹھتے رفع یدین کرتا ہو تو حنفی مسلک والے مقتدی کے لیے اس سنت میں امام کی اتباع واجب نہیں۔ اسی طرح فجر کی نماز میں اگر شافعی مسلک کا امام دعائے قنوت پڑھے تو حنفی تو حنفی مسلک والے مقتدی کے لیے قنوت ضروری نہیں۔ وتر کی نماز میں شافعی مسلک والا امام اگر رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھے تو حنفی مقتدی کو بھی دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھنا واجب ہے اس لیے کہ وتر کی نماز میں قنوت پڑھنا واجب ہے۔

(۴) اگر جماعت میں ایک ہی مقتدی ہو اور وہ بالغ مرد یا نابالغ لڑکا ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے، البتہ مقتدی کوئی خاتون ہو تو پھر ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں پیچھے کھڑی ہو۔

(۵) پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے مقتدی کے لیے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ

ہے اور اگر پہلی صف میں جگہ نہ ہو تو دوسری صف میں تنہا کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے[1]، ایسی صورت میں مقتدی کو چاہیے کہ اگلی صف میں کسی ایسے شخص کو پیچھے ہٹا کر اپنے ساتھ کھڑا کر لے جس کے بارے میں توقع ہو کہ وہ بآسانی پیچھے ہٹ آئے گا اور ناگوار محسوس نہ کرے گا اور اگر اگلی صف میں کوئی ایسا آدمی موجود نہ ہو تو پھر مجبوراً تنہا ہی کھڑا ہو جائے۔

(٦) مقتدی کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرأت کے علاوہ تمام ارکان میں امام کے ساتھ شریک رہے، اگر کسی رکن میں شریک نہ ہو سکا تو نماز درست نہ ہوگی مثلاً امام رکوع میں گیا اور پھر رکوع سے کھڑا ہو گیا لیکن مقتدی نے رکوع نہیں کیا یا امام کے اٹھنے کے بعد کیا تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔ ہاں اگر مقتدی کچھ تاخیر سے رکوع میں گیا یا کچھ پہلے چلا گیا اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

مقتدی کی قسمیں

جماعت میں شریک ہونے کے لحاظ سے مقتدی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) مُدرک، (۲) مسبُوق، (۳) لاحق۔

(۱) مُدرک:

جو نمازی شروع سے آخر تک برابر امام کے ساتھ نماز میں شریک رہا ہو، اس کو مدرک کہتے ہیں۔

(۲) مسبُوق:

وہ نمازی جو ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں ہو جانے کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہو، اس کو مسبوق کہتے ہیں۔

---

[1] حضرت وابصہ بن معبدؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہے تو آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ وہ نماز دہرا لے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۳) لاحق:

وہ نمازی جو شروع سے جماعت میں شریک تو ہوا لیکن شریک ہونے کے بعد اس کی ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں جاتی رہیں' چاہے وضو جاتے رہنے کی وجہ سے یا سو جانے کی وجہ سے یا حدثِ اکبر ہو جانے کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہو سکا ہو، یا غیر معمولی ازدحام کی وجہ سے رکوع وسجود نہ کر سکا ہو، اس کو لاحق کہتے ہیں۔

مسبوق کے مسائل:

مسبوق جماعت میں شریک ہو کر پہلے امام کے ساتھ وہ باقی نماز ادا کرے جو اسے امام کے ساتھ ملے، پھر جب امام نماز پوری کر کے سلام پھیر لے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور اپنی چھوٹی ہوئی نماز منفرد کی طرح ادا کرے یعنی قرأت بھی کرے اور اگر کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی کرے اور اس ترتیب سے چھوٹی ہوئی نماز ادا کرے کہ پہلے قرأت والی رکعتیں اس کو امام کے ساتھ ملی ہیں، ان کے حساب سے قعدہ میں بیٹھے، مثلاً ظہر کی جماعت میں کوئی شخص تین رکعتیں ہو جانے کے بعد آ کر شریک ہوا تو وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو اور چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے پڑھے، کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملا کر پڑھے اور قعدۂ اولیٰ کرے، اس لیے کہ یہ رکعت اس کی ملی ہوئی پوری نماز کے حساب سے دوسری رکعت ہے، پھر دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت ملا کر پڑھے اور قعدہ نہ کرے اس لیے کہ یہ اس کی ملی ہوئی رکعت کے لحاظ سے تیسری رکعت ہے۔ پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت نہ پڑھے اور قعدۂ اخیرہ میں بیٹھے اور اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیر دے۔

لاحق کے مسائل:

لاحق پہلے اپنی وہ رکعتیں ادا کرے جو امام کے ساتھ ادا کرنے سے رہ گئی ہیں، اور

ان رکعتوں میں لاحق مقتدی کی طرح نماز ادا کرے یعنی قرأت نہ کرے بلکہ خاموش کھڑا رہے اور اگر کوئی ایسا سہو ہو جائے جس پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہو تو سجدۂ سہو بھی نہ کرے، پھر جب یہ چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کر چکے تو جماعت میں شریک ہو جائے، اور باقی نماز امام کے ساتھ پوری کر لے، اور اگر اس دوران میں امام نماز پڑھا کر فارغ ہو جائے تو یہ لاحق علیحدہ اپنی باقی نماز بھی پوری کر لے مثلاً ایک شخص امام کے ساتھ شروع سے شریک جماعت ہوا، پھر ایک رکعت ادا کرنے کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا، اب اس نے خاموشی سے جا کر وضو کیا، اتنے عرصے میں امام نے ایک رکعت اور ادا کر لی، تو اب لاحق پہلے یہ گئی ہوئی رکعت علیحدہ کھڑے ہو کر اس طرح ادا کرے جس طرح مقتدی ادا کرتا ہے یعنی قرأت وغیرہ نہ کرے، اور اگر اس دوران میں امام جماعت سے فارغ ہو گیا تو لاحق اپنی باقی رکعتیں بھی علیحدہ ادا کرے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نماز میں قرأت کے مسائل

نماز میں قرأت کے مسائل یہ ہیں:

(۱) قرآن مجید کو صحیح پڑھنا واجب ہے، صحیح پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ہر حرف ٹھیک ٹھیک ادا ہو، اور ہَمزہ، عَین، یَا ح، ہ، یاذ، ض، ظ، ز وغیرہ کا فرق واضح ہو، اگر کوشش کے باوجود کوئی حرف صحیح ادا نہ ہو تو مجبوری ہے لیکن لاپروائی میں غلط پڑھنا یا صحیح پڑھنے کی مشق نہ کرنا گناہ ہے۔

(۲) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا کوئی بڑی آیت یا تین آیتیں پڑھنا واجب ہے، اور وتر، سنت، نفل نمازوں کی سب رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھنا واجب ہے اور فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت نہ ملانی چاہیے صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کر دینا چاہیے۔

(۳) فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، چاہے فرض نماز ہو، یا واجب، سنت ہو یا نفل۔

(۴) پہلے سورۂ فاتحہ پڑھنا اور اس کے بعد کوئی سورت پڑھنا یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی شخص پہلے کوئی دوسری سورت پڑھے اور پھر بعد میں سورہ فاتحہ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

(۵) مغرب، عشا، فجر، جمعہ اور عیدین کی نمازیں جہری ہیں، یعنی مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی سب نمازوں میں امام کو بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، اور رمضان کے مہینے میں تراویح اور وتر کی نماز میں بھی امام کے لیے بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، اور اگر کبھی بھولے سے امام نے آہستہ قرأت کر لی تو سجدۂ سہو کر لینا ضروری ہے اور اگر قصداً ایسا کیا تو نماز دوبارہ پڑھنی ضروری ہے۔

(۶) ظہر اور عصر کی نمازیں سری ہیں یعنی اس میں امام اور منفرد سب کے لیے آہستہ

قرأت کرنا واجب ہے، اور وتر کی نماز میں بھی منفرد کے لیے آہستہ قرأت کرنا واجب ہے۔

(۷) اگر کوئی فجر، مغرب، عشا کی نماز تنہا پڑھ رہا ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ بلند آواز سے قرأت کرے۔

(۸) امام فجر، مغرب اور عشا کی نماز قضا پڑھا رہا ہو تو اس کے لیے بھی بلند آواز سے قرأت کرنا ضروری ہے۔

(۹) جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہے، اسی کو دوبارہ دوسری رکعت میں پڑھنا جائز تو ہے لیکن ایسا کرنا بہتر نہیں ہے۔

(۱۰) سری نمازوں میں بھی زبان سے قرأت کرنا ضروری ہے محض خیال کر کے دل میں پڑھنا کافی نہیں ہے۔ اس طرح پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔

(۱۱) قرأت ختم ہونے سے پہلے رکوع کے لیے جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قرأت پوری کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۱۲) فرض نمازوں میں قصداً قرآن کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً کوئی الکافرون پہلی رکعت میں پڑھے اور الفیل دوسری رکعت میں پڑھے، البتہ بھولے سے اگر ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔ اور اگر نوافل میں قصداً بھی اس ترتیب کے خلاف پڑھے تو مکروہ نہیں۔

(۱۳) ایک ہی سورت کی چند آیتیں ایک جگہ سے پڑھنا اور پھر دو آیتوں سے کم چھوڑ کر دوسری رکعت میں آگے سے چند آیتیں پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح اگر کوئی دو رکعتوں میں دو سورتیں اس طرح پڑھے کہ درمیان میں ایک چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں اس کو چھوڑ دے اور اگلی سورت پڑھ لے تو یہ مکروہ ہے، مثلاً پہلی رکعت میں سورہ لہب پڑھی اور دوسری میں الفلق پڑھی اور درمیان میں الاخلاص چھوڑ دی تو یہ مکروہ ہے، لیکن صرف فرض نمازوں میں ایسا کرنا مکروہ ہے،

نوافل میں نہیں۔

(۱۴) ایک رکعت میں دوسورتوں کااس طرح پڑھنا کہ درمیان میں ایک یاایک سے زائد سورتیں چھوڑ دی جائیں مکروہ ہے، لیکن یہ بھی صرف فرض نمازوں میں مکروہ ہے، نوافل میں مکروہ نہیں۔

(۱۵) اگر کسی کوقرآن کی کوئی آیت بھی یادنہ ہو، مثلاً کوئی نیانیا مسلمان ہواہو یا کسی نے نئی نئی نماز شروع کی ہواوراس کوقرآن کی کوئی سورت یا آیت یادنہ ہوتو جلد از جلد یاد کرنے کی کوشش کرے اوراس دوران قرأت کے بجائے، سُبْحَانَ اللہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ کہہ لیا کرے، لیکن یادکرنے میں سستی نہ کرے ورنہ گنہگار ہوگا۔

نماز میں مسنون قرأت:

(۱) سورۂ فاتحہ کے بعد جوسورت چاہے پڑھ لی جائے لیکن سفر کے علاوہ گھر پر قیام کے زمانے میں امام اور منفرد، دونوں کے لیے نمازوں میں بعض خاص مقدار کی سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے۔

☆ نمازِ فجر اور نمازِ ظہر میں سورۂ حجرات[۱] سے سورۂ بروج[۲] تک کی سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان سورتوں کوطوالِ مفصل کہتے ہیں۔

☆ نمازِ عصر اور نماز عشا میں سورۂ طارق[۳] سے سورۂ بینہ[۴] تک کی سورتوں میں سے پڑھنا مسنون ہے ان سورتوں کواوساطِ مفصل کہتے ہیں۔

☆ نمازِ مغرب میں سورہ زلزال[۵] سے سورہ الناس[۶] تک کی سورتوں میں سے پڑھنا مسنون ہے۔ ان سورتوں کوقصارِ مفصل کہتے ہیں۔

(۲) کسی نماز کے لیے کوئی خاص سورت اپنی طرف سے مقرر کرلینا شریعت کے خلاف ہے، البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن نمازوں میں جوسورتیں اکثر پڑھا کرتے تھے، ان

۱۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا، چھبیسویں پارے کی ایک سورت۔ ۲۔ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ، تیسویں پارے کی ایک سورت۔

۳۔ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، تیسویں پارے کی ایک سورت۔ ۴۔ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، تیسویں پارے کی ایک سورت۔

۵۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ۔ تیسویں پارے کی ایک سورت۔ ۶۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ تیسویں پارے کی ایک سورت۔

نمازوں میں ان کا پڑھنا مسنون ہے۔

☆ فجر کی سنتوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر پہلی رکعت میں سورۂ اَلْکَافِرُوْنَ[1] اور دوسری رکعت میں سورہ اِخلاص[2] پڑھا کرتے تھے۔

☆ نماز وتر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی رکعت میں سورہ الاعلیٰ[3] دوسری رکعت میں سورہ اَلْکَافِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں اَلْاِخْلَاص پڑھا کرتے تھے۔

☆ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں آپؐ اکثر سورۂ الٓمٓ سجدہ[4] اور سورہ الدَّھر[5] پڑھا کرتے تھے۔

(۳) جمعہ کی نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر سورۂ الاعلیٰ اور سورہ الغَاشِیَہ کی تلاوت فرماتے یا سورۂ الْجُمُعَہ اور سورہ اَلْمُنَافِقُوْنَ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرمؐ فجر کی نماز میں الٓمٓ تنزیل اور ھَلْ اَتٰی اور جمعہ کی نماز میں سورہ اَلْجُمُعَہ اور سورۂ اَلْمُنَافِقُوْنَ پڑھا کرتے تھے۔

(۴) فرض نمازوں کی پہلی رکعت میں قرأت دوسری رکعت کی قرأت سے لمبی ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالعموم پہلی رکعت میں دوسری رکعتوں کے بہ نسبت طویل قرأت فرماتے تھے۔ (بخاری)

(۵) فجر کی نماز میں تمام نمازوں کی قرأت سے طویل قرأت کرنی چاہیے اس لیے کہ اس وقت سکون واطمینان زیادہ ہوتا ہے اور طبیعت بھی حاضر ہوتی ہے، نیز صبح وشام کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، اور پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت کی قرأت سے ڈیڑھ گنی پڑھنا مسنون ہے۔ (شامی)

سجدۂ تلاوت:

قرآنِ مجید میں چودہ مقامات ایسے ہیں جن کی تلاوت کرنے یا سننے سے ایک سجدہ

۱۔ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ۔ تیسویں پارے کی سورت ہے۔ ۲۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ تیسویں پارے کی سورت ہے۔
۳۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی۔ تیسویں پارے کی ایک سورت ۴۔ الٓمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَارَیْبَ فِیْہِ۔ اکیسویں پارے کی سورت
۵۔ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانَ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ، انتیسویں پارے کی ایک سورت ہے

واجب ہو جاتا ہے۔ نماز میں امام سے سنے، یا خود پڑھے اور چاہے نماز کے باہر تلاوت کرے یا سنے، اور چاہے پوری آیت تلاوت کرے یا سنے یا صرف سجدے کے الفاظ ہی اگلے پچھلے الفاظ کے ساتھ ملا کر پڑھے ہر حال میں سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے[1]۔

امام کے پیچھے قرأت کا حکم:

امام کے پیچھے نماز میں مقتدی کو قرأت کرنا درست نہیں۔ بلند آواز سے امام کے پیچھے قرأت کرنا تو مکروہِ تحریمی ہے اس لیے کہ اس سے امام کی قرأت میں خلل پڑتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے۔

ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہؓ سے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی میرے پیچھے قرأت کر رہا تھا؟ ارشاد فرمایا: میں پوچھتا ہوں آخر تم لوگ مجھ سے قرآن پڑھنے میں کیوں جھگڑتے ہو۔

آہستہ آواز سے امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ تو نہیں ہے لیکن ضروری بھی نہیں ہے، اس لیے کہ امام کی قرأت سارے مقتدیوں کی قرأت قرار پاتی ہے، حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اس مقتدی کی قرأت قرار پاتی ہے[2]۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا:

امام جب بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو، مثلاً مغرب، عشا اور فجر وغیرہ ساری جہری نمازوں میں، تو مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے لیکن جب امام آہستہ آواز سے

ا۔ سجدہ تلاوت کے تفصیلی مسائل آسان فقہ حصہ دوم میں ''سجدہ تلاوت کے بیان'' میں دیکھیے۔

۲۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْإِمَامِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔

امام محمدؒ نے یہ حدیث اپنی مؤطا میں دو سندوں سے بیان کی ہے، اور دونوں کے راوی نہایت معتبر ہیں۔ ایک سند میں تو امام ابوحنیفہؒ ہیں اور ایک میں موسیٰ ابن ابی عائشہ ہیں۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری، مسلم کی شرطوں کے مطابق ہے اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اس کے ایک راوی ابوحنیفہؒ تو ابوحنیفہؒ ہی ہیں، رہے ابن ابی عائشہؒ تو وہ بھی بڑے ہی پرہیز گار اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ان سے روایت کی ہے۔

سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو مثلاً ظہر وعصر کی سری نمازوں میں تو معتدل مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے، امام محمدؒ نے بھی مقتدی کے لیے احتیاطاً سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحسن قرار دیا ہے[1]۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے[2]۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

سجدۂ سہو کا بیان

سہو کے معنی ہیں بھول جانا۔ نماز میں بھولے سے کچھ کمی زیادتی ہو جانے سے جو خرابی آجاتی ہے اس کی تلافی کے لیے نماز کے آخری قعدے میں دو سجدے کرنا واجب ہیں۔ ان سجدوں کو سجدۂ سہو کہتے ہیں۔

سجدۂ سہو کا طریقہ:

نماز کے آخری قعدے میں التحیات پڑھ لینے کے بعد داہنی جانب سلام پھیرے، اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے، اطمینان سے سجدہ کرے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے اٹھے، اطمینان سے بیٹھے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائے اور اطمینان سے سجدہ کرے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے اٹھے اور قعدے میں بیٹھ جائے، اور حسب معمول التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔

وہ صورتیں جن میں سجدۂ سہو واجب ہے:

(۱) نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے، مثلاً سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے یا فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملانا بھول جائے وغیرہ۔

(۲) کسی واجب کے ادا کرنے میں کچھ تاخیر ہو جائے، چاہے تاخیر بھولے سے ہو جائے یا کچھ سوچنے کی وجہ سے مثلاً کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد خاموش

---

[1] امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ سری نمازوں میں مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سری اور جہری دونوں ہی نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض قرار دیتے ہیں اور یہی مسلک اہل حدیث کا ہے۔ (علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۵۹، ۱۱۰)

[2] وَيستحسن على سبيل الاحتياط فيما يروىٰ عن محمد۔ (ہدایہ جلد ۱، صفحہ ۱۰۱)

کھڑا رہے اور پھر کچھ وقفے کے بعد کوئی سورت پڑھے۔

(۳) کسی فرض کے ادا کرنے میں تاخیر ہو جائے یا کسی فرض کو مقدم کر دیا جائے مثلاً قرأت کرنے کے بعد رکوع کرنے میں تاخیر[1] ہو جائے یا کوئی رکوع سے پہلے سجدے میں چلا جائے۔

(۴) کسی فرض کو مکرر ادا کر دیا جائے، مثلاً دو رکوع کر لیے جائیں۔

(۵) کسی واجب کی کیفیت بدل دی جائے، مثلاً سِرّی نمازوں میں بلند آواز سے قرأت کر لی جائے یا جہری نمازوں میں آہستہ قرأت کر لی جائے، مثلاً ظہر و عصر میں بلند آواز سے قرأت کر لی، اور مغرب و عشا یا فجر میں آہستہ قرأت کر لی۔

سجدۂ سہو کے مسائل

(۱) نماز کے فرائض میں سے اگر کوئی فرض قصداً چھوٹ جائے، یا سہواً، تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی واجب قصداً چھوڑ دیا گیا تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، اور سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح نہ ہوگی بلکہ نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

(۲) ایک واجب چھوٹ جائے یا ایک سے زیادہ بہر حال ایک ہی مرتبہ دو سجدے کرنا کافی ہے۔ یہاں تک کہ اگر نماز کے سارے واجبات چھوٹ جائیں تب بھی دو ہی سجدے کافی ہیں، دو سے زیادہ سجدہ سہو کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۳) اگر کوئی بھولے سے حالتِ قیام میں سورۃ فاتحہ سے پہلے التحیات پڑھ لے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اس لیے کہ فاتحہ سے پہلے خدا کی حمد و ثنا پڑھی جاتی ہے اور التحیات میں بھی خدا کی حمد و ثنا ہے، ہاں اگر قرأت کے بعد یا دوسری رکعت میں قرأت کے بعد التحیات پڑھ لی جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(۴) اگر بھولے سے قومہ[2] رہ جائے یا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ[3] رہ جائے تو

۱۔ یہاں تاخیر سے مراد اتنی دیر کا وقفہ ہے، جس میں آدمی ایک سجدہ یا ایک رکوع کر سکے۔

۲۔ دیکھیے فقہی اصطلاحات، صفحہ ۳۹۔ ۳۔ دیکھیے فقہی اصطلاحات، صفحہ ۲۸۔

سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ کرنا بھول گیا اور بیٹھنے کے بجائے اٹھ کر پوری طرح کھڑا ہو گیا تو پھر یاد آنے پر نہ بیٹھے، بلکہ نماز پوری کر کے قاعدے کے مطابق سجدۂ سہو کرے اور اگر پوری طرح کھڑا نہ ہوا ہو بلکہ سجدے سے قریب ہو تو بیٹھ جائے اور اس صورت میں سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۶) اگر کوئی دو یا چار رکعت والی فرض نماز میں قعدہ اخیرہ[1] بھول گیا، یا بیٹھنے کے بجائے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اب اگر اس کو سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجائے، تو بیٹھ کر نماز پوری کرے اور سجدۂ سہو کر لے، سجدۂ سہو کر لینے کے بعد فرض نماز درست ہو جائے گی۔ اگر سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا کہ قعدۂ اخیرہ نہیں کیا ہے تو اب نہ بیٹھے بلکہ ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت یا چھ رکعت پوری کرے، اور اس صورت میں سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ رکعتیں نفل قرار پائیں گی، فرض نماز دوبارہ ادا کرنی ہوگی اور اگر مغرب کے فرضوں میں بھول ہو جائے تو پھر پانچویں رکعت نہ پڑھے۔ چوتھی رکعت میں بیٹھ کر نماز پوری کر لے، اس لیے کہ نفل کی رکعتیں طاق نہیں ہوتیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: نفل نماز کی رکعتیں دو دو ہیں[2]۔

(۷) اگر سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے یا دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے یا ''التحیات'' پڑھنا بھول جائے یا عید الفطر یا عید الاضحیٰ زائد تکبیریں بھول جائے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

(۸) مغرب، عشا یا فجر کی جہری[3] نمازوں میں اگر امام نے بھولے سے قرآت آہستہ کی یا ظہر میں اور عصر کی سری[4] نمازوں میں امام نے بھولے سے قرأت بلند آواز سے کی تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

(۹) اگر امام سے کوئی واجب وغیرہ چھوٹ جائے اور سجدۂ سہو واجب ہو جائے تو مقتدی

۱؎ دیکھیے فقہی اصطلاحات، صفحہ ۳۹۔
۲؎ علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۱۱۸۔
۳؎ دیکھیے فقہی اصطلاحات، صفحہ ۳۰۔
۴؎ دیکھیے فقہی اصطلاحات، صفحہ ۳۳۔

کو بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا اور اگر مقتدی سے کوئی واجب وغیرہ چھوٹ جائے تو نہ مقتدی پر سجدہ سہو واجب ہوگا اور نہ امام پر۔

(۱۰) اگر سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے، یا سورت پہلے پڑھ لے اور سورۂ فاتحہ بعد میں پڑھے تو سورہ فاتحہ کے بعد پھر کوئی سورت پڑھے اور آخری قعدہ میں لازماً سجدۂ سہو کرے۔

(۱۱) اگر فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو بعد کی رکعتوں میں سورت ملا لے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے۔

(۱۲) اگر سنت یا نفل نماز کی کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو کرنا لازم ہے۔

(۱۳) اگر کوئی چار رکعت والی فرض نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر تک بیٹھا جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے، اور پھر اسے شبہ ہوا کہ یہ قعدۂ اولیٰ ہے اور وہ سلام پھیرنے کے بجائے پانچویں رکعت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اگر سجدہ کرنے سے پہلے پہلے اسے یاد آجائے تو بیٹھ کر نماز پوری کرے اور حسبِ قاعدہ سجدہ سہو بھی کر لے[1] اور سلام پھیر لے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو چھٹی رکعت اور ملا لے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر لے، اس صورت میں اس کی فرض نماز صحیح ہو جائے گی اور یہ دو زائد رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔

(۱۴) چار رکعت والی فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں منفرد یا امام سورہ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو سجدہ سہو واجب نہ ہوگا ہاں اگر سنت یا نفل نمازوں میں بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ اس لیے کہ فرض نماز کی آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے اور سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(۱۵) اگر کوئی بھولے سے ایک رکعت میں دو رکوع کر لے، یا ایک رکعت میں تین سجدے کر لے، یا سورۂ فاتحہ دو بار پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا[2]۔

(۱۶) اگر قعدۂ اُولیٰ میں التحیات پڑھنے کے بعد کوئی درود شریف پڑھنے لگے اور اَللّٰھُمَّ

---

[1] اس لیے کہ سلام پھیرنے میں تاخیر ہوگئی۔ [2] اس لیے کہ سورہ فاتحہ کا ایک بار پڑھنا واجب ہے۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے بقدر پڑھ لے یا اتنی دیر یونہی خاموش رہے تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔

(۱۷) اگر کسی مسبوق سے اپنی باقی نماز پوری کرنے میں کوئی کوتاہی ہو جائے تو نماز کے آخری قعدے میں اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

(۱۸) اگر کسی نے ظہر یا عصر کی فرض نماز کی دو رکعتیں پڑھیں، لیکن یہ سمجھ کر کہ چاروں رکعتیں پڑھ چکا ہے، اس نے سلام پھیر دیا، اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں تو اپنی بقیہ دو رکعتیں پڑھ کر نماز پوری کر لے، اور سجدۂ سہو کرے۔

(۱۹) اگر کسی کو نماز میں شک ہو گیا کہ معلوم نہیں تین رکعتیں پڑھیں ہیں یا چار، تو اگر اس طرح کے شک کی عادت نہیں ہے تو اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے اور اگر اس کو اکثر و بیشتر اس طرح کا شک ہوتا ہی رہتا ہے تو پھر وہ اپنے گمانِ غالب پر عمل کرے، اور اگر کسی طرف زیادہ گمان نہ ہو تو پھر کم رکعتوں کا اعتبار کرے، مثلاً کسی کو ظہر کی نماز میں شک ہو جائے کہ معلوم نہیں تین رکعتیں ہوئی ہیں یا چار۔ اور کسی طرف گمانِ غالب بھی نہیں ہے۔ تو اس صورت میں یہی سمجھے کہ تین ہی رکعتیں پڑھی ہیں اور ایک رکعت اور پڑھ کر چار رکعت پوری کرے اور سجدۂ سہو ہر صورت میں کرے۔

(۲۰) نماز کی سنتیں یا مستحبات چھوٹ جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، مثلاً نماز کے شروع میں ثناء پڑھنا بھول جائے یا رکوع اور سجدے میں تسبیح پڑھنا بھول جائے یا رکوع میں جانے اور اٹھنے کی دعا بھول جائے یا درود شریف اور اس کے بعد کی دعا بھول جائے تو ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔

(۲۱) نماز میں کوئی ایسی کوتاہی ہو گئی جس کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہو گیا ہے لیکن اس نے نماز پوری کر لی اور سجدۂ سہو کرنا بھی بھول گیا۔ سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ سجدۂ سہو رہ گیا، اب اگر اس نے قبلے کی طرف سے رخ نہیں پھیرا ہے اور کسی سے بات

چیت بھی نہیں کی ہے، تو فوراً سجدۂ سہو کر لے اور پھر ''التحیات'' درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(۲۲) اگر کسی نے ایک رکعت میں بھولے سے ایک ہی سجدہ کیا، اب اگر ''قعدہ اخیرہ'' کی ''التحیات'' پڑھنے سے پہلے پہلے پہلی رکعت میں یا دوسری رکعت میں یا جب بھی یاد آئے تو سجدہ ادا کر لے اور حسب قاعدہ سجدۂ سہو کرے اور اگر ''التحیات'' پڑھ لینے کے بعد سجدہ یاد آیا تو سجدہ ادا کرنے کے بعد ''التحیات'' پھر پڑھے اور سجدۂ سہو کر کے حسبِ قاعدہ نماز پوری کرے۔

(۲۳) اگر سفر کے دوران جب کہ قصر کا پڑھنا واجب ہے کسی نے بھولے سے قصر کرنے کے بجائے پوری چار رکعت نماز پڑھی، اور دوسری رکعت میں بیٹھ کر ''التحیات'' پڑھ لی، تو اس صورت میں بھی آخری رکعت میں قاعدے کے مطابق سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اور اس صورت میں یہ نمازِ قصر اس طرح صحیح ہو جائے گی کہ پہلی دو رکعتیں فرض قرار پائیں گی اور آخری دو رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

قضا نماز پڑھنے کا بیان

کوئی فرض یا واجب نماز اپنے مقرر وقت پر ادا نہ کی جا سکی، اور وقت گزرنے کے بعد پڑھی جا رہی ہے تو اس کو قضا پڑھنا کہتے ہیں۔ اور اگر وقت کے اندر پڑھی جا رہی ہے تو اس کو ادا کہتے ہیں۔

قضا نماز کا حکم:

(۱) فرض نماز کی قضا فرض ہے اور واجب یعنی وتر کی قضا واجب ہے۔

(۲) نذر اور منت کی مانی ہوئی نماز قضا بھی واجب ہے۔

(۳) نفل نماز شروع کر دینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے، اگر کسی وجہ سے نفل نماز فاسد ہو جائے یا شروع کر دینے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑنی پڑ جائے تو اس کی قضا واجب ہے۔

(۴) سنت مؤکدہ اور نوافل کی قضا نہیں ہے، البتہ فجر کی سنتیں چونکہ بہت اہم ہیں اور حدیث میں ان کی بہت تاکید آئی ہے اس لیے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر فجر کے فرض اور سنت دونوں قضا ہو گئے ہوں تو زوال سے پہلے پہلے دونوں کی قضا پڑھی جائے اور زوال کے بعد قضا پڑھنے کی صورت میں صرف فرض کی قضا پڑھی جائے سنت کی قضا نہ پڑھی جائے، اور اگر فجر کے فرض وقت پر پڑھ لیے ہوں اور صرف سنتیں رہ گئیں ہوں، تو یہ سنتیں سورج نکل آنے کے بعد زوال سے پہلے پڑھی جا سکتی ہیں، زوال کے بعد نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی سنت یا نفل نماز وقت پر نہ پڑھی جا سکے تو اس کی قضا واجب نہیں ہے۔

(۵) ظہر کی وہ سنتیں جو فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں کسی وجہ سے نہ پڑھی جا سکی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھی جا سکتی ہیں، ان سنتوں کو فرضوں کے بعد دو سنتوں سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے اور بعد میں بھی صحیح ہے، البتہ ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد

ان کی قضاواجب نہیں ہے۔

قضانماز کے مسائل وہدایت

(۱) کسی مجبوری اور معذوری کے بغیر بلاوجہ نماز قضا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔جس کے لیے حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔اگر غفلت اور بے شعوری میں کبھی ایسی کوتاہی ہوگئی ہو،تو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ کے لیے اپنے خدا سے اصلاحِ حال کا پختہ عہد کرنا چاہیے۔

(۲) اگر کسی واقعی عذر اور مجبوری کی وجہ سے کبھی نماز قضا ہوجائے تو اس کی قضا پڑھنے میں خواہ مخواہ ٹال مٹول نہ کرنا چاہیے بلکہ جتنی جلد ممکن ہو قضا پڑھ لینی چاہیے۔ بلاوجہ تاخیر کرنا گناہ ہے،اور پھر زندگی کا بھی کیا اعتبار ہوسکتا ہے کہ موقع نہ ملے اور آدمی اس حال میں خدا کے حضور پہنچے کہ اس کے سر پہ گناہ بھی ہو کہ موقع ملنے کے باوجود اس نے تاخیر کی اور قضانماز نہ پڑھ سکا۔

(۳) اگر کسی وقت کئی افراد کی نماز قضا ہوجائے،مثلاً اجتماعی سفر کے دوران وقت پر نماز ادا کرنے کا موقع نہ مل سکے،یا خدانخواستہ کسی محلے میں کوئی حادثہ پیش آجائے اور سارے لوگوں کی نماز قضاء ہوجائے،یا کچھ لوگ سوتے رہ جائیں اور سب کی نماز قضا ہوجائے تو اس صورت میں سب کو یہ نماز جماعت کے ساتھ قضا پڑھنی چاہیے۔ اگر سری نماز قضا ہوئی ہو تو قضا جماعت میں سری قرأت ہونی چاہیے اور اگر جہری نماز قضا ہوئی ہو تو جہری قرأت ہونی چاہیے[1]۔

(۴) کسی اکیلے آدمی کی نماز کبھی قضا ہوجائے،تو بہتر یہ ہے کہ وہ خاموشی سے گھر میں قضا پڑھ لے،اگر غفلت سے قضا ہوئی ہے تو یہ گناہ ہے اور گناہ کا لوگوں پر ظاہر کرنا خود گناہ ہے،اور اگر کسی مجبوری سے قضا ہوئی ہے تب بھی لوگوں پر اس کا اظہار کرنا

---

[1] ایک سفر میں نبی اکرمؐ کا قافلہ رات بھر چلتا رہا اور رات کے آخر میں قافلے نے پڑاؤ کیا،اور اترتے ہی نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ فجر کا وقت نکل گیا اور سب سوتے رہ گئے۔پھر جب سورج طلوع ہوا تو اس کی گرمی سے قافلے والوں کی آنکھ کھلی نبی اکرمؐ نے فوراً ہی اذان کہلوائی اور جماعت سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔

معیوب اور مکروہ ہے، اگر مسجد میں بھی قضا پڑھے تو کوئی حرج نہیں لیکن لوگوں سے اس کا اظہار کرنا صحیح نہیں۔

(۵) قضا نماز پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جب بھی یاد آئے اور موقع ہو فوراً قضا پڑھ لینی چاہیے۔ ہاں اگر ممنوع یا مکروہ وقت یاد آئے تو انتظار کرنا چاہیے جب ممنوع یا مکروہ وقت نکل جائے اس وقت پڑھنی چاہیے۔

(۶) اگر کئی وقت کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں، تو ان کی قضا میں دیر نہ کی جائے بلکہ جہاں تک ہو سکے جلد ہی قضا پڑھ لینی چاہیے اگر ممکن ہو تو ایک ہی وقت میں ساری قضا نمازیں پڑھ لی جائیں، یہ بھی ضروری نہیں ہے، کہ عصر کی قضا عصر کے وقت ہی پڑھی جائے اور ظہر کی قضا ظہر کے وقت ہی پڑھی جائے بلکہ جب موقع ملے ایک وقت میں کئی کئی نمازیں پڑھ کر اپنی قضا نمازیں پوری کر لینی چاہییں۔

(۷) کسی غفلت شعار نے عرصے تک نماز نہیں پڑھی اور اسی طرح اس نے مہینے اور سال بے حسی اور بے عملی میں گزار دیئے پھر خدا نے اس کو توبہ کی توفیق بخشی، تو اس پر ان ساری نمازوں کی قضا واجب ہے جو توبہ کرنے سے پہلے قضا ہوئی ہیں۔ توبہ کرنے سے نماز نہ پڑھنے کا گناہ تو امید ہے کہ خدا معاف فرما دے لیکن جو نمازیں رہ گئیں ہیں وہ معاف نہ ہوں گی' ان کی قضا پڑھنا واجب ہے۔

(۸) اگر کسی کی مہینوں اور سالوں کی نمازیں قضا ہوگئی ہیں، تو اس کو چاہیے کہ وہ قضا شدہ نمازوں کا اندازہ کر کے قضا پڑھنا شروع کر دے اور اس صورت میں قضا پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جس وقت کی قضا نماز پڑھنی چاہے اس وقت کا نام لے کر کہے میں اس وقت کی سب سے پہلی یا اس وقت کی سب سے آخری نماز پڑھتا ہوں، مثلاً قضا شدہ نمازوں میں سے فجر کی نماز قضا پڑھنا چاہے تو کہے میں فجر کی سب سے پہلی یا سب سے آخری نماز قضا پڑھتا ہوں اور اسی طرح پڑھتا رہے یہاں تک کہ ساری نمازوں کی قضا پوری ہو جائے۔

(۹) سفر کے دوران جو نمازیں قضا ہو جائیں، ان کی قضا اگر حالتِ اقامت میں پڑھی جائے تو قصر کرنا چاہیے، اور دورانِ اقامت کی قضا نمازیں اگر سفر کی حالت میں پڑھی جائیں تو پوری پڑھنی ہوں گی۔ یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعت پڑھی جائیں گی۔

(۱۰) صرف وتر کی نماز قضا ہوئی اور وتر کے علاوہ کسی نماز کی قضا بھی اس کے ذمہ نہیں ہے تو وتر کی قضا پڑھے بغیر فجر کی نماز پڑھنا درست نہیں اور اگر یہ یاد رکھتے ہوئے کہ وتر کی قضا پڑھنی ہے اور پہلے فجر کی نماز ادا کر لی تو وتر کی قضا پڑھنے کے بعد فجر کی نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

(۱۱) اگر کوئی مریض حالت مرض میں اشاروں سے نماز ادا کر سکتا تھا لیکن اس کی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے وارثوں کو یہ وصیت کر دے کہ مرنے کے بعد اس کے تہائی مال میں سے ان قضا نمازوں کا فدیہ ادا کر دیں، ایک قضا نماز کا فدیہ سوا سیر گیہوں، یا ڈھائی سیر جو ہوتے ہیں، اور ان کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔[1]

(۱۲) اگر کسی مریض میں کمزوری کی وجہ سے اتنی سکت بھی نہ رہے کہ وہ اشاروں سے نماز پڑھ سکے، یا جنوں اور غشی کی ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ چھ نمازوں تک اسے کچھ ہوش ہی نہ ہو تو ایسے مریض پر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے، ہاں اگر پانچ نمازوں کے بعد ہوش آ جائے اور چھٹی نماز کے وقت ہوش ہو تو پھر ان ساری نمازوں کی قضا پڑھنا واجب ہوگی۔

(۱۳) جن لوگوں نے اپنی نادانی سے زندگی کا ایک حصہ نماز سے غفلت میں گزار دیا اور بے شمار قضا ہو گئیں، پھر خدا نے ان کو دین کا شعور بخشا تو ان کو سب سے پہلی فکر یہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنی چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا پڑھیں، جس کی نہایت آسان شکل یہ ہے کہ پانچوں وقت کے فرض ادا کرنے کے ساتھ جو سنتیں اور نوافل بالعموم

---

[1] علم الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۶

پڑھے جاتے ہیں ان کو سنت اور نفل کی نیت سے پڑھنے کے بجائے چھوٹے ہوئے فرضوں کی قضا کے طور پر پڑھتے رہیں یہاں تک یہ گمان غالب ہو جائے کہ پچھلی سب نمازوں کی قضا ہو چکی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ آدمی پانچوں وقت کے ادا فرضوں کے ساتھ نوافل اور سنن کا تو اہتمام کرے لیکن چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا سے غافل رہے یا ان کے معاملے میں سستی اور کسل سے کام لے، چھوڑے ہوئے فرض کی حیثیت قرض کی ہے، اور یہ بالکل بے معنی بات ہے کہ قرض ادا کرنے سے غفلت برتتے ہوئے آدمی خیرات کرے، ہاں اگر چھوڑے ہوئے فرضوں کی قضا کا پورا پورا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ آدمی پانچوں نمازوں کے اوقات میں سنتیں اور نوافل پڑھے تو توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔

(۱۴) جمعہ کی نماز کی قضا نہیں ہے لہٰذا جمعہ کی جو نمازیں چھوٹ گئی ہوں ان کے بجائے ظہر کی چار رکعت قضا پڑھنی چاہیے۔

(۱۵) کوئی شخص عید کی نماز میں امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوا لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز باطل ہو گئی تو اب اس نماز کی قضا نہیں پڑھ سکتا اس لیے کہ نمازِ عید کی قضا نہیں ہے[1] اور وقت کے اندر تنہا ادا بھی نہیں پڑھ سکتا، اس لیے کہ نماز عید کے لیے جماعت شرط ہے۔

(۱۶) اگر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کسی عذر کی بنا پر پہلے دن نہیں پڑھی جا سکی تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن قضا پڑھ سکتے ہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز تیرہ تاریخ تک قضا پڑھ سکتے ہیں۔

صاحبِ ترتیب اور اس کی قضا نماز کا حکم:

بالغ ہونے کے بعد جس بندۂ مومن کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو یا زندگی میں پہلی ہی بار ایک یا دو نمازیں قضا ہوئی ہوں، چاہے مسلسل ہوئی ہوں یا مختلف اوقات میں، یا پہلے کبھی اگر قضا ہوئی ہوں تو ان سب کی قضا پڑھ چکا ہو اور اب اس کے ذمے صرف یہی ایک دو یا

---

[1] اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ تنہا بھی عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں، چاہے عیدگاہ میں جماعت نہ ملے یا کوئی مریض ہو اور عیدگاہ نہ جا سکے۔

زیادہ سے زیادہ پانچ نمازوں کی قضا ہوتو ایسے شخص کوشریعت کی اصطلاح میں ''صاحب ترتیب'' کہتے ہیں۔ صاحبِ ترتیب کے لیے قضا نماز پڑھنے میں دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی یہ کہ وہ جب تک چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے، اگلے وقت کی ادا نماز نہیں پڑھ سکتا، مثلاً کسی کی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا یعنی ایک شب وروز کی پانچ نمازیں قضا ہوگئی ہیں، تو جب تک وہ ان پانچ نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے اگلے دن کی نمازِ فجر ادا پڑھنا اس کے لیے درست نہیں اور اگر جانتے بوجھتے پڑھ لے گا تو ادا نہ ہوگی بلکہ قضا شدہ نمازیں پڑھنے کے بعد فجر کی یہ نماز پھر پڑھنی ہوگی، ہاں اگر کبھی صاحب ترتیب کو اپنی قضا نماز پڑھنا یاد نہ رہے اور وہ ادا نماز پڑھ لے تو پھر یاد آنے پر اس نماز کو دہرانا ضروری نہیں، یہ ادا نماز درست ہوجائے گی۔ وتر کی قضا کا بھی وہی حکم ہے۔ جو دوسری نمازوں کا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ قضا شدہ نمازیں بھی ترتیب کے مطابق پڑھنا ضروری ہیں۔ یعنی پہلے فجر کی نماز، پھر ظہر کی اور پھر عصر کی، اسی طرح پانچوں نمازیں ترتیب سے پڑھنا ہوں گی۔ اور اگر اس نے فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی تو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی قضا پھر پڑھنا ہوگی، اسی طرح اگر ظہر کی قضا پڑھنے سے پہلے عصر اور مغرب کی قضا پڑھ لی تو ظہر کی قضا پڑھنے کے بعد پھر عصر اور مغرب کی قضا پڑھنی ہوگی۔

جس شخص کی پانچ نمازوں سے زیادہ قضا ہوجائیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہتا، اور قضا نمازوں کے پڑھنے میں اس کے لیے ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب نہیں ہے، جب موقع پائے اور جس وقت کی نماز قضا پڑھنی چاہے، پڑھ لے اور یہ بھی جائز ہے کہ قضا نمازیں پڑھنے سے پہلے اگلے وقت کی ادا نماز پڑھ لے، ترتیب کی پابندی صرف ''صاحب ترتیب'' کے لیے ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

معذوراور بیمار کی نماز

(۱) مرض کیسا ہی شدید ہو، نماز جہاں تک ہو سکے وقت پر ادا کرنا چاہیے اگر نماز کے سارے ارکان ادا کرنے کی سکت نہ ہوتو نہ سہی جو ارکان ادا کرنے کی طاقت ہو یا صرف اشارے ہی سے ادا کرنے کی طاقت ہوتب بھی نماز وقت پر ادا کرنا چاہیے[1]۔

(۲) جہاں تک ممکن ہو کھڑے ہو کر نماز پڑھے اگر پوری نماز میں کھڑا ہونا ممکن نہ ہوتو جتنی دیر تک کھڑا رہ سکتا ہو اتنی ہی دیر قیام کرے، یہاں تک کہ اگر کوئی معذور یا مریض صرف تکبیر تحریمہ کہنے کے لیے ہی کھڑا ہو سکتا ہے تو وہ کھڑے ہو کر ہی تکبیر تحریمہ کہے اور پھر بیٹھ کر نماز پوری کرے، کھڑے ہونے کی قوت ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں۔

(۳) اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بالکل ہی معذور ہو یا کمزوری کی وجہ سے گر پڑنے کا اندیشہ ہو، یا کھڑے ہونے سے چکر آتا ہو، یا کھڑے ہونے سے غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو، یا اگر کھڑا ہو بھی جائے تو رکوع اور سجود ادا کرنے کی سکت نہیں ہے تو ایسی تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(۴) بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اگر ممکن ہوتو مسنون طریقے سے بیٹھے جس طرح ''التحیات'' پڑھتے وقت بیٹھتے ہیں لیکن اس طرح بیٹھنا اگر ممکن نہ ہوتو پھر جس طرح بسہولت بیٹھ سکے بیٹھ کر نماز پڑھے، اگر رکوع اور سجود نہ کر سکتا ہوتو اشاروں سے کام لے۔

(۵) اشاروں سے رکوع وسجود ادا کرنے میں آنکھ اور ابرو سے اشارہ کرنا کافی نہیں ہے، سر سے اشارہ کرنا چاہیے، رکوع میں کسی قدر کم سر جھکائے اور سجدے میں نسبتاً زیادہ جھکائے۔

(۶) اگر سجدہ کرنے کے لیے زمین تک پیشانی لے جانے کی طاقت نہ ہوتو صرف اشارہ

---

[1] فقہائے دین نے یہاں تک تاکید کی ہے، کہ اگر کوئی خاتون دردِزہ کی تکلیف میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور خاتون کے ہوش وحواس قائم ہوں تو اس کو چاہیے کہ جس طرح بھی کھڑے یا بیٹھے نماز پڑھ سکے جلد پڑھ لے، اس لیے کہ نفاس کا خون آنے کے بعد نماز قضا ہو جائے گی اور نماز پڑھنے کی قدرت ہوتے ہوئے قضا کرنا گناہ ہے۔

کافی ہے، تکیہ وغیرہ کو پیشانی تک اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۷) اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بھی سکت نہ ہو یا غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو، یا مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہو، یا زخم کے ٹانکے وغیرہ کھلنے کا خطرہ ہو تو پھر لیٹے لیٹے نماز پڑھے۔ لیٹ کر نماز پڑھنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ آدمی چت لیٹ کر قبلے کی طرف پیر کرلے لیکن پیر پوری طرح نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے، اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر ذرا اونچا کرلے اور اشاروں سے رکوع وسجود کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر شمال کی جانب سر کر کے داہنی کروٹ پر لیٹ کر نماز ادا کرے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو جس طرح ممکن ہو ادا کرلے۔

(۸) اگر کسی مریض کی کمزوری اس حد تک بڑھ گئی ہو کہ اشاروں سے نماز پڑھنے کی بھی سکت نہ ہو، تو پھر اس وقت نماز نہ پڑھے، صحت مند ہونے پر اس کی قضا کرے، اور اگر یہی کیفیت پانچ نمازوں سے زیادہ وقت تک قائم رہے تو پھر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے، بلکہ یہ نمازیں معاف ہیں، اسی طرح اگر کمزوری کی وجہ سے غشی کی کیفیت طاری ہو، اور چھ نمازوں کے وقت تک یہ کیفیت باقی رہے تو پھر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی تندرست آدمی پر یکا یک بے ہوشی کا دَورہ پڑ جائے اور بے ہوشی کی یہ کیفیت چھٹی نماز کے وقت تک رہے تو یہ نمازیں معاف ہیں ان کی قضا واجب نہ ہوگی۔

(۹) اگر کسی پر نماز کے دوران مرض کا حملہ ہو جائے، اور وہ کھڑے ہونے سے معذور ہو جائے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور بیٹھنے سے بھی معذور ہو تو لیٹ کر پڑھے۔ رکوع اور سجود نہ کرسکتا ہو تو اشاروں سے رکوع سجود کرے غرض باقی نماز جس طرح بھی پڑھ لینے کی قوت رکھتا ہو اسی طرح پڑھ لے۔

(۱۰) چلتی کشتی، جہاز، ریل وغیرہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں اگر گرنے کا اندیشہ ہو یا چکر آنے اور متلی ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ جب تک

کھڑے ہونے کی طاقت اور سہولت ہو، کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھنی چاہیے۔

(۱۱) تندرستی کے دنوں میں کسی کی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں اور پھر وہ بیمار پڑ گیا تو ان نمازوں کی قضا پڑھنے کے لیے اس کو بیماری سے اٹھنے اور صحت یاب ہونے کا انتظار نہ کرنا چاہیے بلکہ بیماری کے دوران ہی کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ممکن ہو ان کی قضا پڑھ لینی چاہیے۔

(۱۲) اگر کسی بیمار آدمی کا بستر وغیرہ نجس ہو اور دوسرے بستر کا مہیا ہونا ممکن نہ ہو، یا بستر بدلنے میں غیر معمولی زحمت اور تکلیف ہو تو پھر نجس بستر پر ہی نماز پڑھ لینا درست ہے۔ (بہشتی زیور)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نماز قصر کا بیان

مسافر کو شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ سفر میں نماز مختصر کر لے، یعنی جن اوقات میں چار رکعت فرض ہیں ان میں صرف دو رکعت پڑھے، خدا کا ارشاد ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ

النسا4:101

اور جب تم لوگ زمین میں سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر تم نماز میں قصر کرو۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: یہ ایک صدقہ ہے جو خدا نے تم پر کیا ہے تمھیں چاہیے کہ اس کا صدقہ قبول کرو۔ (بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ)

نمازِ قصر کا حکم:

اپنی آبادی سے نکلنے کے بعد مسافر کے لیے نمازِ قصر پڑھنا واجب ہے اگر پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا[1]۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ سفروں میں رہا ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان لوگوں نے دو رکعت فرض سے زیادہ نماز پڑھی ہو۔ (بخاری و مسلم)

قصر صرف ان نمازوں میں ہے جن میں چار رکعت فرض ہیں، جیسے ظہر، اور عصر اور عشا، اور جن میں دو یا تین رکعتیں فرض ہیں، ان میں کوئی کمی نہ ہوگی، فجر اور مغرب میں دو اور تین رکعتیں ہی پڑھنی ہوں گی۔

سفر میں سنت اور نفل کا حکم:

نمازِ فجر کی سنتوں کو ترک نہ کرنا چاہیے اور مغرب کی سنتوں کو بھی پڑھ لینا بہتر ہے، باقی اوقات کی سنتوں میں اختیار ہے، بہتر یہ ہے کہ اگر آدمی کا سفر جاری ہو تو صرف فرض پڑھے اور سنتیں چھوڑ دے اور اگر سفر کے دوران کہیں ٹھہرا ہوا ہو تو پڑھ لے[2]۔ البتہ وتر کی نماز بہر حال پڑھے، اس لیے کہ نماز وتر واجب ہے، سنت، نفل، اور وتر کی رکعات میں قصر نہیں

ا۔ (علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۱۳۰، درمختار وغیرہ) ۲۔ درمختار

ہے جتنی رکعتیں حضر میں پڑھی جاتی ہیں اتنی ہی سفر میں بھی پڑھی جائیں گی۔

قصر کی مسافت:

جب کوئی مسافر کسی ایسے مقام کا سفر کرنے کے لیے نکلے جو اس کی بستی سے تین دن کی مسافت پر ہو تو اس پر قصر واجب ہے، تین دن کی مسافت اندازاً چھتیس میل[1] ہے، اگر کوئی شخص درمیانی چال سے روزانہ صبح سے زوال تک چلے تو وہ تین دن میں چھتیس میل سے زیادہ نہ چل سکے گا۔ لہٰذا جو شخص بھی کم از کم چھتیس میل کے سفر پر گھر سے نکلے چاہے وہ پیدل سفر کر کے تین دن میں وہاں پہنچے یا تیز رفتار سواری کے ذریعے چند گھنٹوں میں پہنچے۔ بہر حال اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ اس سفر کے دوران نمازِ قصر پڑھے[2]۔

قصر شروع کرنے کا مقام:

سفر پر روانہ ہونے کے بعد مسافر جب تک آبادی کے اندر رہے پوری نماز پڑھتا رہے اور جب آبادی سے باہر نکل جائے تو پھر قصر کرے بستی کا اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہو تو اس میں قصر نہ کرے، پوری نماز پڑھے، اور اگر آبادی سے باہر ہو تو پھر پوری نماز نہ پڑھے، بلکہ قصر کرے۔

قصر کی مدت:

مسافر جب تک اپنے وطنِ[3] اصلی کو نہ پہنچ جائے برابر قصر کرتا رہے البتہ دورانِ سفر اگر کسی مقام پر ۱۵ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کر لے تو وہ مقام اس کا وطنِ اقامت[4]

۱۔ علم الفقہ، جلد دوم، صفحہ ۱۳۱، اور بہشتی زیور میں قصر کی مسافت ۴۸ میل بتائی گئی ہے۔

۲۔ مولانا مودودیؒ صاحب نے اس پر جو وضاحت فرمائی ہے اس سے اس حقیقت پر اچھی طرح روشنی پڑتی ہے کہ شریعت کے نزدیک سفر کا مفہوم کیا ہے؟ کسی نے مولانا سے سوال کیا تھا:

سوال: قصر صلوٰۃ انگریزی میلوں کے حساب سے کتنے لمبے سفر میں واجب ہے؟

جواب: فقہا کی آراء اس معاملے میں مختلف ہیں چنانچہ قصر صلوٰۃ کے لیے کم از کم ۹ میل اور زیادہ سے زیادہ ۴۸ میل کا نصابِ سفر مقرر کیا گیا ہے، اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرمؐ سے اس معاملے میں کوئی ارشاد منقول نہیں ہے، اور نصِ صریح کی غیر موجودگی میں جن دلائل سے استنباط کیا گیا ہے ان کے اندر مختلف اقوال کی گنجائش ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قصر کے لیے مسافت کا ایسا تعین جس میں ایک نقطۂ خاص سے تجاوز کرتے ہی قصر کا حکم لگایا جا سکے شارع کا منشا نہیں ہے، شارع نے سفر کے مفہوم کو عرفِ عام پر چھوڑ دیا ہے اور یہ بات ہر شخص بآسانی جان سکتا ہے کہ کب وہ سفر میں ہے اور کب وہ سفر میں نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہم شہر سے تفریح کے لیے نکلتے ہیں یا گاؤں سے خرید و فروخت کے لیے شہر جاتے ہیں تو کبھی مسافر ہونے کا احساس ہمارے ذہن میں نہیں ہوتا، بخلاف اس کے جب واقعۂ سفر درپیش ہوتا ہے تو ہم مسافرت کی کیفیت خود محسوس کرتے ہیں اسی احساس کے مطابق قصر اور اتمام کیا جا سکتا ہے البتہ یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ شرعی معاملات میں صرف اس شخص کا فتوائے قلب معتبر ہے جو شریعت کی پابندی کا ارادہ رکھتا ہو نہ کہ بہانہ بازی کا۔ (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۱۶۷)

۳۔ دیکھیے: فقہی اصطلاحات، صفحہ ۴۵۔ ۴۔ دیکھیے: فقہی اصطلاحات، صفحہ ۴۵۔

قرار پائے گا، اور وطن اقامت میں پوری نماز پڑھنی ہوگی، چاہے پندرہ دن قیام کی نیت کرنے کے بعد کسی وجہ سے وہاں پندرہ دن سے کم ہی قیام کر سکے، اور اگر کسی مقام پر ۱۵ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو لیکن کسی وجہ سے وہاں بار بار رک جانا پڑے اور اس طرح مہینوں گزر جائیں، تب بھی وہ وطن اقامت قرار نہ پائے گا اور وہاں قصر ہی کرتا رہے گا۔

قصر کے متفرق مسائل

(۱) اگر سفر کے دوران کسی وقت بھولے سے چار رکعت نماز پڑھی لیکن اس طرح کہ دوسری رکعت میں بیٹھ کر ''التحیات'' پڑھ لی ہے، تو سجدۂ سہو کر لے۔ اس صورت میں دو رکعت فرض ہوں گے اور دو رکعت نفل ہوں گے اور یہ نماز درست ہو جائے گی اور اگر دوسری رکعت میں بیٹھ کر التحیات نہ پڑھی تو پھر یہ چاروں رکعتیں نفل قرار پائیں گی اور نمازِ قصر دوبارہ ادا کرنا ہوگی۔

(۲) سفر کے دوران اگر کئی مقامات پر ٹھہرنے کا ارادہ ہو، کہیں پانچ دن، کہیں بارہ دن لیکن کسی مقام پر بھی پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں کی ہے تو پورے سفر میں قصر کرنا ہوگا۔

(۳) اگر شادی کے بعد کوئی خاتون مستقل طور پر سسرال میں رہنے لگی شوہر کے گھر مستقل قیام رہنے لگا ہے تو اس کا وطن اصلی اب وہ مقام ہے جہاں وہ شوہر کے ساتھ رہتی ہے، اب اگر وہ وہاں سے سفر کر کے میکے آئے اور یہ مقام اس کے وطن اصلی سے کم از کم چھتیس میل کے فاصلے پر ہو تو اس کو میکے میں قصر کرنا ہوگا۔ ہاں اگر سسرال میں چند یوم کے لیے گئی ہے اور میکے ہی میں مستقل طور پر رہنے کا ارادہ ہے تو پھر اس کا وطن اصلی وہی رہے گا جو شادی سے پہلے تھا۔

(۴) اگر کوئی خاتون اپنے شوہر کے ساتھ سفر کر رہی ہو یا کوئی ملازم اپنے آقا کے ساتھ سفر کر رہا ہو یا کوئی لڑکا اپنے والد کے ساتھ سفر کر رہا ہو یعنی سفر کرنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو اس سفر میں دوسرے کا تابع اور پابند ہو، تو اس تابع کی نیت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اس صورت میں اگر وہ خاتون یا ملازم وغیرہ پندرہ دن سے زیادہ کی

نیت بھی کرلیں تب بھی مقیم قرار نہ پائیں گے جب تک خاتون کا شوہر اور ملازم کا آقا، پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ کرے۔

(۵) مقیم لوگ مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، مسافر امام کو چاہیے کہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد اپنے مسافر ہونے کا اعلان کردے تا کہ مقیم مقتدی اپنی باقی دو رکعتیں پڑھ لیں۔

(۶) اور مسافر کے لیے مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور اس صورت میں وہ امام کی اتباع میں پوری چار رکعت فرض پڑھے گا یعنی قصر نہ کرے گا۔

(۷) اگر کسی نے ابھی قیام کے بارے میں کوئی نیت ہی نہیں کی تھی، یا پندرہ دن سے کم کی نیت کی تھی، لیکن نماز کے دوران ہی پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کرنے کی نیت کرلی تو اب یہ شخص یہ نماز بھی پوری پڑھے، قصر نہ پڑھے۔

(۸) سفر کے دوران جو نمازیں قضا ہو جائیں گھر پہنچنے کے بعد اس کی قضا دو ہی رکعت پڑھے، یعنی قصر کی قضا کرے تو قصر پڑھے، اور اگر حالتِ اقامت میں کچھ نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور پھر فوراً سفر کرنا پڑے تو سفر کے دوران چار ہی رکعت قضا پڑھے، قصر نہ کرے۔

سفر میں جمع بین الصّلاتین

سفر حج کے دوران جمع بین الصلاتین یعنی دو وقت کی نمازوں کو اکٹھا پڑھنا مسنون ہے۔ ۹ ذوالحجہ کو میدانِ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ایک ساتھ پڑھتے ہیں، اذان ایک بار کہی جاتی ہے اور اقامت دونوں نمازوں کے لیے الگ الگ ہوتی ہے[1] اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مزدلفہ کے راستے میں نماز مغرب پڑھ لے تو نماز درست نہ ہوگی اس کو دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی۔

سفر حج کے علاوہ کسی دوسرے سفر میں جمع بین الصلاتین جائز نہیں، البتہ جمع صوری

---

[1] چونکہ عصر کی نماز مقررہ وقت سے پہلے ادا کی جاتی ہے اس لیے لوگوں کو اطلاع دینے کے لیے عصر کی اقامت الگ سے کہی جاتی ہے۔ (علم الفقہ)

جائز ہے۔ جمع صوری کا مطلب یہ ہے کہ پہلی نماز مؤخر کر کے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اوّل وقت میں پڑھ لیا جائے، اسی طرح بظاہر تو یہ معلوم ہوگا کہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھی گئیں لیکن حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھی گئیں[1]۔

نماز جمعہ کا بیان

یوم جمعہ کی فضیلت:

جمعہ کا دن خدا کے نزدیک تمام دنوں میں افضل اور ممتاز ہے اس میں خدا نے چھ ایسی امتیازی خوبیاں جمع فرما دی ہیں، جو اور کسی دن میں نہیں ہیں اور اسی لیے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔ پہلی امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس دن مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے وہ کسی مرکزی مقام پر ذکر اللہ کے لیے جمع ہوتے ہیں اور ایک عظیم جماعت بنا کر نماز ادا کرتے ہیں، اسی لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن کو مسلمانوں کی عید کا دن قرار دیا ہے[2]۔ زمانہ

ا۔ اہل حدیث کے نزدیک ہر سفر میں جمع بین الصلاتین جائز ہے۔ نہ صرف جمع صوری جائز ہے، جمع حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ دو وقتوں کی نمازیں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں پڑھی جائیں، اور اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ دوسری نماز کو وقت سے پہلے ہی نماز کے وقت میں ایک ساتھ پڑھ لیا جائے، مثلاً زوال کے بعد ظہر کے وقت میں ظہر کی نماز کے ساتھ ساتھ عصر کی نماز بھی پڑھ لی جائے، اس کو جمع تقدیم کہتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی نماز کو مؤخر کر کے دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازیں ملا کر ایک ساتھ پڑھ لی جائیں، مثلاً ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے عصر کے وقت میں ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھ لیا جائے، اس کو جمع تاخیر کہتے ہیں، اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ جمع صوری بھی جائز ہے، جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی، حسب ضرورت مسافر کو جس میں سہولت ہو اس پر عمل کرے۔ خواہ سفر جاری ہو یا کسی مقام پر قیام کر لیا ہو۔ یہ ساری صورتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے اگر نبی اکرمؐ کو سفر میں گھر ہی پر سورج ڈھل جاتا تو آپؐ پہلے ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھ لیتے پھر سوار ہوتے اور اگر گھر پر سورج نہ ڈھلتا تو آپؐ چل پڑتے اور جب عصر کا وقت آجاتا تو اتر کر ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے، اسی طرح جب روانہ ہونے سے پہلے گھر پر ہی غروب ہو جاتا تو آپؐ مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھ کر چلتے اور اگر گھر پر سورج غروب نہ ہوتا تو آپؐ روانہ ہو جاتے، اور جب عشاء کا وقت ہوتا تو اتر کر مغرب اور عشا کی نمازیں ملا کر پڑھ لیتے۔ (مسند احمد)

اور معاذ بن جبلؓ غزوۂ تبوک کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں آفتاب کے ڈھلنے سے پہلے اگر کوچ فرماتے تو ظہر کی نماز کو مؤخر فرماتے اور عصر کے ساتھ ملا کر پڑھتے، اور جب آفتاب ڈھلنے کے بعد کوچ فرماتے تو ظہر ہی کے وقت میں ظہر اور عصر کو ملا کر ایک ساتھ پڑھ لیتے پھر چلتے اور جب آفتاب غروب ہونے سے پہلے روانہ ہوتے تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشا کی نماز کے ساتھ پڑھتے اور اگر سورج غروب ہونے کے بعد روانہ ہوتے تو عشا کو مغرب کی نماز کے ساتھ ہی ملا کر پڑھ لیتے۔ (ترمذی)

۲۔ ایک بار جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: مسلمانوں یہ وہ دن ہے جس کو خدا نے تمھارے لیے عید کا دن بنایا ہے۔ لہٰذا تم اس دن غسل کرو اور جس کو خوشبو میسر ہو تو کیا حرج ہے اگر اس کو استعمال کرے اور دیکھو مسواک ضرور کیا کرو۔ (ابن ماجہ، مؤطا)

جاہلیت میں اہل عرب اس دن کو یوم عروبہ کہا کرتے تھے، اسلام میں جب اس کو مسلمانوں کے اجتماع کا دن قرار دیا گیا تو اس کا نام جمعہ رکھا گیا، جمعہ دراصل ایک اسلامی اصطلاح ہے، یہود کے یہاں ہفتہ کا دن عبادت کے لیے مخصوص تھا کیونکہ اسی دن خدا نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات بخشی تھی۔ عیسائیوں نے اپنے آپ کو یہودیوں سے ممیز کرنے کے لیے اتوار کا دن از خود مقرر کرلیا۔ اگرچہ اس کا کوئی حکم نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا نہ انجیل ہی میں کہیں اس کا ذکر ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صلیب پر جان دینے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر سے نکل کر آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ پھر ۳۲۱ء میں رومی سلطنت نے ایک سرکاری حکم کے ذریعے سے اس کو عام تعطیل کا دن مقرر کردیا۔ اسلام نے ان دونوں ملتوں سے اپنی ملت کو ممتاز کرنے کے لیے یہ دونوں دن چھوڑ کر جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لیے اختیار کیا۔ اور اسی بنا پر اس کو مسلمانوں کی عید کا دن کہتے ہیں، اس کے علاوہ پانچ دوسری خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

جمعہ کا دن سارے دنوں میں افضل اور ممتاز ہے، خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ تمام دنوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ اس کا مرتبہ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی زیادہ ہے، اس دن میں پانچ ایسی خصوصیات ہیں (جو اور دنوں میں نہیں ہیں)۔

۱۔ اسی دن خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ ۲۔ اسی دن خدا نے آدمؑ کو زمین پر (خلیفہ بنا کر) اتارا۔

۳۔ اسی دن ان کی وفات ہوئی۔

۴۔ اسی دن میں ایک ایسی مقبول گھڑی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں اپنے خدا سے جو حلال اور پاکیزہ چیز مانگتا ہے وہ ضرور اس کو عطا کردی جاتی ہے۔

۵۔ اور اسی دن قیامت آئے گی۔ خدا کے مقرب فرشتے، آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ، دریا، کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو یوم جمعہ سے لرزتے اور ڈرتے نہ ہوں۔ (ابن ماجہ)

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں ہماری آمد کا زمانہ سب کے بعد ہے لیکن قیامت کے روز ہم سب سے آگے (جنت میں) جانے والے ہیں۔ ان (یہود و نصاریٰ) کو ہم سے پہلے کتاب ہدایت دی گئی تھی، اور ہمیں بعد میں دی گئی اور ان سب پر تعظیم جمعہ فرض کی گئی

تھی، لیکن ان لوگوں نے اس میں اختلاف کیا، اور خدا نے ہمیں اس پر قائم رہنے کی توفیق بخشی لہٰذا یہ سب ہی ہم سے پیچھے ہیں۔ یہود کل کے دن (سنیچر) کی تعظیم کرتے ہیں اور نصاریٰ پرسوں کے دن (اتوار) کی تعظیم کرتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا اہتمام جمعرات ہی سے شروع کر دیتے تھے اور فرماتے تھے:

جمعہ کی رات سفید رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔ (مشکوٰۃ)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: یوم جمعہ کے فیوض وبرکات سے درحقیقت وہی مومن مالا مال ہوتا ہے جو اس کے انتظار میں گھڑیاں گنتا رہتا ہے اور وہ غفلت شعار تو انتہائی بدنصیب ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ کب جمعہ آیا اور وہ صبح کو لوگوں سے یہ پوچھے کہ آج کون سا دن ہے۔ (احیاء العلوم)

نماز جمعہ کی فرضیت:

جمعہ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے قبل مکہ معظّمہ ہی میں آ گیا تھا۔ لیکن مکہ معظّمہ کے سنگین حالات میں یہ ممکن نہ تھا کہ مسلمان کوئی اجتماعی عبادت کر سکیں اس لیے آپؐ وہاں اس حکم پر عمل نہ کر سکے، البتہ جو لوگ آپؐ سے پہلے ہجرت کر کے مدینے پہنچ گئے تھے ان کے سردار حضرت مصعبؓ بن عمیر کو آپؐ نے تحریری حکمنامہ لکھا۔

فَاِذَا مَالَ النَّهَارُ عَنْ شَطْرِهٖ عِنْدَ الزَّوَالِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَتَقَرَّبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِرَ كْعَتَيْنِ۔

جب جمعہ کے روز دن نصف النہار سے ڈھل جائے، تو دو رکعت نماز پڑھ کر خدا کے حضور تقرب حاصل کرو۔

یہ حکمنامہ پا کر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بارہ افراد کے ساتھ مدینے میں پہلا جمعہ پڑھا۔ (دارقطنی)

اور حضرت کعب ابن مالکؓ اور ابن سیرینؒ کا بیان یہ ہے کہ اس سے بھی پہلے مدینے کے انصار نے بطور خود ہی آپس کے مشورے سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہفتے میں ایک دن مل کر اجتماعی عبادت کریں گے اور اس غرض کے لیے انھوں نے یہودیوں کے یوم سبت اور عیسائیوں کے اتوار کو چھوڑ کر یوم جمعہ کا انتخاب کیا اور مدینہ میں پہلا جمعہ اسعد بن زرارہؓ نے بیاضہ کے علاقے میں ۴۰ افراد کے ساتھ ادا کیا۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

پھر جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو راہ میں چار دن قبا کے مقام پر قیام فرمایا اور پانچویں روز جمعہ کے دن وہاں سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے راستے میں بنی سالم بن عوف کے مقام پر پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور آپؐ نے وہیں پہلا جمعہ ادا فرمایا۔ (ابن ہشام)

نماز جمعہ کا حکم اور فضیلت واہمیت:

جمعہ کی نماز فرض عین ہے، قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے اس کی فرضیت قطعی طور پر ثابت ہے، نیز شعائرِ اسلامی میں اس کا عظیم مرتبہ ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اور جو شخص کسی عذر کے بغیر محض سستی اور لاپرواہی سے اس کو چھوڑے وہ فاسق ہے، قرآن میں ہدایت ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ الجمعہ 9:62

مومنو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو ذکر اللہ کے لیے دوڑ جایا کرو اور خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔ یہ تمھارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ سے کام لو۔

ذکر اللہ سے مراد خطبہ اور نماز ہے اور ذکرِ اللہ کے لیے دوڑنے سے مراد اہتمام اور توجہ کے ساتھ جلد از جلد پہنچنے کی کوشش ہے، اور اس غیر معمولی تاکید کی حکمت یہ ہے کہ دوسری عام نمازیں تو جماعت کے بغیر پڑھی جاسکتی ہیں، وقت نکل جائے تو قضا بھی پڑھی جا سکتی ہیں لیکن نمازِ جمعہ نہ تو بغیر جماعت پڑھی جاسکتی ہے اور نہ وقت نکل جانے کے بعد اس کی قضا ہوسکتی ہے، اس لیے اذان سننے کے بعد یہ ہرگز جائز نہیں کہ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا کا مخاطب'' خرید وفروخت میں لگا رہے یا کسی اور مشغولیت کی طرف توجہ دے، حقیقت یہ ہے کہ ان چند لمحوں میں خدا کے حضور سجود وقیام کرنے اور ذکر اللہ میں مشغول رہنے کا لازوال فائدہ دنیوی مصروفیات اور کاروبار کے قلیل اور ناپائیدار فائدے سے کہیں زیادہ ہے بشرطیکہ آدمی علم وشعور سے کام لے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جمعہ کی نماز باجماعت ہر مسلمان پر فرض ہے سوائے غلام، عورت، بچے اور بیمار کے۔ (ابوداؤد)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر نماز جمعہ لازم ہے پھر جو کسی کھیل تماشے یا کاروباری مصروفیت کی خاطر اس سے بے پرواہی برتے تو خدا اس سے بے نیازی برتے گا اور وہ پاک بے نیاز ہے۔ (دارقطنی)

جو کوئی کسی معذوری اور ضرورت کے بغیر نماز جمعہ چھوڑ دے، اس کا نام منافق کی حیثیت سے اس کتاب[1] میں لکھ دیا جائے گا جس کا لکھا نہ مٹایا جا سکتا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔ (مشکوۃ کتاب الجمعہ)

اور ارشاد فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر جاؤں، اور خود جا کر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جمعہ کی نماز میں آنے کے بجائے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا:

لوگوں کو چاہیے کہ وہ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آ جائیں ورنہ خدا ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غفلت میں مبتلا ہو کر رہیں گے۔ (صحیح مسلم)

اور فرمایا: جس نے جمعہ کی اذان سنی اور پھر نماز کے لیے نہیں آیا، پھر دوسرے جمعہ کو سنی اور نہیں آیا۔ اسی طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا، اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اس کا دل منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔ (طبرانی)

جمعہ قرآن وسنت کی رو سے فرض ہے اور اس کی فرضیت پر امت کا اجماع ہے۔
(مشکوۃ کتاب الجمعہ)

جمعہ ایک ایسا فرض ہے جس کی فرضیت کو محکم کرنے والی چیز قرآن وسنت ہے اور جو شخص اس کا منکر ہو اس کے کفر پر امت کا اجماع ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: جس غفلت شعار نے مسلسل کئی جمعے ترک کر دیئے، اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ (صحیح مسلم)

---

[1] اس کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی یہ کتاب انسان کی دسترس سے باہر ہے، اس کا لکھا وہی مٹا اور بدل سکتا ہے جو اس کا لکھنے والا ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی فضیلت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

جو شخص جمعہ کے دن نہایا دھویا، اور اپنے بس بھر اس نے طہارت ونظافت کا پورا پورا اہتمام کیا، پھر اس نے تیل لگایا، خوشبو لگائی اور دوپہر ڈھلتے ہی اوّل وقت مسجد میں جا پہنچا اور دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے نہیں ہٹایا (یعنی ان کے سروں اور کندھوں پر سے پھاندنے، صفوں کو چیر کر گزرنے، یا دو بیٹھے ہوئے نمازیوں کے بیچ میں جا بیٹھنے کی غلطی نہیں کی بلکہ جہاں جگہ ملی وہیں خاموشی سے بیٹھ گیا) اور نماز سنت وغیرہ ادا کی جو بھی خدا نے اس کے حصے میں لکھ دی تھی، پھر جب خطیب منبر پر آیا تو خاموش (بیٹھا خطبہ سنتا) رہا تو ایسے شخص کے وہ سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے، جو پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک اس سے سرزد ہوئے۔ (بخاری)

اور حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ میں آنے والے کے تین کردار ہیں:

۱۔ ایک وہ جو آکر فضول باتوں میں لگ جاتا ہے۔ اس کے حصے میں ان فضول باتوں کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔

۲۔ دوسرا وہ جو آکر خدا سے دعائیں کرتا ہے، اگر خدا چاہے گا تو اس کی دعائیں قبول فرمائے گا، اور نہ چاہے گا تو قبول نہ فرمائے گا۔

۳۔ تیسرا وہ جو آکر نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے، نہ کسی مسلمان کی گردن پھلانگتا ہے اور نہ کسی کو دکھ پہنچاتا ہے تو اس شخص کا یہ حسن عمل آئندہ جمعہ تک کی کوتاہیوں کے لیے اور مزید تین دن کی کوتاہیوں کے لیے کفارہ ہے۔ (ابوداؤد)

جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔

جو شخص نیک کام کرتا ہے اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا کہ جو کوئی جمعے کے دن خوب اچھی طرح غسل کرے اور سویرے ہی مسجد میں پیدل چل کر پہنچ جائے، سوار ہو کر نہ جائے، پھر سکون کے ساتھ خطبہ سنے اور خطبے کے دوران کوئی لغو کام نہ کرے تو ایسے شخص کو ہر قدم کے صلے میں ایک سال کی عبادت کا اجر وثواب ملے گا۔ ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی نمازوں کا۔ (جامع ترمذی)

نمازِ جمعہ کی شرطیں

نمازِ جمعہ صحیح اور واجب ہونے کے لیے شریعت نے کچھ شرطیں مقرر کی ہیں، اگر یہ شرطیں نہ پائیں جائیں تو جمعہ واجب نہ ہوگا۔ ان شرطوں کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ تو ایسی ہیں جو نماز کی ذات میں پائی جانی ضروری ہیں، ان کو شرائط وجوب کہتے ہیں، کچھ شرطیں ایسی ہیں جن کا وجود خارج میں پایا جانا ضروری ہے۔ ان کو شرائط صحت کہتے ہیں۔

شرائط وجوب

نماز جمعہ واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

(۱) مرد ہونا، عورت پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔

(۲) آزاد ہونا، غلام پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔

(۳) بالغ ہونا اور عاقل ہونا، بچے اور مجنون پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

(۴) مقیم ہونا، مسافر پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے۔

(۵) صحیح اور تندرست ہونا، بیمار اور معذور پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

بیمار سے مراد ایسا بیمار ہے جو جامع مسجد تک نہ جا سکتا ہو، رہا وہ معمولی بیمار جو چل پھر سکتا ہو اور جامع مسجد تک پہنچنے کی سکت رکھتا ہو تو اس پر جمعہ واجب ہے۔

معذور دو قسم کا ہو سکتا ہے، ایک وہ جس کی ذات میں کوئی عذر ہو مثلاً اپاہج ہو، نابینا ہو، یا بڑھاپے کی وجہ سے مسجد تک نہ جا سکتا ہو، دوسرا معذور وہ ہے جس کو خارج سے کوئی عذر لاحق ہو گیا ہو مثلاً طوفانی بارش ہو رہی ہو، یا راستے میں کوئی موذی جانور ہو یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو۔

شرائطِ وجوب نہ پائے جانے کی صورت میں نماز جمعہ کا حکم:

نماز جمعہ واجب تو اسی شخص پر ہوگی جس میں یہ پانچوں شرطیں پائی جائیں، یعنی صرف اسی عاقل بالغ آزاد مرد پر نماز جمعہ واجب ہوگی جو صحت منداور مقیم ہو لیکن کوئی ایسا شخص جس میں یہ ساری شرطیں یا کچھ شرطیں نہ پائی جائیں وہ اگر نماز جمعہ پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہوگی یعنی اس کو نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد نمازِ ظہر پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ مثلاً کوئی خاتون مسجد میں جا کر نمازِ جمعہ پڑھ لے تو ان کی نمازِ جمعہ درست ہوگی اور پھر ان کو

ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

شرائط صحت

نمازِ جمعہ صحیح ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ اگر یہ پانچ شرطیں پوری نہ ہوں تو نمازِ جمعہ درست نہ ہوگی اور ان شرائطِ کے بغیر اگر کچھ لوگ نمازِ جمعہ پڑھیں گے تو ان کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ ظہر کی نماز پڑھیں، شرائط صحت یہ ہیں:

(۱) مصر جامع۔ (۲) وقت ظہر۔ (۳) خطبہ۔ (۴) جماعت۔ (۵) اذنِ عام۔

اور اگر اسلامی حکومت ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ مسلمان حکمران خود یا اس کا کوئی مقرر کردہ نائب قیام جمعہ کا نظم کرے۔

شرائط جمعہ کی توضیح

(۱) مصر جامع:

جنگل، دیہات اور عارضی قیام گاہوں میں نماز جمعہ درست نہیں۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے: جمعہ اور عیدین کی نمازیں مصر جامع کے سوا کسی دوسری جگہ درست نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

مصر جامع سے مراد ہر وہ شہر یا بڑی بستی ہے جہاں ایسے مسلمان جن پر جمعہ واجب ہے اتنی تعداد میں رہتے ہوں کہ اگر وہ سب اس بستی کی کسی بڑی مسجد میں جمع ہونا چاہیں تو اس میں ان سب کے لیے گنجائش نہ ہو[1]۔

---

[1] مصر جامع کی تعریف عام طور پر حنفی فقہا نے یہی کی ہے لیکن اس کے علاوہ بہت سی تعریفیں منقول ہیں۔ مثلاً یہ کہ جس جگہ کی آبادی دس ہزار ہو وہ مصر ہے یا مصر وہ ہے جہاں ہر پیشے کا آدمی اپنے پیشے سے بسر اوقات کر سکتا ہو، یا یہ کہ امام وقت جس مقام کو مصر قرار دے اور اقامتِ جمعہ کا حکم کرے وہی مصر ہے، یا یہ کہ مصر اس مقام کو کہتے ہیں جہاں بازار اور سڑکیں اور محلے ہوں اور کوئی حاکم ایسا ہو جو ظالم سے مظلوم کا انصاف لے اور کوئی عالم ایسا ہو جس کی طرف مسائل میں رجوع کیا جا سکے، اس کے علاوہ بھی فقہا سے بہت سی تعریفیں منقول ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر جامع کا کوئی ایک واضح اور متعین مصداق نہیں ہے کہ دوٹوک انداز میں یہ فیصلہ دیا جا سکے کہ نمازِ جمعہ صرف شہر میں پڑھی جا سکتی ہے، گاؤں میں پڑھنا جائز نہیں۔ دراصل فقہاء نے مصر جامع کی شرط کے اصل مقصود ہی کو اہمیت دی ہے اور اس مقصود کو اپنے اپنے الفاظ میں زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے جس میں دو باتیں خاص طور پر فقہا نے ملحوظ رکھی ہیں، ایک یہ کہ نماز جمعہ چونکہ نہایت مؤکد اور اہم فرض ہے، اس لیے زیادہ سے زیادہ مسلمان اس کو ادا کرنے کے لیے جمع ہوں، اور اس عظیم فریضہ کی سعادت سے حتی المقدور کوئی محروم نہ رہے، دوسرے یہ کہ نمازِ جمعہ لوگ منتشر طور پر الگ الگ بستیوں میں ادا نہ کریں بلکہ کسی ایک مرکزی مقام پر ادا کریں جہاں مسلمانوں کا بڑے سے بڑا اجتماع ہو سکے۔ مولانا مودودیؒ مصر جامع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں نے جہاں تک احکام پر غور کیا ہے اس سے مجھے شریعت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کو منتشر طور پر چھوٹے چھوٹے قریوں میں الگ الگ ادا کرنا مقاصد جمعہ کے لیے مفید نہیں، اس لیے شارع نے حکم دیا کہ جمعہ ''مصر جامع'' میں کیا جائے، مصر جامع کا لفظ خود اس بات کی (بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر)

دیہات میں جمعہ کی نماز:

مصر جامع کی اس شرط کو نظر انداز کر کے ہر ہر چھوٹی بستی اور ہر چھوٹے بڑے دیہات

(بقیہ حواشی گزشتہ صفحہ): طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اس سے مراد کوئی ایسی بستی ہے جو چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو یکجا کرنے والی، یا جامع الجماعات ہو، یعنی جہاں بہت سی چھوٹی بستیوں کے لوگ اکٹھے ہو کر جمعہ ادا کریں، اس غرض کے لیے دو کانوں اور بازاروں اور آبادی کی تعداد اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو مصر کی جامعیت میں کوئی دخل نہیں ہے، نہ اقامت جمعہ سے ان اجزائے مصر کا براہِ راست کوئی تعلق ہے کہ جمعہ کی نماز اپنی صحت کے لیے بازار اور بہت سی دکانیں مانگتی ہو، اس کے لیے صرف ایک ایسی بستی کی ضرورت ہے، جو مرکزی حیثیت رکھتی ہو تا کہ اطراف کے منتشر مسلمان وہاں مجتمع ہو جائیں، اگر کوئی بڑا شہر موجود ہے جسے تمدن نے خود ہی ایک مرکزی حیثیت دے رکھی ہو تو بہت اچھا ورنہ امام وقت جس بستی کو مناسب سمجھے "مصر جامع" قرار دے کر اطراف کے لوگوں کو وہاں جمع ہونے کا حکم دے سکتا ہے، چنانچہ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

وَلَوْ مَصَّرَ الْإِمَامُ مَوْضِعًا وَأَمَرَهُمْ بِالْإِقَامَةِ فِيهِ جَازَ وَلَوْ مَنَعَ أَهْلَ مِصْرٍ أَنْ يَجْتَمِعُوا لَهُ يَجْتَمِعُوا۔

اگر امام کسی جگہ کو مصر ٹھہرا دے اور لوگوں کو وہاں جمعہ قائم کرنے کا حکم دے تو وہاں نماز جائز ہے اور اگر کسی مقام کے باشندوں کو جمعہ قائم کرنے سے منع کر دے تو ان کو قائم نہ کرنا چاہیے۔ (جلد اوّل صفحہ ۴۰۹)

لیکن اگر امام موجود نہ ہو تو جس طرح مسلمانوں کی رضامندی سے جمعہ قائم ہو سکتا ہے اور جس طرح ان کی مرضی سے قاضی مقرر ہو سکتا ہے اسی طرح ان کی تراضی امام کی قائم مقام بن کر کسی بستی کو "مصر جامع" بھی ٹھہرا سکتی ہے۔ پھر ایک نہایت ہی معقول اور عملی تجویز پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے مصر کی جو تعریف کی ہے اس کو اختیار کرنے سے اکثر و بیشتر دیہاتی مسلمانوں کے لیے بلکہ خانہ بدوش مسلمانوں کے لیے بھی صحیح شرعی طریقے پر جمعہ ادا کرنا ممکن ہو جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دیہی علاقوں کو چھوٹے چھوٹے حلقوں میں تقسیم کیا جائے جن کا دور مقامی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے ۴۔۵ میل سے لے کر ۸۔۹ میل تک ہو۔ ان حلقوں میں ایک مرکزی مقام کو مسلمان باشندوں کی باہمی رضامندی سے مصر جامع قرار دیا جائے، اور گرد و پیش کے دیہات کو توابع مصر قرار دے کر اعلان کر دیا جائے کہ اس کے مسلمان باشندے وہاں آ کر جمعہ کی نماز ادا کریں۔ یہ نظام نہ صرف احادیث صحیحہ کی رو سے درست ہوگا بلکہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات کے بھی خلاف نہ ہوگا۔ فقہا نے توابعِ مصر کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ بعض لوگوں نے توابع مصر کی حد نو میل مقرر کی ہے بعض نے دو میل، بعض نے چھ میل اور بعض کہتے ہیں کہ جس مقام سے مصر میں آ کر نماز ادا کرنے کے بعد آدمی رات ہونے سے پہلے پہلے اپنے گھر پہنچ سکے وہ توابع مصر میں شمار ہوگا۔ صاحب بدائع نے اسی آخری تعریف کو پسند کیا ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الجمعة عَلَى اُواه الليل الى اَهْلِهٖ۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جمعہ اس پر فرض ہے جو نمازِ جمعہ پڑھ کر رات سے پہلے پہلے اپنے گھر پہنچ سکے۔

اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: كَانَ النَّاس يتابون الجمعة من منازلهم وَالعوالى. لوگ جمعہ کے روز اپنی فرودگاہوں اور عوالی سے آیا کرتے تھے۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلاَهْلُ عَسٰى اَنْ يَتَّخِذَ الضُّبَّةَ مِنَ الْغنم عَلٰى رْس ميل او ميلين فَتَعذر عَلَيه الكلاء فير تفع ثم تجئ الجمعة فلا يجمى ولا يشهدهَا (ثلاثا) حتٰى يطبع عَلٰى قلبه.

حضورؐ نے فرمایا کہ سنو! تم میں سے ایک شخص بکریوں کا ریوڑ لیے ہوئے چارے کی تلاش میں تو میل دو میل چلا جائے مگر جب جمعہ آئے تو اس میں شریک ہونے کے لیے یہاں نہ آئے (یہ جملہ آپؐ نے تین مرتبہ دہرایا۔ پھر فرمایا) ایسے شخص کے دل پر مہر لگائی جائے گی۔

ان احادیث اور فقہا کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ توابع مصر کی حد چھ سات میل یا اس کے قریب قریب ہے، جہاں کے باشندے نماز پڑھ کر شام تک اپنے گھر پہنچ سکیں۔ اس حد کے اندر رہنے والے تمام مسلمانوں پر خواہ وہ مستقل دیہات میں رہتے ہوں یا خانہ بدوش ہوں، مصر جامع میں حاضر ہو کر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے جیسا کہ ابن ہمام نے فتح میں لکھا ہے:

وَمَنْ كَانَ من مكان من توابع المصر فحكمه حكم اهل المصر فى وجوب الجمعة عليه بان ياتى المصر فليصلها فيه. (جلد اول صفحہ ۴۱۱)

اور جو شخص توابع مصر میں سے کسی جگہ ہو اس کے لیے خود اہل مصر کی طرح جمعہ واجب ہے اسے مصر میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنی چاہیے۔

میں جگہ جگہ منتشر طور پر نماز جمعہ ادا کرنا، صحیح نہیں[1] بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ مل جل کر آپس کی رضامندی اور مشورے سے کسی ایک مرکزی بستی کو نمازِ جمعہ کے لیے مقرر کریں اور آس پاس کے دیہاتوں اور بستیوں سے مسلمان وہاں جمع ہو کر نماز جمعہ ادا کریں۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: اور جو شخص شہر کے مضافات کا رہنے والا ہو اس پر بھی اہل مصر کی طرح جمعہ فرض ہے اور لازم ہے کہ وہ وہاں جا کر نماز پڑھے۔ (فتح القدیر جلد ۱، صفحہ ۴۱۱)

مضافاتِ شہر سے آس پاس کی وہ بستیاں مراد ہیں جہاں سے نماز جمعہ میں شریک ہونے والے، رات آنے سے پہلے پہلے اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس پہنچ سکیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جمعہ اس پر فرض ہے جو رات تک اپنے بال بچوں تک پہنچ سکتا ہو۔ (ترمذی)

اور حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں اور مدینے کے مضافات سے نماز جمعہ کے لیے آیا کرتے تھے، گرد سے اَٹے ہوئے اور پسینہ بہہ رہا ہوتا، ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف رکھتے تھے کہ ان لوگوں میں ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کیا بہتر ہوتا کہ تم آج کے دن غسل کر لیا کرتے۔ (بخاری)

(۲) وقت ظہر:

ظہر کے وقت سے پہلے بھی نماز جمعہ درست نہیں اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد بھی درست نہیں، اور اگر نمازِ جمعہ پڑھنے کے دوران میں ظہر کا وقت جاتا رہے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ چاہے قعدۂ اخیرہ بھی تشہد کے بقدر کیا جا چکا ہو اسی وجہ سے نماز جمعہ کی قضا بھی نہیں ہے۔

(۳) خطبہ:

نماز جمعہ سے پہلے وقت کے اندر خطبہ پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اگر وقت ہونے سے

---

[1] اہل حدیث کے نزدیک شہر یا بڑی بستی کی کوئی قید نہیں ہے جہاں بھی جماعت کے لیے چند آدمی موجود ہوں وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے بحرین سے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مکتوب بھیج کر دریافت فرمایا کہ بحرین میں جمعہ پڑھا جائے یا نہیں۔ امیر المومنینؓ نے جواب میں لکھا، بِجَمِّعُوا حَیْثُمَا کُنْتُمْ تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ پڑھو۔ (ابن خزیمہ) اور یہ کہ علامہ ابن حزم محلی میں فرماتے ہیں: گاؤں میں جمعہ صحیح ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرمؐ جب مدینے میں تشریف لائے تو اس وقت مدینہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کی شکل میں الگ الگ بسا ہوا تھا۔ نبی اکرمؐ نے بنی مالک بن نجار میں مسجد تعمیر کرائی اور اس بستی میں نماز جمعہ پڑھی جو نہ تو کوئی بڑا گاؤں تھا اور نہ شہر تھا۔ (اسلامی تعلیم بحوالہ عون المعبود شرح ابی داؤد)

پہلے خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر خطبہ نماز کے بعد پڑھا گیا تب بھی نماز نہ ہوگی۔ (علم الفقہ جلد ۲، صفحہ ۱۴۷)

(۴) جماعت:

خطبہ شروع ہونے کے وقت سے اختتام نماز تک امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی موجود رہیں اور یہ تینوں آدمی وہ ہوں جو امامت کر سکیں۔ اگر عورت یا نابالغ لڑکے ہی ہوں تو نماز نہ ہوگی[1]۔

(۵) اذنِ عام:

یعنی ایسی عام جگہ پر علی الاعلان نماز پڑھی جائے جہاں ہر ایک کو آنے اور نماز پڑھنے کی کھلی اجازت ہو اور کسی کے لیے بھی کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو، اگر کسی ایسے مقام پر نمازِ جمعہ پڑھی جائے جہاں عام لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا وہاں کے دروازے بند کر کے نماز پڑھی جائے تو نماز جمعہ درست نہ ہوگی مثلاً کوئی رئیس اپنی کوٹھی میں نماز جمعہ کا نظم کرے لیکن وہاں عام لوگوں کو پہنچنے کی اجازت نہ ہو تو نماز نہ ہوگی۔

نمازِ جمعہ کے لیے مسلمان حکمران کی شرط:

فقہ کی کتابوں میں قیامِ جمعہ کے لیے سلطان کی شرط بھی ہے۔ یعنی مسلمان حکمران خود یا اس کا کوئی نمایندہ جمعہ قائم کرے، اس شرط کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان حکمران کے فرائض میں ایک اہم فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ نمازِ جمعہ کی اقامت کا اہتمام کرے اور اس عظیم اجتماع میں نگرانی کا نظم قائم کرے تا کہ امن وامان قائم رہے اور کوئی ہنگامہ نہ ہو، رہے وہ ممالک جہاں غیر مسلم برسرِ اقتدار ہیں تو وہاں اس شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مسلمانوں سے جمعہ ساقط نہیں ہوتا، بلکہ ان پر واجب ہے کہ وہ مل جل کر باہمی رضامندی سے نماز جمعہ پڑھیں، فقہا نے اس شرط کی یہی حیثیت سمجھی ہے، اور واضح طور پر یہی فتویٰ دیا ہے کہ جن

---

[1] ہدایہ میں ہے: لایجوز اقامتها إلّا للسلطان أوْلِمَنْ أمَرَهُ السُّلْطَانُ۔ جمعہ کی نماز اقامت سلطان یا سلطان کے مامور کردہ کسی نمایندے کے بغیر جائز نہیں۔

ممالک میں غیر مسلم حکمران مسلط ہیں وہاں مسلمانوں کو خود نمازِ جمعہ کا اہتمام کرنا چاہیے[1]۔

جمعہ کی سنتیں:

جمعہ کی سنتیں آٹھ ہیں، اور یہ سب مؤکدہ ہیں۔

چار رکعت فرضوں سے پہلے (ایک سلام سے)۔

اور چار رکعت فرضوں کے بعد (ایک سلام سے[2]) یہ امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔

صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کی دس سنتیں ہیں چار فرضوں سے پہلے، اور چھ فرضوں کے بعد، پہلے چار رکعت (ایک سلام سے) پھر دو رکعت[3]۔

جمعہ کے احکام وآداب:

(۱) جمعہ کے دن طہارت ونضافت کا اہتمام کرنا، بال اور ناخن کٹوانا، بہتر سے بہتر لباس جو میسر ہو زیب تن کرنا، خوشبو لگانا اور پہلے سے جامع مسجد جا پہنچنا مسنون ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو شخص جمعہ کے دن نہائے، اچھے کپڑے پہنے اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگائے اور جمعہ کی نماز کے لیے آئے، اور لوگوں کی گردنوں پر سے نہ پھاندے۔ پھر کچھ نماز پڑھے جو خدا نے اس کے مقدر میں لکھی ہے اور امام کے آنے سے نماز ختم ہونے تک خاموش رہے تو اس کے

---

[1] فقہ کی مشہور کتاب شامی میں ہے: وَمَا فی یلاد عَلیها وَلاۃ کفّار فیُجوز لِلْمُسْلِمِیْنَ اقَامَۃ الجُمُع وَالاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین وَیَجِبُ عَلَیْهِم طلب وَالٍ مسلمٍ۔ رہے وہ ممالک جہاں کافر حکمران مسلط ہیں تو ان میں مسلمانوں کے لیے درست ہے کہ وہ جمعہ اور عیدین کا بطور خود اہتمام کریں، اور وہاں مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے جو قاضی بنالیا جائے وہ ان کا قاضی ہوگا اور ان پر مسلم حکمران کی طلب اور اس کے لیے جدوجہد واجب ہے۔

اور مولانا عبدالحئ فرنگی محلی نے تو نہایت وضاحت سے لکھا ہے کہ جن ملکوں میں غیر مسلم حکومتیں قائم ہوجائیں وہاں کے مسلمانوں پر جمعہ پڑھنا واجب ہے، مغلیہ دور کے بعد جب ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط ہوا تو یہ مسئلہ اٹھا کہ یہاں اب جمعہ پڑھا جائے یا نہیں، بعض جامد قسم کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ چونکہ جمعہ کے لیے مسلمان حکمران کی شرط ہے۔ اس لیے اب ہندوستان میں جمعہ نہ پڑھنا چاہیے لیکن مولانا عبدالحئ صاحب فرنگی محلی نے دوٹوک انداز میں وضاحت کی کہ ہندوستان میں مسلمان حکمران نہ رہنے کے باوجود مسلمانوں پر جمعہ واجب ہے۔ انه لاشك فی وجوب الجمعة وصحة اداءها فی بلاد الهند التی غلبت علیه النصارٰی وجعلوا علیها وُلَاۃً کفار اوذلك باتفاق المسلمین وتراضیهم ومن افتی بسقوط الجمعة لفقد شرط السلطان فقد ضَلَّ وَاَضَلّ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلادِ ہند میں جہاں نصاریٰ کا غلبہ ہوگیا ہے اور انھوں نے کافر حکام مقرر کردیئے ہیں۔ جمعہ واجب ہے اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق اور رضامندی سے اس کا ادا کرنا درست ہے جس کسی نے سقوطِ جمعہ کا فتویٰ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔"

(تفہیمات دوم از مولانا مودودیؒ، صفحہ ۴۱۰)

[2] علم الفقہ، جلد ۲۔ [3] عین الہدایہ جلد اول، باب صلوۃ الجمعہ۔

اس عمل سے ان سارے گناہوں کی تلافی ہو جائے گی جو پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک اس سے سرزد ہوئے تھے۔ (ابوداؤد)

(۲) اگر اہتمام کے باوجود کبھی غلطی سے یا کسی کوتاہی سے جمعہ کی نماز نہ ملے تو پھر ظہر کی چار رکعت فرض پڑھنی چاہیے اور کچھ صدقہ وخیرات کر دینا چاہیے، اسی طرح وہ معذور جو کسی کی تیمارداری یا طوفانی بارش کی وجہ سے یا دشمن وغیرہ کے خوف سے مسجد میں نہ جا سکتا ہو وہ بھی ظہر کی چار رکعت فرض پڑھے۔

(۳) بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ دے وہی نمازِ جمعہ بھی پڑھائے لیکن کسی وجہ سے اگر کوئی دوسرا شخص نماز جمعہ پڑھا دے تو یہ بھی درست ہے۔ (درمختار)، البتہ یہ ضروری ہے کہ نمازِ جمعہ وہی شخص پڑھائے جس نے خطبہ سنا ہے، اگر کوئی ایسا شخص نماز پڑھائے گا جس نے خطبہ نہ سنا ہو تو نماز نہ ہوگی۔

(۴) بستی کے سارے لوگ ایک ہی جامع مسجد میں جمع ہو کر نمازِ جمعہ پڑھیں تو یہ زیادہ بہتر ہے، لیکن شہر یا بڑے قصبے میں کئی کئی مقامات پر نمازِ جمعہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ (بحرالرائق)

(۵) شہر میں یا ایسی بستی میں جہاں نمازِ جمعہ ہوتی ہو، نمازِ جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا حرام ہے[1] اور اگر کوئی بیمار یا معذور آدمی پڑھے تو مکروہ تنزیہی ہوگا۔ معذور اور بیمار آدمی کو نمازِ جمعہ ہو جانے کے بعد نمازِ ظہر پڑھنا چاہیے۔

(۶) بیمار اور معذور لوگ جن پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے، جمعہ کے دن ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں۔ جمعہ کے دن ایسے لوگوں کو نمازِ ظہر جماعت سے ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

(۷) نمازِ جمعہ خطبے کے مقابلے میں لمبی پڑھنی چاہیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

نمازِ جمعہ کا طویل ہونا اور خطبہ مختصر ہونا اس بات کی علامت ہے کہ خطیب دین کی گہری سمجھ اور بصیرت رکھتا ہے لہٰذا تم نماز طویل پڑھو[2] اور خطبہ مختصر کر دو[3]۔

۱۔ علم الفقہ، جلد ۲۔ ۲۔ درمختار۔

۳۔ طویل نماز سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ خطبہ کے مقابلے میں طویل ہو ورنہ نماز میں مقتدیوں کا لحاظ کرتے ہوئے اعتدال کا خیال رکھنا چاہیے چنانچہ خود صحیح مسلم میں یہ روایت بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز درمیانی ہوتی تھی اور آپؐ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔

(۸) اگر کوئی مسبوق قعدۂ آخیرہ میں آ کر جماعت میں شامل ہو جائے یا سجدۂ سہو کے بعد تشہد میں آ کر شریک ہو جائے۔ تب بھی اس کی نمازِ جمعہ درست ہے، جب امام سلام پھیر لے، تو وہ کھڑے ہو کر نمازِ جمعہ کی دو رکعت ہی ادا کرے۔

(۹) جمعہ کا اہتمام پنج شنبہ کے دن ہی سے کرنا چاہیے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے کہ آپؐ پنجشنبہ کے دن سے ہی اہتمام شروع فرما دیتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

(۱۰) جمعہ کے دن ذکر و تسبیح، تلاوتِ قرآن، دعا اور استغفار، صدقہ و خیرات، مریضوں کی عیادت، جنازے کی شرکت، گورستان کی سیر اور دوسرے نیکی اور بھلائی کے کاموں کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
پانچ نیکیاں ایسی ہیں کہ جو شخص ان کو ایک دن میں کرے گا خدا اس کو اہل جنت میں لکھ دے گا:

(۱) بیمار کی عیادت کرنا۔

(۲) جنازے میں شریک ہونا۔

(۳) روزہ رکھنا۔

(۴) نماز جمعہ پڑھنا۔

(۵) غلام کو آزاد کرنا۔

اور حضرت ابوسعیدؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا، اس کے لیے دوسرے جمعہ تک ایک نور روشن رہے گا۔ (نسائی)

اور حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص جمعہ کی شب میں سورۂ ''اَلدُّخَانُ'' کی تلاوت کرتا ہے۔ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (جامع ترمذی)

نیز آپؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں جو دعا بھی مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ (بخاری)

یہ گھڑی کون سی ہے اس سلسلے میں علما کے کئی قول ہیں جن میں دو قول زیادہ صحیح مانے گئے ہیں، ایک یہ کہ جب امام خطبے کے لیے منبر پر آتا ہے اس وقت سے نماز ختم ہونے تک کا وقت جمعہ کا وہی مقبول وقت ہے، دوسرا یہ کہ وہ جمعہ کے دن کے وہ آخری لمحات ہیں، جب سورج غروب ہونے لگے، مناسب یہ ہے کہ ان دونوں ہی اوقات میں دعا کا اہتمام کیا جائے۔

(۱۱) جمعہ کی نماز کے لیے بہت پہلے سے مسجد پہنچنے کی کوشش مستحب ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص جمعہ کے روز نہایت اہتمام کے ساتھ اس طرح نہایا جس طرح پاکی حاصل کرنے کے لیے غسل کیا جاتا ہے۔ پھر اوّل وقت مسجد میں جا پہنچا تو اس نے گویا ایک اونٹ کی قربانی کی، اور جو اس کے بعد دوسری ساعت میں پہنچا تو اس نے گویا گائے یا بھینس کی قربانی کی، اور جو اس کے بعد تیسری ساعت میں پہنچا تو اس نے گویا سینگ والا مینڈھا قربان کیا، اور جو اس کے بعد چوتھی ساعت میں پہنچا تو اس نے گویا خدا کی راہ میں انڈا قربان کیا، پھر جب خطیب خطبہ دینے کے لیے نکل آتا ہے تو فرشتے مسجد کا دروازہ چھوڑ دیتے ہیں (اور اپنا رجسٹر بند کر کے) خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آ بیٹھتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

(۱۲) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ الٓمٓ السجدہ اور سورۂ الدھر پڑھنا سنت ہے۔

(۱۳) جمعہ کی نماز میں سورۂ الجمعہ اور سورۂ المنافقون یا سورۂ الاعلیٰ اور الغاشیہ پڑھنا سنت ہے۔

(۱۴) مسجد میں جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے، لوگوں کے سروں اور کندھوں پر سے پھاند پھاند کر جانا مکروہ ہے، اس سے لوگوں کو جسمانی تکلیف بھی ہوتی ہے اور قلبی کوفت بھی اور ان کی توجہ اور یکسوئی میں بھی خلل پڑتا ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو شخص پہلی صف کو چھوڑ کر دوسری صف میں اس لیے کھڑا ہوا کہ اس کے مسلمان بھائی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تو خدا تعالیٰ اس کو پہلی صف والوں سے دوگنا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ (طبرانی)

(۱۵) جمعہ کے دن کثرت سے نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمھارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدمؑ کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کی وفات ہوئی اور اسی دن قیامت آئے گی لہٰذا اس دن تم مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ تمھارا درود وسلام میرے حضور پیش ہوتا ہے۔

صحابہؓ نے کہا، یارسول اللہ! آپؐ کا جسم تو بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ ارشاد فرمایا: خدا نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے۔ (ابوداؤد، نسائی)

خطبے کے احکام وآداب:

(۱) خطیب دو خطبے دے۔ خطبۂ اولیٰ میں سامعین کو دین کے احکام بتائے اور عمل پر ابھارے[1] اور دوسرے میں قرآن مجید کی کچھ آیتیں پڑھے، رسولؐ پر درود بھیجے اور اصحاب رسول ﷺ اور عام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

---

[1] ظاہر ہے کہ خطبے کا یہ بنیادی مقصد کما حقہ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب خطیب سامعین کو اسی زبان میں خطاب کرے جس کو سامعین سمجھتے ہوں، لیکن عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ دینے کے مسئلے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ خطبۂ اولیٰ جو فی الواقع وعظ وارشاد اور تذکیر وتفہیم کے لیے ہے۔ وہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی دیا جاسکتا ہے البتہ خطبۂ ثانیہ لازماً عربی میں ہونا چاہیے اور جہاں مسلمانوں کا کوئی بین الاقوامی اجتماع ہو تو وہاں عربی زبان ہی میں دونوں خطبے ہونے چاہییں اس موضوع پر مولانا مودودیؒ اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہونا یہ چاہیے کہ خطبے کا ایک حصہ (یعنی خطبہ ثانیہ) تو لازماً عربی میں ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسولِ اکرمؐ اور آپؐ کے آل واصحاب پر صلوٰۃ وسلام اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ اس کے بعد دوسرا حصہ جس میں احکام اور مواعظ اور ضروریاتِ زمانہ کے لحاظ سے اسلامی تعلیمات ہوں وہ ایسی زبان میں ہونا چاہیے جس کو حاضرین یا ان کی اکثریت سمجھتی ہو اور اس غرض کے لیے بھی زیادہ تر ان زبانوں کو ترجیح دی جانی چاہیے جو مسلمانوں میں بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہوں، مثلاً ہندوستان میں صوبہ دار زبانوں اور مقامی بولیوں کے بجائے زیادہ تر اردو زبان کا خطبہ ہونا چاہیے کیونکہ اسے قریب قریب ہر صوبے کے مسلمان سمجھتے ہیں البتہ دور دراز گوشوں میں جہاں اردو سمجھنے والے کم ہیں مقامی زبانوں کو بھی خطبے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن جہاں مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع ہو وہاں عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبہ نہ ہونا چاہیے۔ (تفہیمات جلد ۳، صفحہ ۳۳۳)

علمائے اہلِ حدیث بھی عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطبہ دینے کو جائز بلکہ مستحسن سمجھتے ہیں، مولانا عبدالسلام بستوی تحریر فرماتے ہیں: خطبے کے معنی حاضرین کو خطاب کر کے وعظ ونصیحت کرنے کے ہیں اور نصیحت اسی وقت مفید ہوسکتی ہے جب سننے والوں کی زبان میں کی جائے، لہٰذا سننے والوں کی زبان میں خطبہ پڑھنا چاہیے۔ اگر سننے والے عربی داں ہوں تو عربی زبان میں اور اگر کسی دوسری زبان والے ہوں تو اسی زبان میں خطبہ دیا جائے۔ صرف عربی زبان ہی میں خطبہ دینا فرض نہیں ہے بلکہ عربی عبارت پڑھ پڑھ کر لوگوں کی زبان میں ترجمہ کر کے بھی سمجھا دینا چاہیے۔ (اسلامی تعلیم حصہ ۴، صفحہ ۱۲۰)

(۲) خطیب کو چاہیے کہ ہر جمعہ کے لیے مناسب حال مؤثر اور جامع خطبے کو تیار کرے اور ملک وملت کے حالات اور ملت کے درپیش مسائل کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی روشنی میں ہدایات دے، دین کی روشنی میں اپنے مسائل کو حل کرنے پر ابھارے اور تدبیریں بتائے، مسلمانوں کو ان کے دینی اور منصبی فرائض یاد دلائے اور ان میں دین وملت کی تڑپ پیدا کرے، اگرچہ یہ بھی جائز ہے کہ کتاب سے دیکھ کر کوئی مرتب خطبہ پڑھ دیا جائے اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کبھی کبھی بطور تبرک خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی مستند منقول خطبہ پڑھ کر سنا دیا جائے لیکن جمعہ کا خطبہ دراصل اس لیے ہے کہ مسلمانوں کا ذمہ دار فطری انداز میں ہر ہفتے، تسلسل اور نظم وترتیب کے ساتھ مسلمانوں کو دین کے احکام سنائے ان کی ذمہ داریاں واضح کرے اور پیش آمدہ مسائل میں کتاب وسنت کی روشنی میں ان کی رہنمائی کرے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ خطیب خطبے کے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے حالات کی مناسبت اور ضرورت کے لحاظ سے مسائل بیان کرے اور ہدایات دے، اور صرف کتاب پڑھ کر سنانے پر اکتفانہ کرے[1]۔

(۳) خطیب پہلا خطبہ دے کر منبر پر اتنی دیر بیٹھ جائے جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں تلاوت کی جاسکیں یا تین بار ''سبحان اللہ'' کہا جاسکے۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ دے..... پہلے خطبے میں نہایت موثر انداز میں جوش ووقار کے ساتھ قوم کو دین کے احکام بتائے اور عمل پر ابھارے، خطبے میں مؤثر، پروقار اور پرجوش انداز اختیار کرنا مستحب ہے، اور دوسرے خطبے میں قرآن کی کچھ آیات اور درود وسلام اور اصحابِ رسولؐ اور عام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

---

[1] مولانا مودودیؒ صاحب خطبے کے اصل مقصد پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''دراصل یہ چیز اس لیے مشروع نہیں کی گئی تھی کہ لوگ ہفتے میں ایک بار نماز سے پہلے رسمی طور پر اسی قسم کی ایک چیز سن لیں جیسی مسیحی گرجاؤں میں درس (Serman) کے نام سے سنائی جاتی ہے بلکہ اس کو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا ایک متحرک اور کارفرما پرزہ بنایا گیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ہفتے میں ایک مرتبہ لازمی طور پر تمام مسلمانوں کو جمع کر کے اللہ پاک کے احکام سنائے جائیں، دین کی تعلیمات ان کے ذہن نشین کی جائیں۔ ان کی جماعت میں یا ان کے افراد میں جو کچھ خرابیاں رونما ہوں، ان کی اصلاح کی جائے قومی فلاح وبہبود کے کاموں کی طرف توجہ دلائی جائے نیز اسلامی حکومت میں امام براہِ راست خود اپنی حکومت کی پالیسی پبلک کے سامنے پیش کرتا رہے اور وہیں عوام الناس میں سے ہر ایک کو اس سے سوال کرنے اور اس کے سامنے اپنی بات کہنے کا موقع حاصل ہو۔ (تفہیمات جلد دوم)

(۴) خطبہ نماز کے مقابلے میں مختصر ہونا چاہیے، نماز کے مقابلے میں خطبہ طویل دینا مکروہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

نماز کا طول اور خطبہ کا اختصار، خطیب کی سوجھ بوجھ اور دینی بصیرت کی علامت ہے، لہٰذا تم نماز طویل پڑھو اور خطبہ مختصر دو۔ (مسلم)

(۵) خطبے کے دوران خاموش بیٹھ کر توجہ اور یکسوئی سے خطبہ سننا واجب ہے خواہ سننے والا خطیب کے قریب ہو یا دور بیٹھا ہو۔

(۶) خطبے کے وقت خطیب کے قریب بیٹھنا، اور خطیب کی طرف رخ کرنا مستحب ہے، حدیث میں ہے کہ خطبے میں حاضر رہو اور امام سے قریب رہو۔ (مشکوٰۃ)

(۷) جب خطیب خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہو جائے تو پھر نہ نماز پڑھی جائے، نہ بات چیت کی جائے، دورانِ خطبہ نماز پڑھنا، گفتگو کرنا، ذکر و تسبیح میں مشغول ہونا، کھانا، پینا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا اور کوئی بھی ایسا کام کرنا جس سے خطبے کی سماعت میں خلل پڑتا ہو مکروہِ تحریمی ہے، اور دورانِ خطبہ کسی کو شرعی احکام بتانا اور نیکی کی تلقین کرنا بھی ممنوع ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو شخص اس وقت گفتگو کرتا ہے جب خطیب خطبہ دے رہا ہو تو اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہوئے ہو، اور جو شخص دورانِ خطبہ دوسرے سے یہ کہے ''چپ رہو'' اس کا جمعہ نہیں۔ (مسند احمد، طبرانی)

البتہ دوران خطبہ قضا نماز پڑھنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

(۸) خطبے کے دوران میں جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آئے تو دل میں درود شریف پڑھنا جائز ہے۔

(۹) دوسرے خطبے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آل و اصحابؓ، ازواجِ مطہرات بالخصوص خلفائے راشدینؓ، اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔ اسلامی حکومت کے سربراہ کے لیے دعا کرنا بھی جائز ہے البتہ خلاف واقعہ اور مبالغہ آمیز تعریف و توصیف مکروہِ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۴۸، بحوالہ درمختار)

(۱۰) رمضان کے آخری جمعہ (جمعۃ الوداع) کے خطبے میں فراق وداع کے مضامین پڑھنا اگرچہ ممنوع نہیں ہیں لیکن چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام سے ایسی کوئی چیز منقول نہیں ہے نہ فقہ کی مستند کتابوں ہی میں کہیں اس کا ذکر ہے اس لیے مستقل طور پر اس طرح کے مضامین پڑھنا مناسب نہیں۔ اس طرح عوام ایک ایسی بات کو جو صرف مباح ہے، سنت سمجھنے لگتے ہیں، جیسا کہ آج کل جمعۃ الوداع کے خطبے کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے، اور وداعی خطبہ نہ پڑھنے والے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا اور عام لوگ جمعۃ الوداع کی ایک مستقل شرعی حیثیت سمجھنے لگے ہیں اس لیے مناسب یہ ہے کہ اس اہتمام سے پرہیز کیا جائے۔ (علم الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۴۸)

(۱۱) خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر جماعت شروع کر دینا سنت ہے۔ خطبے اور نماز کے درمیان کسی دنیوی کام میں لگنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ وقفہ طویل ہو جائے، مثلاً خطیب کھانا کھانے بیٹھ جائے، یا کسی سے کاروباری معاملہ طے کرنے لگے تو خطبہ دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، ہاں اگر کوئی دینی ضرورت پیش آجائے جس کا کرنا اسی وقت ناگزیر ہو مثلاً کسی کو شرعی حکم بتانا ہے یا وضو کی ضرورت ہے، یا خطبے کے بعد معلوم ہوا کہ غسل کی حاجت تھی[1] تو اس وقفے میں کوئی کراہت نہیں اور نہ اس صورت میں خطبہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔

نماز اور خطبے میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال:

خطبے میں ضرورت کے وقت لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہے اور نماز میں بھی ضرورت کے وقت لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے سے کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی[2]۔

---

[1] واضح رہے کہ خطبے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے حد یہ ہے کہ اگر بھولے سے کسی نے حالت جنابت میں بھی خطبہ پڑھ دیا تو اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ (وَلَوْ خَطَبَ قَاعِدًا اَوْعَلٰی غَیْرِ طَهَارَةٍ جَازَ) (ہدایہ جلد ۱) اور اگر خطیب نے بیٹھ کر یا پاک نہ ہونے کی حالت میں خطبہ دیا تو یہ جائز ہے)

[2] مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ اس مسئلے پر مفصل اظہار خیال کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''فقہاء رحم اللہ علیہم کی مذکورہ تصریحات سے اور صحابۂ کرام کے تحویل قبلہ والے عمل سے قوی پہلو یہی ہے کہ فسادِ نماز کا حکم نہیں ہونا چاہیے۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام صفحہ ۸۹)

اور مولانا مودودیؒ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو جائز بلکہ مستحسن قرار دیے جانے کے واضح دلائل دینے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''یہ دلائل ہیں جن کی بنا پر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو نہ صرف جائز بلکہ احسن سمجھتا ہوں اور میرا وجدان تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ آلہ موجود ہوتا، تو آپؐ یقیناً اس کو نماز اور اذان اور خطبے میں استعمال فرماتے، جس طرح آپؐ نے غزوۂ خندق میں خندق کھودنے کا ایرانی طریقہ بلا تامل اختیار فرمایا۔'' (تفہیمات، جلد ۲)

اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کی حرمت:

جمعہ کی پہلی اذان سنتے ہی سارا کاروبار اور خرید وفروخت ختم کر کے خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کے لیے اہتمام کے ساتھ روانہ ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ جمعہ کی اذان سننے کے بعد خرید وفروخت کرنا حرام ہے۔ قرآنِ حکیم میں واضح ہدایت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط الجمعہ 62:9

اے ایمان والو! جب نماز کے لیے جمعہ کے دن اذان ہو تو دوڑ پڑو۔ اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ ذِکْرِ اللہ، سے مراد خطبہ ہے یا پھر خطبہ اور نماز دونوں ہیں اور نُوْدِیَ میں جس اذان کا ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو خطبے سے پہلے خطیب کے سامنے دی جاتی ہے نہ کہ وہ اذان جو خطبے سے بہت پہلے یہ اطلاع دینے کے لیے دی جاتی ہے کہ جمعہ کا وقت شروع ہو چکا ہے، حدیث میں حضرت سائبؓ بن یزید کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں صرف یہی ایک اذان دی جاتی تھی اور یہ اس وقت دی جاتی تھی جب خطیب منبر پر بیٹھ جاتا تھا پھر ابوبکر وعمرؓ کے دور میں جب مدینہ کی آبادی کافی بڑھ گئی تو انھوں نے ایک اور اذان رائج فرمائی جو مدینہ کے بازار میں ان کے مکان زوراء پر دی جاتی تھی۔ (بخاری، ابوداؤد، نسائی)

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ نُوْدِیَ سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزولِ قرآن کے وقت تھی، یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے کیونکہ اس سے پہلی اذان، بعد کو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہؓ کے اجماع سے مقرر ہوئی، لیکن اشتراکِ علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے البتہ اذانِ قدیم میں یہ حکم منصوص اور قطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ اور ظنّی ہوگا۔

خطبے کا مسنون طریقہ:

طہارت اور صفائی کا پورا اہتمام کرنے کے بعد خطیب منبر پر سامعین کی طرف رخ

کر کے بیٹھے اور مؤذن خطیب کے سامنے اذان دے۔ اذان ختم ہوتے ہی خطیب منبر پر کھڑا ہو جائے، اور دل میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر بلند آواز سے خطبہ شروع کرے۔

پہلے خدا کی حمد وثنا کرے۔ پھر توحید ورسالت کی شہادت دے۔ اور پھر نہایت وقار، جوش اور اہمیت[1] کے ساتھ جامع اور مختصر وعظ وتذکیر کرے، پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جائے[2] اور پھر دوبارہ کھڑے ہو کر خطبہ ثانیہ شروع کرے۔ خطبہ ثانیہ میں حمد وثناء اور شہادت کا اعادہ کرے، قرآنِ پاک کی کچھ آیتیں پڑھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھے، اور آپؐ کے آل واصحاب بالخصوص خلفائے راشدین اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کے لیے دعا کرے اور پھر عام مسلمانوں کے لیے دعا کر کے خطبہ پورا کرے اور خطبہ ختم کرتے ہی نماز کے لیے کھڑا ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف مواقع پر جو خطبے ارشاد فرمائے ہیں، ان کے کچھ حصے حدیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔ یہ خطبے نہایت ہی فصیح وبلیغ، مؤثر، جامع، مختصر اور زوردار ہیں۔ ذیل میں نمونے کے طور پر ہم آپؐ کا ایک خطبہ نقل کرتے ہیں کہ کبھی کبھی بطورِ تبرک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ اور اس کا مطلب خیز ترجمہ بھی خطیب سنا دیا کرے۔

تبوک کا ایک جامع خطبہ[3]

خدا کی بہترین حمد وثنا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ۔

۲۔ وَاَوْثَقَ الْعُرٰی کَلِمَۃُ التَّقْوٰی۔

۱؎ نبی اکرمؐ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو جوش وجذبے میں آپؐ کی آواز بلند ہو جاتی اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ خطبہ دیتے وقت نبیؐ کی کیفیت یہ ہوتی کہ جیسے کوئی شخص کسی ایسے دشمن کی فوج سے اپنے لوگوں کو خبردار کر رہا ہو جو چڑھائی کرنے ہی والا ہو۔

۲؎ اتنی دیر میں جس میں تین بار سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا جا سکے۔

۳؎ خطبے کے ہر ہر جملے پر نمبر دے کر وہی نمبر ترجمے کے جملوں پر بھی دے دیے ہیں تاکہ ترجمہ آسانی سے سمجھا جا سکے۔

٣۔ وَخَيْرُ الْمِلَلِ مِلَّةُ اِبْرَاهِيْمَ۔

٤۔ وَخَيْرُ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ۔

٥۔ وَاَشْرَفُ الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللهِ۔

٦۔ وَاَحْسَنُ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ۔

٧۔ وَخَيْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا۔

٨۔ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا۔

٩۔ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ الْاَنْبِيَاءِ۔

١٠۔ وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ۔

١١۔ وَاَعْمَى الْعَمٰى الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى۔

١٢۔ خَيْرُ الْاَعْمَالِ مَانَفَعَ۔

١٣۔ خَيْرُ الْهَدْيِ مَا اتُّبِعَ۔

١٤۔ وَشَرُّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ۔

١٥۔ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّلْفٰى۔

١٦۔ وَمَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى۔

١٧۔ شَرُّ الْمَعْذِرَةِ حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ۔

١٨۔ وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

١٩۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا يَاْتِي الْجُمُعَةَ اِلَّا دُبُرًا۔

٢٠۔ وَمَنْ لَّا يَذْكُرُ اللهَ اِلَّا هُجْراً۔

٢١۔ وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ۔

٢٢۔ وَخَيْرُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ۔

٢٣۔ وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوٰى۔

٢٤۔ وَرَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ۔

٢٥۔ وَخَيْرُ مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ۔

٢٦۔ وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ۔

٢٧۔ وَالنِّيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ۔

۲۸۔ وَاَلْغُاُوْمِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ۔

۲۹۔ وَالسَّكْرَ كِيْ مِنَ النَّارِ۔

۳۰۔ وَالشِعْرُ مِنْ اِبْلِيْسِ۔

۳۱۔ وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ۔

۳۲۔ وَشَرُّ الْمَاْكَلِ مَاكَلُ مَالِ الْيَتِيْمِ۔

۳۳۔ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وَّعِظَ بِغَيْرِهٖ۔

۳۴۔ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ۔

۳۵۔ وَاِنَّمَا يَصِيْرُ اَحَدُ كُمْ اِلٰى مَوْضِعِ اَرْبَعَةِ اَزْرُعٍ

۳۶۔ وَالْاَمْرُ اِلَى الْاٰخِرَةِ۔

۳۷۔ وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ

۳۸۔ وَشَرُّ الرُّؤْيَا رُؤْيَا الْكَذَبِ۔

۳۹۔ وَكُلُّ مَاهُوَاٰتٍ قَرِيْبٌ۔

۴۰۔ وَسِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ۔

۴۱۔ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔

۴۲۔ وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ۔

۴۳۔ وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ دَمِهٖ۔

۴۴۔ وَمَنْ يَّتَاَلَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ

۴۵۔ وَمَنْ يَّغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ

۴۶۔ وَمَنْ يَّعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ۔

۴۷۔ وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ اللّٰهُ۔

۴۸۔ وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ۔

۴۹۔ وَمَنْ يَّتَّبِعُ السُّمْعَةَ يُسَمِّعْهُ اللّٰهُ۔

۵۰۔ وَمَنْ يَّصْبِرْ يُضَعِّفِ اللّٰهُ لَهٗ۔

۵۱۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ اللّٰهِ [1]

---

[1] زادالمعاد، جلداول، صفحہ ۲۶۲۔

پھر آپؐ نے تین بار استغفار پڑھا اور خطبہ ختم فرمایا۔

ترجمہ:

۱۔ ہر کلام سے زیادہ سچا کلام خدا کی کتاب ہے۔

۲۔ سب سے زیادہ بھروسے کے قابل کلمۂ تقویٰ ہے۔

۳۔ ساری ملتوں سے زیادہ بہتر ملّتِ ابراہیمی ہے۔

۴۔ تمام طریقہ ہائے زندگی سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

۵۔ ہر بات سے زیادہ عظمت وشرف والی بات خدا کا ذکر ہے۔

۶۔ تمام بیانوں سے بہتر بیان، قرآن ہے۔

۷۔ بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں۔

۸۔ بدترین کام بدعت کے کام ہیں۔

۹۔ بہترین طریقہ عمل انبیاء کا طریقۂ عمل ہے۔

۱۰۔ شہداء کی موت سب سے زیادہ مجد وشرف کی موت ہے۔

۱۱۔ بدترین اندھاپن یہ ہے کہ آدمی ہدایت پالینے کے بعد گمراہ ہو جائے۔

۱۲۔ بہترین عمل وہ ہے جو فائدہ بخش ہو۔

۱۳۔ بہترین رویہ وہ ہے جس کی لوگ پیروی کر سکیں۔

۱۴۔ بدترین بے نوری دل کی بے نوری ہے۔

۱۵۔ اونچا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

۱۶۔ اور وہ تھوڑا مال جو آدمی کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو اس مال سے بہت اچھا ہے جو زیادہ ہو اور آدمی کو غفلت میں مبتلا کر دے۔

۱۷۔ بدترین عذر خواہی وہ ہے جو جان کنی کے وقت کی جائے۔

۱۸۔ بدترین شرمندگی قیامت کے دن کی شرمندگی ہے۔

۱۹۔ کچھ لوگ جمعہ کی نماز کو تو آتے ہیں لیکن ان کے دل پیچھے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

۲۰۔ اور وہ بہت کم خدا کا ذکر پاتے ہیں۔

۲۱۔ جھوٹی زبان سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

۲۲۔ عظیم ترین تونگری دل کی تونگری ہے۔

۲۳۔ سب سے بہتر توشہ تقویٰ کا توشہ ہے۔

۲۴۔ حکمت ودانائی کی بنیاد خدائے عزوجل کا خوف ہے۔

۲۵۔ دل میں بٹھانے اور جمانے والی بہترین چیز یقین ہے۔

۲۶۔ شک اور تذبذب کفر کی علامت ہے۔

۲۷۔ نوحہ اور ماتم (بین کر کر کے رونا چلانا) جاہلیت کا کام ہے۔

۲۸۔ چوری اور خیانت عذابِ جہنم کا سامان ہے۔

۲۹۔ بدمست ہونا آگ میں تپنا ہے۔

۳۰۔ (لغو) شعر گوئی شیطانی کام ہے۔

۳۱۔ شراب نوشی تمام گناہوں کا سرچشمہ ہے۔

۳۲۔ بدترین غذا یتیم کا مال کھانا ہے۔

۳۳۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

۳۴۔ واقعی بدبخت وہ ہے جو پیدائشی بدبخت ہو۔

۳۵۔ اور تم میں سے ہر ایک چار ہاتھ زمین میں جانے والا ہے۔

۳۶۔ اور معاملہ آخرت میں پیش ہونے والا ہے۔

۳۷۔ عمل کا دارومدار اس کے انجام پر ہے۔

۳۸۔ اور بدترین خواب جھوٹا خواب ہے۔

۳۹۔ جو چیز چلی آرہی ہے وہ بہت قریب ہے۔

۴۰۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے۔

۴۱۔ اور مومن سے جنگ کرنا کفر (کی علامت) ہے۔

۴۲۔ مومن کا گوشت کھانا (یعنی غیبت کرنا) خدا کی نافرمانی ہے۔

۴۳۔ مومن کا مال دوسرے کے لیے ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون حرام ہے۔

۴۴۔ جو خدا سے بے نیازی برتتا ہے خدا اس کو جھٹلاتا ہے۔

۴۵۔ جودوسروں کی عیب پوشی کرتا ہے خدااس کے عیوب پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

۴۶۔ جودوسروں کومعاف کرتا ہے خدااس کومعاف فرماتا ہے۔

۴۷۔ جوغصے کو پی جاتا ہے خدااس کواس کا صلہ عطا فرماتا ہے۔

۴۸۔ جونقصان پر صبر کرتا ہے خدااس کواس کا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔

۴۹۔ جوشخص دوسروں کی برائیوں کے پیچھے پڑتا ہے خدااس کورسوا کر کے رہتا ہے۔

۵۰۔ جوصبر کا رویہ اختیار کرتا ہے خدااس کے اجر میں اضافہ فرماتا ہے۔

۵۱۔ اور جونافرمانی کا رویہ اختیار کرتا ہے خدااس کوسخت سزا دیتا ہے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

عید کا بیان

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے تو آپؐ نے دیکھا کہ مدینہ کے لوگوں نے سال میں دو دن مقرر کر رکھے ہیں جن میں وہ کھیل تفریح کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، یہ دو دن کیسے ہیں؟

لوگوں نے بتلایا کہ ہم لوگ اسلام سے پہلے ان دو دنوں میں کھیل تفریح کرتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: خدا نے ان دو دنوں کے بدلے میں ان سے زیادہ بہتر دو دن مقرر فرمائے ہیں، ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحیٰ کا دن۔

عید الفطر کی حقیقت:

ماہِ شوال کی پہلی تاریخ کو مسلمان عید الفطر کا تہوار مناتے ہیں، یہ تہوار دراصل اس حقیقی مسرت کا اظہار ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کے لیے ماہِ صیام میں، روزہ، تراویح، تلاوتِ قرآن اور صدقہ وخیرات وغیرہ کی جو عبادات مقرر فرمائی تھیں، بندے ان کو بحسن وخوبی ادا کرنے میں خدا کی توفیق اور دستگیری سے کامیاب ہوئے۔

عید الاضحیٰ کی حقیقت:

ماہِ ذوالحجہ کی دس تاریخ کو مسلمان عید الاضحیٰ کا تہوار مناتے ہیں یہ تہوار دراصل اس عظیم

قربانی کی یادگار ہے.جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے خدا کے حضور پیش فرمائی تھی، حضرت ابراہیمؑ خدا کا اشارہ پا کر خوشی خوشی اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو خدا کی رضا کے لیے قربان کرنے کو تیار ہو گئے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے یہ جان کر کہ خدا کی مرضی یہی ہے۔ خوشی خوشی اپنی گردن تیز چھری کے نیچے رکھ دی، قربانی کی اس بے مثال تاریخ کی یادگار منا کر مسلمان اپنے قول و عمل سے اس حقیقت کا اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کے پاس جان و مال کی جو متاع ہے اسی لیے ہے کہ خدا کے اشارے پر اس کو خدا کی راہ میں قربان کر دیں، وہ جانوروں کی گردن پر چھری رکھ کر اور ان کا خون بہا کر خدا سے یہ عہد کرتے ہیں کہ پروردگار جس طرح ہم تیری رضا کے لیے جانوروں کا خون بہا رہے ہیں، ضرورت پڑنے پر اسی طرح ہم اپنا خون بھی تیری راہ میں بہانے سے دریغ نہ کریں گے اور اگر یہ سعادت نصیب ہوئی تو ہم تیرے مسلم اور وفادار بندے ثابت ہوں گے۔

عید الفطر کے دن مسنون کام:

عید الفطر کے دن بارہ کام مسنون ہیں:

۱۔ اپنی آرائش و زیبائش کا اہتمام کرنا۔ ۲۔ غسل کرنا (نمازِ فجر کے بعد نمازِ عید کے لیے غسل کرے)

۳۔ مسواک کرنا۔ ۴۔ عمدہ سے عمدہ لباس پہننا (جو بھی میسر ہو چاہے نیا ہو یا دھلا ہوا ہو)

۵۔ خوشبو استعمال کرنا۔ ۶۔ صبح کو بہت جلد اٹھنا۔

۷۔ عیدگاہ میں بہت سویرے پہنچنا۔ ۸۔ عیدگاہ جانے سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کر دینا۔

۹۔ عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔

۱۰۔ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا، عیدگاہ میں نماز کے لیے جانا سنت موکدہ ہے۔ اس کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز ہمیشہ عیدگاہ میں پڑھتے تھے حالانکہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کی غیر معمولی فضیلت و عظمت ہے[1]۔

۱۱۔ ایک راستے سے پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا (واپسی میں اگر سواری سے آئیں تو کوئی حرج نہیں ہے)۔

۱۲۔ راستے میں آہستہ آہستہ تکبیر پڑھنا۔ تکبیر یہ ہے:

---

[1] البتہ ایک بار بارش ہو رہی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد ہی میں عید کی نماز پڑھائی۔ (ابوداؤد، نسائی)

اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَرْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَرْ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

عیدالاضحیٰ کے دن مسنون کام:

عیدالاضحیٰ کے دن بھی وہ سارے کام مسنون ہیں جو عیدالفطر کے دن مسنون ہیں، البتہ دو باتوں میں فرق ہے۔

۱۔ عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے۔

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ عیدالفطر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ کے لیے جانے سے پہلے ضرور کچھ کھا پی لیتے، اور عیدالاضحیٰ کے دن آپ عیدگاہ سے واپس آنے پر ہی کچھ کھاتے[1]۔

۲۔ عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیر پڑھنا مسنون ہے۔

نمازِ عید:

عید کے دن دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔

عید کی نماز کی صحت اور وجوب کے لیے بھی وہی ساری شرطیں ہیں جو جمعہ کی نماز کے لیے ہیں، البتہ عید کی نماز کے لیے خطبہ شرط نہیں نیز جمعہ کا خطبہ فرض ہے لیکن عیدین کا خطبہ سنت ہے۔

نمازِ عید کی نیت:

دو رکعت نمازِ عید[2] واجب کی نیت کرتا ہوں، چھ واجب تکبیروں کے ساتھ اور اگر کوئی عربی میں نیت کرنا چاہے تو یوں کہے:

نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْوَاجِبِ صَلٰوۃَ عِیْدِ الْفِطْرِ[3] مَعَ سِتِّ تَکْبِیْرَاتٍ وَاجِبَۃٍ۔

نمازِ عید کی ترکیب:

نمازِ عید کی نیت کر کے اللہ اکبر کہتا ہوا کان کی لو تک ہاتھ اٹھائے اور پھر ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے۔

---

[1] جامع ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں: ''تو آپؐ قربانی کا گوشت تناول فرماتے۔''

[2] اگر عیدالفطر کی نماز ہو، تو عیدالفطر کہے اور عیدالاضحیٰ کی نماز ہو تو عیدالاضحیٰ کہے۔

[3] اور عیدالاضحیٰ میں الفطر کے بجائے ''الاضحیٰ'' کہے۔

پھر تین بار اللہُ اَکْبَرْ کہے اور ہر بار تکبیر تحریمہ کی طرح کان کی لو تک ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کے بعد لٹکائے، ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر ٹھہرا رہے کہ تین بار سُبْحَانَ اللہ کہہ سکے۔

تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے بلکہ باندھ لے، اور تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور کوئی سورت ملائے۔

اور پھر حسب معمول رکوع وسجود وغیرہ کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔

دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر سورت ملائے۔ پھر رکوع میں جانے کے بجائے تین تکبیریں کہہ کر ہاتھ لٹکائے اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور پھر حسب قاعدہ نماز پوری کر لے۔

نمازِ عید کا وقت:

جب سورج اچھی طرح چمک جائے اور اس کی زردی ختم ہو کر روشنی تیز ہو جائے تو نمازِ عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اور زوالِ آفتاب تک باقی رہتا ہے، لیکن مستحب یہی ہے کہ نمازِ عیدین میں تاخیر نہ کی جائے، البتہ یہ مسنون ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز ذرا جلد پڑھ لی جائے اور عید الفطر کی نماز اس کے مقابلے میں کچھ تاخیر سے۔

نماز عید کے مسائل

(۱) اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملے تو پھر وہ شخص تنہا عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا اس لیے کہ عید کی نماز کے لیے جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عید کی نماز میں شریک ہوا لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی تو وہ شخص بھی اس نماز کی قضا نہیں پڑھ سکتا اور نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے، البتہ کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ تو پھر پڑھ سکتا ہے۔

(۲) اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز، عید کے دن نہ پڑھی جا سکی ہو تو دوسرے روز پڑھ سکتے ہیں، اور اگر یہی صورت عید الاضحیٰ میں ہو جائے۔ تو ۱۲ ذوالحجہ تک پڑھ سکتے ہیں۔

(۳) کسی عذر کے بغیر عید الاضحیٰ کی نماز میں ۱۲ ذوالحجہ تک تاخیر کرنا جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے، اور عید الفطر کی نماز میں کسی عذر کے بغیر تاخیر کرنا قطعاً جائز نہیں۔

(۴) عیدین کی نماز کے لیے نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔

(۵) خواتین[1] اور وہ دوسرے لوگ جو کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں ان کے لیے نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آ کر شریک ہوا کہ امام تکبیریں کہہ چکا ہے اور قرأت کر رہا ہے، تو وہ نیت باندھ کر پہلے تکبیریں کہہ لیں اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا ہو تو نیت باندھ کر رکوع میں تسبیح کے بجائے تکبیریں کہے لیکن ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر پوری تکبیریں کہنے سے پہلے ہی امام رکوع سے اٹھ جائے، تو یہ بھی امام کی اقتدا میں کھڑا ہو جائے۔ اس صورت میں جو تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہیں۔

(۷) اگر امام عید کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں خیال آئے تو حالت رکوع میں ہی تکبیریں کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر قیام کرنے کے لیے رکوع سے اٹھ جائے تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۸) عیدگاہ میں یا جہاں عید کی نماز پڑھی جا رہی ہو، وہاں کوئی اور نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عید کی نماز سے پہلے بھی اور عید کی نماز کے بعد بھی[2]۔

(۹) جس شخص کو عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی جماعت نہ ملے تو وہ ان نمازوں کی قضا نہ پڑھے، اس لیے کہ نماز عید کی قضا نہیں ہے[3]۔

نمازِ عید میں خواتین اور بچوں کی شرکت:

۱۔ علمائے اہل حدیث کے نزدیک نماز عیدین میں خواتین اور بچوں کی شرکت مسنون ہے۔ اس لیے کہ عید بھی جمعہ کی طرح شعائر اسلام میں سے ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے خود خواتین کو تاکید کی ہے کہ وہ عیدگاہ میں جایا کریں، حضرت ام عطیہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کنواری اور جوان لڑکیوں کو، پردہ نشین خواتین کو اور ان خواتین کو بھی جو حالت حیض میں ہوں، عیدگاہ میں لے جایا کریں البتہ وہ خواتین جو حالت حیض میں ہوں، عیدگاہ میں نماز کی جگہ سے الگ بیٹھیں، اور تکبیر کہتی رہیں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک رہیں۔ میں نے پوچھا، یا رسول اللہ! بعض خواتین کو چادر وغیرہ میسر نہیں ہوتی، (وہ کیسے عیدگاہ میں جائیں) فرمایا جس خاتون کے پاس چادر (برقعہ) ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنی بہن کو چادر میں لے چلے۔ (بخاری و مسلم، ترمذی)

اور حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نماز عید میں نبیؐ کے ساتھ گیا۔ آپؐ نے نماز پڑھائی اور پھر خطبہ دیا۔ اس کے بعد آپؐ خواتین کے مجمع کے پاس تشریف لے گئے، اور آپؐ نے ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ و خیرات کی ترغیب دی۔ (بخاری)

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ عید الفطر کی نماز کے لیے نکلے تو صرف آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ نہ ان دو رکعتوں سے پہلے آپؐ نے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔ (ترمذی جلد ۱، صفحہ ۷۰)

۳۔ اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی کو عید کی نماز جماعت سے نہ ملے تو تنہا دو رکعت پڑھ لے۔ (اسلامی تعلیم جلد ۴)

(۱۰) عید کی نماز شہر میں کئی جگہ بالاتفاق جائز ہے، جولوگ عیدگاہ جانے سے معذور ہوں ان کے لیے شہر میں نمازِ عید کا اہتمام کرنا بہتر ہے تا کہ وہ بھی سہولت کے ساتھ نمازِ عید ادا کر سکیں۔

(۱۱) عید کی نماز میں قرأت جہر سے کرنی چاہیے اور اگر وہ سورتیں پڑھی جائیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے، تو زیادہ بہتر ہے۔ آپؐ کبھی سورہ الاعلیٰ اور سورہ الغاشیہ[1] پڑھتے تھے اور کبھی سورہ قٓ اور سورہ القمر[2] پڑھا کرتے۔

خطبہ عید کے مسائل:

(۱) عیدین کا خطبہ سنت ہے لیکن اس کا سننا واجب ہے۔

(۲) عیدین کا خطبہ نمازِ عیدین کے بعد پڑھنا سنت ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدگاہ جاتے، وہاں سب سے پہلے آپؐ نماز ادا فرماتے پھر آپؐ لوگوں کی طرف پلٹتے اور ان کے سامنے کھڑے ہو جاتے، لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے آپؐ وعظ و تلقین فرماتے، دین کے احکام بتاتے، اور اگر کبھی آپؐ کو کسی طرف لشکر روانہ کرنا ہوتا یا لوگوں کو کوئی خاص ہدایت دینی ہوتی تو ہدایات دیتے، اور پھر واپس گھر تشریف لے آتے۔ (بخاری، مسلم)

(۳) دو خطبے پڑھنا اور دونوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر جمعہ کے خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں، مسنون ہے۔

(۴) عیدین کے خطبوں میں، تکبیر کہے، پہلے خطبے میں نو مرتبہ کہے اور دوسرے خطبے میں سات مرتبہ کہے۔

(۵) عیدالفطر کے خطبے میں صدقۂ فطر وغیرہ کے احکام اور عیدالاضحیٰ کے خطبے میں قربانی اور تکبیر تشریق وغیرہ کے احکام و مسائل کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔

تکبیر تشریق:

(۱) ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو یوم عرفہ کہتے ہیں اور دسویں تاریخ کو یوم النحر، اور گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ کو ایامِ تشریق اور ان پانچ ایام میں فرض

---

[1] احمد، ترمذی۔ [2] ترمذی، ابوداؤد۔

نمازوں کے بعد جو تکبیر پڑھی جاتی ہیں اسکو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

(۲) تکبیر تشریق یہ ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور شکر و حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔"

(۳) تکبیر تشریق یوم عرفہ کی فجر سے شروع کر کے تیرہویں ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد پڑھنا چاہیے۔ یعنی کل تیئس اوقات کی نماز کے بعد پڑھنا واجب ہے۔

(۴) تکبیر تشریق بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے البتہ خواتین کو آہستہ آواز سے کہنا چاہیے۔

(۵) خواتین اور مسافر پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب نہیں لیکن یہ لوگ اگر کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں جس پر تکبیر تشریق واجب ہے تو ان پر بھی تکبیر واجب ہو جائے گی۔

(۶) تکبیر تشریق نماز کے بعد فوراً پڑھنا چاہیے اور اگر کبھی نماز کے بعد کوئی ایسا کام کیا جو نماز کے منافی ہے، مثلاً قہقہہ لگایا یا بات چیت کر لی، یا مسجد سے باہر چلا گیا، تو پھر تکبیر نہ کہے، ہاں اگر وضو جاتا رہے تو بغیر وضو تکبیر پڑھنا بھی جائز ہے اور وضو کے بعد پڑھنا بھی جائز ہے۔

(۷) اگر امام تکبیر تشریق کہنا بھول جائے، تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر شروع کر دیں تا کہ امام کو بھی یاد آ جائے، خاموش رہ کر امام کا انتظار نہ کریں کہ امام پڑھے تو وہ بھی پڑھیں۔

موت اور بیماری کا بیان

عیادت کے مسائل و آداب:

مریض کو پوچھنے کے لیے جانے اور اس کا حال معلوم کرنے کو عیادت کہتے ہیں، مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے اور جس مریض کا کوئی عزیز اور رشتہ دار نہ ہو کہ اس کی دیکھ بھال کر سکے تو ایسے مریض کی تیمار داری مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عیادت کا بڑا اہتمام فرماتے نہ صرف مسلمانوں کی عیادت فرماتے بلکہ غیر مسلموں کی عیادت کے لیے بھی تشریف لے جاتے، آپؐ نے عیادت کی بڑی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید کرتے ہوئے اس کے کچھ آداب بھی بتائے ہیں:

(۱) آپؐ نے عیادت کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی اہمیت وفضیلت یوں واضح فرمائی ہے:

☆ قیامت کے روز خدا فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا اور تو نے میری عیادت نہیں کی؟

بندہ کہے گا: پروردگار! آپؐ ساری کائنات کے رب، بھلا میں آپ کی عیادت کیسے کرتا۔ خدا فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے وہاں پاتا۔ (مسلم)

☆ جب کوئی بندہ اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے یا اس سے ملاقات کے لیے جاتا ہے تو ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے، تم بڑے مبارک ہو، تمھارا چلنا مبارک ہے، تم نے جنت میں اپنے لیے ٹھکانا بنالیا۔ (ترمذی)

(۲) مریض کے پاس بیٹھ کر اس سے تسلی تشفی کی باتیں کی جائیں۔ صبر وشکر کی تلقین کی جائے اور اس کا ذہن اس کی طرف متوجہ کیا جائے کہ بیماری بھی دراصل خدا کی رحمت ہے، اس لیے کہ مومن کو معمولی سے معمولی جو تکلیف بھی پہنچتی ہے وہ اس کی کوتاہیوں کا کفارہ بنتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو دریافت فرماتے:

كَيْفَ تَجِدُكَ..... کہیے طبیعت کیسی ہے؟

پھر تسلی دیتے اور فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ..... گھبرانے کی بات نہیں خدا نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے کا سبب بنے گی۔"

حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی مصیبت، جو بھی بیماری، جو بھی پریشانی، جو بھی کڑھن، جو بھی رنج، جو بھی اذیت اور جو بھی غم واندوہ پہنچتا ہے، یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو خدا اس کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔
(بخاری، مسلم)

اور حضرت ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی مریض کی عیادت کو جاؤ تو اس کی مہلت عمل کے بارے میں اس کا غم غلط کرو اور تسلی تشفی کی باتیں کرو۔ اگرچہ تمھاری ان باتوں سے قضا تو نہیں ٹل سکتی لیکن مریض ضرور خوشی محسوس کرے گا۔ (بخاری، مسلم)

(۳) مریض کے پاس بیٹھ کر اس کے لیے دعائے خیر کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ ہم میں سے جب بھی کوئی شخص بیمار پڑتا، تو رسول اکرم ﷺ اپنا داہنا ہاتھ اس کے جسم پر پھیرتے، اور دعا فرماتے:

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَائُكَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَمًا۔ (بخاری، مسلم)

اے انسانوں کے پروردگار! اس مریض کا دکھ دور کر دے، اس کو شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے، شفا دینا تو تیرا ہی کام ہے، ایسی کامل شفا عطا فرما کہ بیماری کا نام ونشان نہ رہے۔

(۴) مریض سے اپنے لیے بھی دعا کرانی چاہیے، اس لیے کہ مرض کی حالت میں اس کا دل خدا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے:

جب تم کسی مریض کی عیادت کو جاؤ تو اس سے اپنے لیے بھی دعا کی درخواست کرو۔ مریض کی دعا ایسی ہے جیسی فرشتوں کی دعا۔ (فرشتے خدا کی مرضی پاکر ہی دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔) (ابن ماجہ)

(۵) مریض کے پاس زیادہ بیٹھنا مناسب نہیں، ہاں اگر کسی وقت محسوس ہو کہ مریض کی خواہش ہے اور اس کو تشفی ہو رہی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا اور شور وشغب نہ کرنا مسنون ہے۔ (بخاری)

(۶) غیر مسلم کی عیادت کرتے وقت موقع پاکر حکمت کے ساتھ ایمان واسلام کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔ بیماری میں دل نرم ہوتے ہیں اور حق کو قبول کرنے کا جذبہ بھی نسبتاً زیادہ بیدار ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ

بیمار پڑا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کو آئے۔ آپؐ اس کے سرہانے بیٹھے، پھر اس سے کہا: دین حق قبول کر لو۔ لڑکا اپنے باپ کا منہ تکنے لگا جو وہیں موجود تھا، باپ نے کہا: ابوالقاسم کی بات مان لے۔ چنانچہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہتے ہوئے اس کے گھر سے نکلے: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچا لیا۔ (بخاری)

قریب المرگ کے احکام وآداب:

(۱) جب ایسی علامات ظاہر ہونے لگیں جس سے ظاہر ہو کہ مریض کا آخری وقت ہے تو اس کو داہنی کروٹ پر اس طرح لٹانا کہ اس کا منہ قبلے کی طرف کرنا اور سر اونچا کر دینا بھی مسنون ہے اور اگر ایسا کرنے میں بھی زحمت ہو تو پھر مریض کو جس طرح سکون ملے اسی حالت پر چھوڑ دیں۔

(۲) مریض کے پاس بیٹھ کر سکون کے ساتھ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھتے رہیں لیکن مرنے والے سے پڑھنے کے لیے نہ کہیں، ایسا نہ ہو کہ جان کنی کے نازک وقت میں انکار کر دے یا بدحواسی میں کوئی اور نامناسب بات زبان سے نکال بیٹھے اور مریض جب ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو پھر خاموش ہو جانا چاہیے ہاں اگر پھر مریض دنیا کی کوئی بات کرے تو پھر تلقین کرنی چاہیے تا کہ اس کا آخری کلمہ، کلمہ طیبہ ہو۔ مریض کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مرنے والوں کو کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تلقین کرو۔ (مسلم)

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداؤد)

(۳) جان کنی کے وقت مریض کے پاس سورہ یٰسین پڑھنا بھی مستحب ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

تم اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسین کی تلاوت کیا کرو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴) آخری وقت میں مرنے والے کے پاس صالح اور خدا ترس لوگوں کا بیٹھنا بھی بہتر ہے کہ خدا ان کی برکت سے رحمت فرماتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

(۵) مرض الموت میں مریض کے پاس خوشبو وغیرہ سلگانا بھی مستحب ہے۔

(٦) جان نکلنے کے بعد اس کی آنکھیں نہایت نرمی کے ساتھ بند کر دیں اور اس کا منہ کپڑے کی ایک پٹی سے باندھ دیا جائے۔ پٹی باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پٹی ٹھوڑی کے نیچے سے اوپر کی طرف لے جائی جائے اور سر کے اوپر دونوں سروں میں گرہ لگا دی جائے اور میت کے ہاتھ پیر سیدھے کر دیئے جائیں۔ آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا بھی پڑھ لینی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَسَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَاَسْعِدْہُ بِلِقَاءِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْہُ۔

اے اللہ! اس کی مشکل کو آسان فرما دے، اور اس کو سہولت عطا فرما ان معاملات میں جو اس کے بعد پیش آنے والے ہیں اور اس کو اپنے دیدار سے مشرف فرما، اور اس ٹھکانے کو جہاں یہ جا رہا ہے اس کے حق میں بہتر بنا دے۔ اس ٹھکانے سے جہاں سے یہ رخصت ہو رہا ہے۔

(۷) عزیزوں کے مرنے پر رنج اور صدمہ تو فطری بات ہے جو ہونا ہی چاہیے۔ اسی طرح آنسو ٹپک پڑنا بھی فطری بات ہے، لیکن بین کر کر کے رونا، یا منہ پیٹنا یا گریبان پھاڑنا ہرگز صحیح نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے۔

(۸) مرنے کے بعد شکوہ شکایت کی باتیں زبان پر لانا یا اپنے آپ کو کوسنا اور اپنے حق میں بددعائیں کرنا ہرگز صحیح نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنے حق میں ہمیشہ دعا ہی کیا کرو اس لیے کہ تم جو دعا کرتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے جاتے ہیں۔ (مسلم)

(۹) مرنے والے کو اچھے الفاظ میں یاد کرنا چاہیے۔ اگر کچھ برائیاں ہوں بھی تو ان سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف خوبیوں پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنے مُردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے زبان کو بند رکھا کرو۔ (ابوداؤد)

غسل میت کے احکام:

(۱) موت کے بعد میت کے غسل اور تجہیز و تکفین میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی ہدایت ہے کہ تجہیز و تکفین میں جلدی کرو۔ یہ مناسب نہیں کہ کسی مسلمان کی میت دیر تک گھر والوں کے درمیان رہے۔ (ابوداؤد)

(۲) میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے، اگر کوئی میت لاوارث ہو تو اس کے غسل کی ذمہ داری اجتماعی طور سے مسلمانوں پر ہے، اگر غسل دیئے بغیر کوئی میت دفن کر دی جائے تو وہ سارے ہی مسلمان گنہگار ہوں گے جن کو اس کا علم تھا اور انھوں نے غفلت برتی۔

(۳) اگر میت غسل دیئے بغیر قبر میں اتار دی گئی لیکن ابھی اس پر مٹی نہیں ڈالی ہے تو اس کو نکال کر غسل دینا ضروری ہے۔ ہاں اگر مٹی ڈال دی گئی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہیے۔

(۴) اگر میت کا کوئی عضو خشک رہ جائے اور کفن دینے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر دھو دینا چاہیے۔ ہاں اگر کوئی معمولی سا حصہ خشک رہ جائے مثلاً کوئی انگلی خشک رہ گئی یا اس کے بقدر کوئی اور حصہ خشک رہ گیا تو اس صورت میں کفن اتارنے اور دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) میت کو ایک بار غسل دینا فرض ہے اور تین بار غسل دینا مسنون ہے۔

(۶) میت کو وہی شخص غسل دے سکتا ہے، جس کے لیے میت کا دیکھنا جائز ہو، لہٰذا مرد عورت کو اور عورت مرد کو غسل نہیں دے سکتے۔ البتہ بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، اس لیے کہ عدت کے وقت تک وہ مرنے والے شوہر کے نکاح میں سمجھی جائے گی لیکن شوہر کے لیے اپنی عورت کو غسل دینا جائز نہیں اس لیے کہ عورت کے مرتے ہی نکاح ختم ہو گیا[1]۔

(۷) نابالغ لڑکی اور لڑکے کو عورت اور مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں۔

(۸) اگر میت کا کوئی عزیز ہو تو بہتر یہی ہے کہ وہ خود غسل دے، اور اگر وہ غسل دینے کا طریقہ نہ جانتا ہو تو پھر کوئی بھی صالح اور پرہیزگار آدمی غسل دے سکتا ہے۔

(۹) کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے تو اس کی میت کو غسل دینا فرض ہے، اور اگر مرا ہوا پیدا ہو تو اس کو غسل دینا فرض تو نہیں ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی غسل دیا جائے۔

---

[1] اہل حدیث کے نزدیک شوہر کے لیے اپنی بیوی کو غسل دینا جائز ہے۔

غسل میت کا مسنون طریقہ:

میت کو تختے پر لٹا کر اس کے کپڑے اتار دیئے جائیں اور ایک کپڑا ناف سے لے کر زانو تک ڈال دیا جائے تا کہ شرم گاہ پر نگاہ نہ پڑے، پھر ہاتھوں پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر میت کو استنجا کرایا جائے، پھر وضو، اور وہ اس طرح کہ پہلے چہرہ دھلایا جائے پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ، پھر مسح اور پھر دونوں پاؤں، منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے، یہ جائز ہے کہ روئی تر کر کے دانتوں مسوڑھوں پر اور ناک میں پھیر دی جائے ہاں اگر موت حالت جنابت یا حالتِ حیض ونفاس میں ہوئی ہو تو پھر ایسا کرنا ضروری ہے پھر ناک منہ اور کانوں میں روئی وغیرہ بھر دی جائے تا کہ پانی اندر نہ پہنچے، پھر سر دھویا جائے، بیسن، کھلی یا صابن وغیرہ جو چاہیں استعمال کریں۔ پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا کر بیری کے پتے پڑا ہوا پانی نیم گرم حالت میں تین مرتبہ سر سے پاؤں تک اتنا ڈالیں کہ بائیں کروٹ تک پہنچ جائے، پھر داہنی کروٹ لٹا کر اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا جائے، پھر میت کو اپنے جسم کا سہارا دے کر ذرا بٹھایا جائے، اور آہستہ آہستہ اس کے شکم کو ملا جائے اگر کچھ غلاظت وغیرہ نکلے تو صاف کر دی جائے، مگر وضو اور غسل دوبارہ نہ کرایا جائے پھر بائیں کروٹ لٹا کر، کافور پڑا ہوا پانی تین بار بہا دیا جائے اور بدن کسی کپڑے سے پونچھ دیا جائے۔

کفن کے مسائل

(۱) میت کو غسل دینے کے بعد کپڑے سے اس کا جسم پونچھ کر خشک کر دیں اور اسکے بعد اس کو کفن پہنا دیں۔

(۲) میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔

(۳) کفن کے مصارف کی ذمہ داری ان لوگوں پر ہے جو زندگی میں میت کے کفیل رہے ہوں البتہ جس میت کا کوئی کفیل نہ رہا ہو، اور خود میت نے بھی کچھ مال نہ چھوڑا ہو، تو اس کا کفن تمام مسلمانوں پر بحیثیت مجموعی فرض ہے، چاہے کوئی ایک شخص مصارف کی ذمہ داری لے لے یا باہم چندہ کر کے کفن مہیا کریں۔

(۴) بالغ اور نابالغ اور اسی طرح محرم اور حلال سب کا کفن یکساں ہوتا ہے۔

(۵) کفن کے لیے وہی کپڑے استعمال کیے جائیں جن کا پہننا میت کے لیے زندگی میں جائز تھا، خواتین کو ریشمی یا رنگین کپڑے کا کفن دینا جائز ہے لیکن مرد کے لیے خالص ریشمی کپڑے کا کفن اور اسی طرح زعفرانی رنگ کا کفن نہ دیا جائے۔

(٦) زیادہ قیمتی کپڑے کا کفن بنانا مکروہ ہے اور زیادہ گھٹیا اور معمولی کپڑے کا کفن بھی نہ ہونا چاہیے بلکہ زندگی میں میت جس معیار کا کپڑا پہنتا رہا ہے اسی معیار کا کفن ہونا چاہیے۔

(۷) کفن سفید کپڑے کا دینا بہتر ہے، چاہے کپڑا نیا ہو یا پرانا ہو۔

(۸) بعض لوگ زندگی میں اپنے کفن کا انتظام کر لیتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں البتہ زندگی میں اپنی قبر کھدوا کر تیار رکھنا مکروہ ہے۔

(۹) مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں: ا۔ کفنی ۲۔ ازار ۳۔ چادر
کفنی یا کرتہ گلے سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیے۔ ازار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیے اور چادر اس سے ایک ہاتھ لمبی ہوتا کہ سر اور پاؤں دونوں طرف سے باندھی جا سکے، واضح رہے کہ کفنی یا کرتے میں، آستین یا کلی نہ ہونا چاہیے۔

(۱۰) عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں: ا۔ کفنی یا کرتہ۔ ۲۔ ازار ۳۔ سر بند ۴۔ سینہ بند ۵۔ چادر
کفنی گلے سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیے اور اس میں کلی یا آستین نہ ہو۔ آزار سر سے لے کر پاؤں تک ہونا چاہیے اور چادر اس سے ایک ہاتھ لمبی ہونی چاہیے۔ سر بند تین ہاتھ لمبا ہونا چاہیے، جو سر سے اڑھا کر چہرے پر ڈال دیا جائے، باندھا یا لپیٹا نہ جائے، سینہ بند، سینے سے لے کر رانوں تک لمبا ہو اور اتنا چوڑا کہ بندھ سکے۔

(۱۱) کسی وقت مسنون کفن میسر نہ ہو تو پھر مرد کے لیے دو کپڑے، ازار اور چادر، اور عورت کے لیے تین کپڑے ازار، چادر اور سر بند بھی کافی ہے اور یہ بھی میسر نہ ہو تو پھر جتنا کپڑا مہیا ہو سکے وہی کافی ہے اور بدن کا جو حصہ کھلا رہ جائے اس کو گھاس پھوس سے چھپا دیا جائے۔

(۱۲) کوئی بچہ مرا ہوا پیدا ہو یا حمل ساقط ہو جائے، تو اس کو کسی صاف ستھرے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے۔ اس کو اوپر کی تفصیل کے مطابق مسنون کفن دینا ضروری نہیں۔

کفن پہنانے کا طریقہ:

مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا دی جائے، چادر کے اوپر ازار بچھا دیا جائے، اور میت کو کفنی پہنا کر ازار پر لٹا دیا جائے، اور ازار کو اس طرح لپیٹیں کہ اس کی داہنی جانب کا سرا بائیں جانب کے اوپر رہے، یعنی پہلے بائیں جانب سے لپیٹیں، پھر داہنی جانب سے اور پھر اسی طریقے کے مطابق چادر کو بھی لپیٹ دیں۔

عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کفن کی چادر کسی تخت وغیرہ پر بچھا دیں، اور اس کے اوپر ازار، پھر عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بالوں کے دو حصے کر دیئے جائیں، اور دائیں بائیں کفنی کے اوپر سے سینے پر ڈال دیئے جائیں، پھر سر بند یا دوپٹہ سر سے اڑھا کر منہ پر ڈال دیں، نہ باندھیں اور نہ لپیٹیں، اس کے بعد میت کو ازار پر لٹا کر پہلے ازار اوپر کے قاعدے کے مطابق اس طرح لپیٹیں کہ داہنی جانب کا کنارہ اوپر رہے پھر اسی طریقے کے مطابق سینہ بند کو لپیٹ دیں اور پھر چادر لپیٹ کر کسی دھجی سے سر اور پاؤں کی طرف کفن کو باندھ دیں اور کمر کے پاس بھی باندھ دیں کہ ہوا سے راستے میں کھل نہ جائے۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ میت کے لیے خدائے رحمن ورحیم سے دعا ہے اور کوئی بھی دعا جب مسلمان جمع ہو کر کرتے ہیں تو اس اجتماعیت کی برکت سے دعا میں رحمتِ الٰہی کو متوجہ کرنے اور شرفِ قبولیت پانے کی زبردست تاثیر اور خاصیت پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے جنازے کی نماز میں جتنے زیادہ لوگ شریک ہو سکیں بہتر ہے لیکن محض اس غرض سے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ شریک ہو سکیں نماز میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

نماز جنازہ کا حکم:

نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے اس کی فرضیت کتاب وسنت سے ثابت ہے، اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

نماز جنازہ کے فرائض:

نماز جنازہ میں دو فرض ہیں:

(۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور نمازِ جنازہ میں رکوع وسجود وغیرہ کچھ نہیں ہیں۔

(۲) قیام کرنا۔ کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں اسی طرح سواری کی حالت میں بھی کسی عذر کے بغیر نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں:

نماز جنازہ میں تین سنتیں ہیں: ۱۔ خدا کی حمد وثنا کرنا۔ ۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا۔ ۳۔ میت کے لیے دعا کرنا۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ:

نمازِ جنازہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مقتدیوں کی تین صفیں[1] بنادی جائیں اور میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو جائے اور سب لوگ نمازِ جنازہ کی نیت کریں (میں نے نیت کی کہ نمازِ جنازہ پڑھوں اور جو خدا کی نماز ہے اور میت کے لیے دعا ہے)

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور پھر دوسری نمازوں کی طرح باندھ لیں، اور ثنا پھر پڑھیں۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

---

[1] اگر لوگ بہت زیادہ ہوں تو پھر زیادہ صفیں بنالی جائیں مگر صفوں کی تعداد طاق رہے اور اگر افراد امام کے علاوہ چھ ہوں تب بھی مستحب یہ ہے کہ تین صفتیں بنائیں جائیں۔ پہلی صف میں تین افراد، دوسری دو اور تیسری میں ایک۔ (علم الفقہ، ردالمختار، جلد ۲)
سنن ابی داؤد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے: جس میت پر تین صفیں نماز جنازہ پڑھ لیں وہ بخش دیا جاتا ہے۔

اے اللہ تو پاک و برتر ہے اپنی حمد وثناء کے ساتھ، اور تیرا نام خیر و برکت والا ہے، اور تیری بزرگی اور بڑائی بہت بلند ہے اور تیری تعریف بڑی عظمت والی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

ثنا پڑھنے کے بعد پھر تکبیر کہیں لیکن ہاتھ نہ اٹھائیں۔

پھر درود شریف پڑھیں، اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھیں، جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

پھر ایک بار تکبیر کہیں لیکن ہاتھ باندھے رہیں اور اس بار میت کے لیے مسنون دعا پڑھیں۔

اور چوتھی بار تکبیر کہیں اس بار بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور تکبیر کہہ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں (امام بلند آواز سے تکبیریں کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے)۔

بالغ میت کی دعا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا۔ اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔ (ترمذی)

اے اللہ! ہمارے زندوں، ہمارے مردوں، ہمارے ان لوگوں کو جو حاضر ہیں اور ان کو جو غائب ہیں، ہمارے چھوٹوں کو، ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں کو، ہماری عورتوں کو تو بخش دے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھ اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو موت دے تو اس کو ایمان کے ساتھ موت دے۔

نابالغ میت کی دعا:

اگر نابالغ لڑکے کی میت ہو تو یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔

اور نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً۔

اے اللہ! اس بچے یا بچی کو ہماری نجات و آسائش کے لیے آگے جانے والا بنا، اور اس کی جدائی کے صدمے کو ہمارے لیے باعث اجر و ذخیرہ بنا اور اس کو ہماری ایسی شفاعت کرنے والا بنا جو

قبول کرلی جائے۔

جس شخص کو نمازِ جنازہ کی یہ دعائیں یاد نہ ہوں وہ صرف یہ کہہ لے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

اے اللہ! تو سارے مومن مردوں اور ساری مومن عورتوں کی مغفرت فرمادے۔

اور اگر یہ بھی یاد نہ ہو تو صرف چار تکبیریں ہی کہہ لے، تب بھی نماز ہو جائے گی۔

یہ بڑی محرومی اور عبرت کی بات ہے کہ مسلمان اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی نمازِ جنازہ میں بھی شریک نہ ہو سکیں اور اجتماعی طور پر اس دعائے مغفرت کی سعادت سے بھی محروم رہیں، کبھی ناپاکی کا عذر کریں اور کبھی نماز جنازہ نہ جاننے کا، دوسروں کے سامنے جنازہ رکھ کر ان سے تو نمازِ جنازہ پڑھنے کی خاموش درخواست کریں اور خود دور کھڑے تماشا دیکھتے رہیں۔

جنازے کے متفرق مسائل

(۱) نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں ہے اگر ایک شخص بھی نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور بالغ ہو یا نابالغ[1] لیکن جنازے کی نماز میں اہتمام کے ساتھ شریک ہونا چاہیے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازے میں شرکت کو مسلمان میت کا حق قرار دیا ہے[2]۔

(۲) نمازِ جنازہ ان مساجد میں پڑھنا مکروہ ہے جو پنج وقتہ نمازوں کے لیے بنائی گئی ہیں اور اسی طرح ان مساجد میں بھی مکروہ ہے جو نمازِ جمعہ اور عیدین کے مقصد سے بنائی گئی ہیں ہاں جو مسجدیں خاص طور پر نمازِ جنازہ ہی کے لیے بنائی گئی ہوں ان میں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں۔

(۳) اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر ایک جنازے کی نماز الگ الگ پڑھائی جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھ لی جائے، اور بہتر یہ ہے کہ سب جنازے ایک ہی لائن میں اس طرح رکھے جائیں کہ سب کے سر شمال کی جانب ہوں اور پیر جنوب کی جانب، اور امام اپنے

---

[1] علم الفقہ بحوالہ درمختار، دار المختار وغیرہ۔ [2] مسلم۔

سے قریب والے جنازے کے سینے کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے تو سب جنازوں کا سینہ مقابلے میں رہے گا۔

(۴) جنازے کی نماز ان تمام چیزوں سے فاسد ہو جائے گی جن چیزوں سے دوسری نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں، البتہ جنازے کی نماز قہقہہ مار کر ہنسنے سے فاسد نہ ہوگی اور اگر مرد کے برابر یا سامنے کوئی خاتون کھڑی ہو جائے تو اس سے بھی فاسد نہ ہوگی۔ (علم الفقہ)

(۵) اگر کوئی شخص جنازے کی نماز میں تاخیر سے پہنچا، جب کہ کچھ تکبیریں ہو چکی تھیں تو وہ آتے ہی یکا یک امام کے ساتھ شامل نہ ہو جائے بلکہ انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو یہ بھی تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے، اور اس کی یہ تکبیر، تکبیر تحریمہ سمجھی جائے گی پھر جب امام سلام پھیر لے تو یہ شخص مسبوق کی طرح اپنی چھوٹی ہوئی تکبیریں کہہ کر اپنی نماز پوری کر لے۔

(۶) اگر کوئی شخص حدثِ اصغر یا حدثِ اکبر کی حالت میں ہو اور یہ خوف ہو کہ وضو یا غسل کرنے میں نماز جنازہ نہ مل سکے گی تو ایسی صورت میں تیمم کر کے جنازے میں شریک ہو جانا جائز ہے اس لیے کہ نماز جنازہ کی قضا نہیں ہے۔

(۷) جنازے کی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق اسلامی حکومت کا سربراہ ہے۔ وہ نہ ہو تو پھر اس کا مقرر کیا ہوا شہر کا حکمران ہے، یہ لوگ نہ ہوں تو پھر شہر کا قاضی نماز پڑھائے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کا نائب پڑھائے، اور جہاں یہ سب ذمہ دار موجود نہ ہوں تو پھر محلے کا امام پڑھائے لیکن اسی صورت میں کہ جب میت کے قریبی عزیزوں میں کوئی شخص علم اور تقویٰ کے لحاظ سے اس امام سے افضل نہ ہو ورنہ قریبی عزیز اور ولی ہی جنازہ پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے اور پھر جس کو بھی ولی اجازت دے وہ نمازِ جنازہ پڑھا سکتا ہے۔

(۸) نمازِ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد فوراً جنازہ قبرستان لے جانا چاہیے۔

(۹) میت اگر چھوٹے بچے کی ہو تو اس کو ہاتھوں میں اٹھا کر قبر تک لے جائیں، تھوڑی

دیر ایک شخص اٹھائے پھر دوسرا اسی طرح باری باری بدلتے ہوئے لے جائیں۔

(۱۰) میت اگر بڑے آدمی کی ہو تو اس کو چار پائی وغیرہ پر لے جائیں۔ چار پائی کے چاروں پایوں کو چار آدمی ہاتھوں سے اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ کر لے چلیں۔

(۱۱) کسی ضرورت اور معذوری کے بغیر جنازے کو سواری سے لے جانا مکروہ ہے اور کوئی عذر ہو تو کسی کراہت کے بغیر جائز ہے۔

(۱۲) جنازے کو ذرا تیز قدموں سے لے جانا مسنون ہے لیکن اس قدر تیز بھی نہیں کہ میت ہلنے لگے۔

(۱۳) جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا مستحب ہے، اگرچہ آگے چلنا بھی جائز ہے، لیکن سارے لوگ آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے۔

(۱۴) جنازے کے ساتھ جانے والے جنازہ اتارنے سے پہلے نہ بیٹھیں، جنازہ اتارنے سے پہلے کسی عذر کے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے۔

(۱۵) جنازے کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کوئی سواری پر ہو تو اس کو جنازے کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے۔

(۱۶) جنازے کے ساتھ چلنے والے بلند آواز سے کوئی ذکر اور دعا نہ کریں، اس لیے کہ بلند آواز سے جنازے کے ساتھ دعا اور ذکر وغیرہ مکروہ ہے۔

(۱۷) جنازے کے ساتھ خواتین کا جانا مکروہِ تحریمی ہے۔

جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ:

جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازے کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر اٹھا کر کم از کم دس قدم چلے پھر پچھلا پایا اپنے بائیں کندھے پر اٹھا کر، اسی طرح کم از کم دس قدم چلے پھر پچھلا پایا اپنے بائیں کندھے پر اٹھا کر کم از کم دس قدم چلے، پھر اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر اٹھا کر کم از کم دس قدم چلے اس طرح جنازہ لے کر چلنے کی مقدار کم از کم چالیس قدم ہو جائے گی[1]۔

---

[1] حدیث میں ہے کہ جو شخص جنازے کو اٹھا کر چالیس قدم چلے۔ اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

دفن کے مسائل

(۱) میت کودفن کرنا فرض کفایہ ہے، جس طرح غسل دینا اور نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

(۲) قبر کی لمبائی میت کے قد کے مطابق ہونی چاہیے اور گہرائی میت کے قد سے آدھی ہونی چاہیے۔ سیدھی قبر کے مقابلے میں بغلی قبر زیادہ بہتر ہے، ہاں اگر زمین ایسی نرم ہو کہ قبر بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔

(۳) میت کو قبر میں اتارتے وقت جنازے کو قبر سے قبلے کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو قبر میں اتاریں۔

(۴) میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہنا مستحب ہے۔

(۵) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر قبلہ رُخ کر دینا مسنون ہے۔

(۶) عورت کی میت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کرنا مستحب ہے اور اگر میت کا بدن کھل جانے کا اندیشہ ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

(۷) قبر میں مٹی ڈالنے کی ابتدا سرہانے کی طرف سے کرنا مستحب ہے۔ ہر آدمی اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈالے۔

پہلی بار مٹی ڈالے تو کہے، مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ۔ دوسری بار مٹی ڈالے تو کہے، وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ۔ تیسری بار مٹی ڈالے تو کہے، وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔

(۸) دفن کر دینے کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرے رہنا اور میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا یا قرآنِ پاک کی تلاوت کر کے ثواب پہنچانا مستحب ہے۔

(۹) قبر پر مٹی ڈالنا، اس کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے۔ (علم الفقہ)

(۱۰) قبر پر کوئی ہری شاخ لگا دینا مستحب ہے، حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہری ٹہنی کے دو حصے کیے اور دونوں قبروں پر رکھ دیئے اور فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں گی، میت کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (علم الفقہ)

(۱۱) ایک قبر میں ایک ہی میت دفن کرنا چاہیے لیکن ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ

بھی دفن کی جاسکتی ہیں۔

(۱۲) قبر پر زینت اور آرام کے لیے عمارت، گنبد اور قبہ وغیرہ بنانا حرام ہے۔

(۱۳) اگر کوئی شخص جہاز کشتی میں پانی کا سفر کرتے ہوئے فوت ہو جائے، اور وہاں سے خشکی کا فاصلہ اتنا زیادہ ہو کہ میت کو روکے رکھنے میں نعش کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر میت کو غسل اور کفن دے کر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دریا یا سمندر کے حوالے کر دینا چاہیے۔ ہاں اگر خشکی قریب ہو تو پھر میت کو روکے رکھیں اور زمین ہی میں دفن کریں۔

تعزیت: میت کے گھر والوں کو صبر و شکر کی تلقین کرنے، تسلی اور تشفی کے کلمات کہنے، ہمدردی اور غمگساری کا اظہار کر کے ان کا غم غلط کرنے اور میت کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کو تعزیت کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اس کا اہتمام فرماتے اور مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اس کے لیے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ خود مصیبت زدہ کے لیے ہے۔ (جامع ترمذی)

اور حضرت معاذ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں، کہ ان کے لڑکے کا انتقال ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ تعزیت نامہ لکھوا کر بھیجا تھا۔

نبیؐ کریم کا تعزیت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام۔

سَلَامٌ عَلَيك میں پہلے تمھارے سامنے خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر دعا کرتا ہوں کہ خدا تم کو اس صدمے پر عظیم اجر سے نوازے اور تمھیں صبر اور برداشت کی قوت بخشے، اور ہمیں اور تمھیں شکر کی توفیق دے، واقعہ یہ ہے کہ ہماری جانیں، ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال، خدا کے مبارک عطیے ہیں، اور ہمارے پاس اس کی سپرد کردہ امانتیں ہیں، خدا نے جب تک چاہا، تمھیں ان نعمتوں سے عیش و مسرت کے ساتھ

مستفیض ہونے کا موقع بخشا اور جب اس نے چاہا ان امانتوں کو واپس لے لیا اور اس کے صلے میں عظیم اجر بخشے گا۔ یعنی اپنی خصوصی عنایت، رحمت اور ہدایت سے تم کو نوازے گا اور تم نے رضائے الٰہی اور اجر آخرت کے لیے صبر کیا۔ پس صبر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارا واویلا تمھارے اجر وثواب کو غارت کر دے اور پھر تم پچھتاؤ، اور یقین رکھو کہ آہ وزاری سے کوئی مرا ہوا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے غم واندوہ دور ہوتا ہے اور جو حکم نازل ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، بلکہ ہو چکا ہے۔ (معجم کبیر)

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب کے معنی:

ایصالِ ثواب کے معنی ہیں ثواب پہنچانا، اور اصطلاح میں ایصالِ ثواب سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے نیک اعمال اور عبادات کا اجر وثواب اپنے کسی عزیز اور محسن میت کو پہنچانے کی نیت کرے۔

تمام نفل عبادات چاہے وہ مالی ہوں، جیسے صدقہ وخیرات اور قربانی، یا بدنی[1] ہوں۔ جیسے نماز، روزہ، ان کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے، اور اپنے محسن اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مقدس کو ایصالِ ثواب مستحب ہے۔ آپؐ کے بے پایاں احسانات اور غیر معمولی شفقت وعنایت کا بدلہ ادا کرنا تو ممکن ہی نہیں، بندۂ مومن اسی کو اپنی سعادت سمجھے کہ اپنی عبادات کا اجر وثواب ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس کو پہنچا دے، اور واقعی وہ شخص تو بڑا ہی بدنصیب ہے جس کو زندگی میں ایک بار بھی یہ سعادت نصیب نہ ہو۔

ایصالِ ثواب کا طریقہ:

ایصالِ ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی جس عبادت کا ثواب کسی میت کو پہنچانا

---

[1] امام مالکؒ کے نزدیک صرف مالی عبادات کا اجر وثواب میت کو پہنچتا ہے، بدنی عبادات کا ثواب نہیں پہنچتا۔

چاہے، اس سے فارغ ہو کر خدا سے دعا کرے کہ پروردگار میری اس عبادت کا اجر وثواب فلاں میت کی روح کو پہنچا دے۔ خدا کے بے پایاں فضل سے توقع ہے کہ وہ میت کو اس کا ثواب پہنچائے گا۔

ایصالِ ثواب کے مسائل

(۱) ایصالِ ثواب کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ آدمی عبادت کرتے وقت ہی دوسرے کو ثواب پہنچانے کی نیت لازماً کرے بلکہ بعد میں جب بھی آدمی چاہے اپنی عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔

(۲) جو شخص اپنی کسی عبادت کا اجر وثواب کسی میت کو پہنچاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس میت کو بھی ثواب پہنچاتا ہے اور عبادت کرنے والے کو بھی محروم نہیں کرتا بلکہ اپنے بے پایاں فضل سے اس کو بھی اپنی عبادت کا پورا اجر عطا فرماتا ہے، خدا کے اس بے حساب فضل وکرم کا تقاضا ہے کہ بندۂ مومن جب بھی کوئی نفل عبادت کرے اس کا اجر وثواب صالحین کی روح کو بھی پہنچا دے۔

(۳) اگر کوئی شخص اپنے کسی ایک عمل کا ثواب کئی مُردوں کو پہنچائے تو وہ اجر ان میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ خدا اپنے فضل وکرم سے سب کو پورا پورا اجر عطا فرماتا ہے۔

(۴) ایصالِ ثواب کے ان مسائل سادہ کے علاوہ اپنی طرف سے کچھ شرطیں بڑھانا، کچھ دنوں کو مخصوص کر کے شرعی احکام کی طرح ان کی پابندی کرنا، اور ان کی بنیاد پر مسلمانوں میں گروہ بندی کرنا سخت معیوب ہے۔ جو اتباعِ حق کا جذبہ رکھنے والے مومنوں کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

مآخذ

۱۔ احکام کی حکمت وفضیلت کے مباحث میں ان کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

(۱)تفسیر النفسی۔ (۲)تفسیر الخازن۔

(۳)تفسیر البیضاوی۔ (۴)ترجمان القرآن ازمولانا ابوالکلام آزادمرحوم۔

(۵)تفہیم القرآن ازمولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ (۶)ترجمہ وتفسیر ازمولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم۔

(۷) صِحاح ستہ۔ (۸)مؤطا۔

(۹)ریاض الصالحین۔ (۱۰)الادب المفرد۔

(۱۱)حصن حصین۔ (۱۲)مشکوٰۃ۔

(۱۳)احیاعلوم الدین۔ (۱۴)کشف المحجوب۔

۲۔ اورمسائل واحکام کسی اجتہادی کاوش اورمحاکمے کے بغیر سادہ انداز میں ذیل کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں اورصرف وہی متفقہ علیہ مسائل منتخب کیے گئے ہیں جن کی عام طور پر ضرورت پیش آتی ہے۔

(۱)الہدایہ۔ (۲)عین الہدایہ شرح ہدایہ۔

(۳)فتح القدیر۔ (۴)قدوری۔

(۵)شرح وقایہ۔ (۶)نورالایضاح۔

(۷)فقہ السنہ تالیف السید سابق۔ (۸)علم الفقہ۔

(۹)تعلیم الاسلام۔ (۱۰)نمازِ محمد ازمولانا محمد جوناگڑھی۔

(۱۱)اسلامی تعلیم ازمولانا عبدالسلام بستوی مدظلہٗ۔(۱۲) آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام ازمفتی محمد شفیع مدظلہٗ

(۱۳)رسائل ومسائل ازمولانا مودودیؒ۔ (۱۴)بہشتی زیوروغیرہ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

مولانا محمد یوسف اصلاحی

برصغیر ہندو پاک، عرب ممالک، امریکہ اور یورپ کے نہایت مقبول اور پسندیدہ مصنفین میں شمار ہوتے ہیں۔ آدابِ زندگی، آسان فقہ، حسن معاشرت ہر مکتبہ فکر میں نہایت مقبول مطبوعات ہیں۔

مولانا کا انداز تحریر نہایت سادہ دل نشین اور پُر اثر ہے۔ دقیق مسائل کو اس طرح بیان کرتے ہیں جسے معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ ان کا طرز تحریر قلب و ذہن کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ اور ایمان و یقین کی شمع دلوں میں روشن ہو جاتی ہے۔

مولانا محمد یوسف اصلاحی کی کتب قرآن و سنت کا پرتو ہیں اور انداز مکمل طور پر تحریکی اور دعوتی ہے۔ جو غیر محسوس انداز میں زندگی کا رخ تبدیل کر کے زندگی کو ایک خاص ڈھانچہ میں ڈھال دیتا ہے۔ مولانا محمد یوسف اصلاحی کی مطبوعات کو ہر مکتبہ فکر میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

آسان فقہ

آسان فقہ، مولانا یوسف اصلاحی کی مقبول ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ دقیق فقہی مسائل کو عام مسلمانوں کے لیے نہایت ہی آسان اور عام فہم انداز میں حل کیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں اردو دان طبقے کے لیے غیر مانوس فقہی اصطلاحات کا ترجمہ دے دیا گیا ہے۔ مسائل و احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عبادات و اعمال کی فضیلت و اہمیت پر بھی قرآن و سنت کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔ تاکہ احکام معلوم ہونے سے پہلے احکام کی پیروی کے لیے ذہن و جذبات تیار ہو سکیں۔

U00007

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

ISBN: 978-969-423-022-1